ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

ستمبر 2026ء | تبوک 1405 ہجری شمسی | ربیع الاول/ربیع الثانی 1448 ہجری قمری | جلد 15 نمبر 09

یہ جلسہ ہمارا یہ دن برکتوں کے
خدا کی عنایات اور شفقتوں کے

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دِیا

خلیفۃ المسیح کے چار ایمان افروز خطابات

51 ہزار سے زائد لوگوں کا اجتماع

267596 بیعتیں

398 نئی جماعتوں کا قیام

172 نئی مساجد کا قیام

79 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم

353 کتب، پمفلٹس اور فولڈرز 37 زبانوں میں اشاعت

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں صفحہ 12

ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ستمبر 2026ء | تبوک 1405 ھجری شمسی
ربیع الاول/ربیع الثانی 1448 ھجری قمری
جلد15 نمبر09

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

اداریہ: پانچویں شرط بیعت	2
ارشادِ باری تعالیٰ: احیائے موتیٰ	5
ارشاد نبوی ﷺ: ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے	7
اِمَامُ الکلام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ	8
کلَامُ الْاِمَام: ”تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے۔“	10
خلاصہ خطابات فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع جلسہ سالانہ یوکے 2026	12
جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء کے تینوں دنوں کی مختصر روداد	41
تعارف کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام: ”20۔ حجۃ الاسلام 21۔ سچائی کا اظہار 22۔ جنگ مقدس“ (اے۔ ولیم)	50
سیرت النبی ﷺ: کتاب کا تعارف ”اَلطَّبَقَاتُ الْکُبْرٰی لِابْنِ سَعْد“ (ابو اشعر)	114
قرآن مجید کے حسن و جمال کا تذکرہ روحانی خزائن میں (قسط ششم) (سید میر محمود احمد ناصر صاحب۔ مرحوم)	125
سیرت حضرت مسیح موعودؑ: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح پر لکھی جانے والی کتب کا تعارف (قسط چہارم) (اے ولیم)	143
اسلام کا پیش کردہ تصورِ خدا: بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں ”مدبر بالارادہ“ (عبد الباری)	155

اداریہ

پانچویں شرط بیعت

"یہ کہ ہر حال رنج وراحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا۔ اور ہر یک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3، صفحہ 564)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مومن کو کانٹا یا اس سے بڑھ کر تکلیف نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے یا اس وجہ سے ایک بدی کو دور کر دیتا ہے۔"

(صحیح مسلم (مترجم) جلد 13 صفحہ 235،236)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

" فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ۔ (البقرہ:153) یعنی اے میرے بندو! تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تم کو نہ بھولوں گا تمہارا خیال رکھوں گا اور میرا شکر کیا کرو، میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔"

(ملفوظات جلد 4، صفحہ 341، ایڈیشن 2022ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہ بخوبی یاد رکھو کہ جو شخص اپنے محسن انسان کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کر سکتا۔ جس قدر آسائش اور آرام اس زمانہ میں حاصل ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ریل، تار، ڈاک خانہ، پولیس وغیرہ کے انتظام دیکھو کہ کس قدر فوائد ان سے پہنچتے ہیں۔ آج سے ساٹھ ستر برس پہلے بتاؤ کیا ایسا آرام اور آسانی تھی؟ پھر خود ہی انصاف کرو جب ہم پر ہزاروں احسان ہیں تو ہم کیونکر شکر نہ کریں۔"

(ملفوظات جلد 8، صفحہ 77،78، ایڈیشن 2022ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے ہر چند سمجھایا گیا، کچھ سنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا، کچھ ڈرتے نہیں اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں۔ اس لئے ہم نے ان لوگوں کے برا ماننے اور برا کہنے اور ستانے اور دکھ دینے سے بالکل لاپرواہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبر دار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر بآواز کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے۔ اور جو کچھ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے بر خلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 84 نظارت نشر واشاعت قادیان۔2019ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

"پھر یہ عہد ہے کہ ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا وفادار رہنا ہے۔ خوشی اور تکلیف ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا دامن ہی پکڑے رکھنا ہے۔" (ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا کام بھی عجیب ہے۔ اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے ہی خاص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی اور مسرت اور فراخی نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور اس کی شکر گزاری اس کے لئے مزید خیر وبرکت کا موجب بنتی ہے اور اگر اس کو کوئی دکھ، رنج، تنگی اور نقصان پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے۔ اس کا یہ طرز عمل بھی اس کے لئے خیر وبرکت کا ہی باعث بن جاتا ہے کیونکہ وہ صبر کے ثواب کو حاصل کرتا ہے۔"

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقاق باب المؤمن امرہ کلہ خیر حدیث 7500)

پس ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دوڑنا ایک مومن کا کام ہے۔

اور جب یہ ہو گا تو اس عہد کو بھی ہم پورا کرنے والے ہوں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر ذلّت اور دکھ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور کبھی کسی مصیبت کے وارد ہونے پر منہ نہیں پھیریں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے، نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔" (انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 24)

"پس ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بن کر رہنا ہے اور اس کے لئے کوشش کرنی ہے انشاء اللہ اور دکھ اور ذلت بھی دیئے جائیں تو کبھی اس کی پرواہ نہیں کرنی یہ ہمارا عہد ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 2 جنوری 2015ء، خطبات مسرور جلد 13 صفحہ 10، 11)

ارشاد باری تعالیٰ

احیائے موتیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ ۚ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ

(سورۃ الانفال:25)

ترجمہ از تفسیر صغیر: اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی بات سنو جب کہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے پکارے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل میں حائل ہے اور یہ کہ تم اسی کی طرف زندہ کر کے لوٹائے جاؤ گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے ہیں۔ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ۔ اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے مراد روحانی مردوں کا زندہ ہونا ہے۔“

(ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد 10 صفحہ 323 ایڈیشن 2022ء یوکے)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”قرآن مجید کو بتوجہ تمام مطالعہ کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صفات و افعال میں بے مثل ہے۔ لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ایک اللہ تعالیٰ کا احیاء ہے ایک انبیاء کا احیاء ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡكُمۡ۔ جس سے کھل جاتا ہے کہ رسول کا احیاء کیا ہے اور اسی سے مسیحؑ کے احیاء کی حقیقت کھل جاتی ہے۔“ (حقائق الفرقان، مجموعہ تفسیری نکات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جلد 2 صفحہ 255)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں بھی دنیا کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ خدا کے کلام کو سمجھانا، معارف و حقائق بتانا، لوگوں کو روحانی طور پر زندہ کرنا، نمونہ بننا یہ وہ کام ہیں جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ جو زندگی حاصل ہوتی ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ نبی جسمانی مردوں کو زندہ کرتا ہے بلکہ عملی زندگی اور اخلاقی زندگی ہے۔“

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 130)

ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

”

عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث معاویہ بن ابوسفیان حدیث:17000)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی بھی امام (پر ایمان لانے) کے بغیر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”واضح ہو کہ حدیث صحیح (قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ حاشیہ) سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں۔ **سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔**“

(ضَرُورَۃُ الْاِمَام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 472)

اِمَامُ الْکَلَام علیه الصلوٰۃ والسلام

کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ضروری ہوا کہ وہ خداوند کریم جس نے ہر ایک کو نجات کے لئے بلایا ہے ایسا ہی انتظام ہر یک صدی کے لئے رکھے تا اس کے بندے کسی زمانہ میں حق الیقین کے مراتب سے محروم نہ رہیں۔ اور یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں یہ خود مخالفت تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔ (التوبہ:119) اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علیٰ وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے پس ان معنوں کر کے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دوام حکم وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔

علاوہ اس کے مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لاپرواہ ہو کر عمر گذارتے ہیں ان کے علوم و فنون جسمانی جذبات سے ان کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے اور کم سے کم اتنا ہی مرتبہ اسلام کا کہ دلی یقین اس بات پر ہو کہ خدا ہے ان کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور جس طرح وہ اپنی اس دولت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے صندوقوں میں بند ہو یا اپنے ان مکانات پر جو ان کے قبضہ میں ہوں ہرگز ان کو ایسا یقین خدا تعالیٰ پر نہیں ہوتا وہ سم الفار کھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ وہ ایک زہر مہلک ہے لیکن گناہوں کی زہر سے نہیں ڈرتے حالانکہ ہر روز قرآن میں پڑھتے ہیں اِنَّہٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی (طٰہٰ:75) پس سچ تو یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ قرآن کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کیلئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ

وابستہ ہیں جس پر قرآن نازل ہوا یاوہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھایا آسمان سے نازل ہو جاتا مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا جب تک معلم القرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا۔ قرآن کریم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعة:3) یعنی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور قرآنی حکمت لوگوں سکھلاتا ہے اور پھر ایک جگہ اور فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الجمعہ:80) یعنی **قرآن کے حقائق و دقائق ان ہی پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے ہیں۔ پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔**"(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 348-347)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔** بہت سے لوگ ہیں جو دور بیٹھے رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے، اس وقت فرصت نہیں ہے۔ بھلا تیرہ سو[1300] سال کے موعود سلسلہ کو جو لوگ پالیں اور اُس کی نصرت میں شامل نہ ہوں اور خدا اور رسولؐ کے موعود کے پاس نہ بیٹھیں، وہ فلاح پاسکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

...دین تو چاہتا ہے کہ مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی اُمید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اُٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر تو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اُسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آگیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہو گی۔ وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم ہی نہیں ان کو جانے دو مگر ان سب سے بڑھ کر بد قسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلہ کو شناخت کیا اور اُس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اُس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آکر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور اُن باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی نیک اور متقی اور پرہیز گار ہوں مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہیے انہوں نے قدر نہیں کی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 178، 179 ایڈیشن 2022ء)

كَلَامُ الْإِمَامِ

امام کی آواز پر لبیک کہنا

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”امام کی آواز پر لبیک کہنا، اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ امام کی آواز کے مقابلے میں افراد کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ ایسا ہی کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آواز دینے پر فوراً نماز توڑ دی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور غالباً میر مہدی حسین صاحبؓ اور میاں عبد اللہ صاحب سنوریؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہ دو آدمی تھے انہوں نے بھی مختلف وقتوں میں ایسا کیا۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ آیت پڑھی کہ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ یَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡکُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡیَحۡذَرِ الَّذِیۡنَ یُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِہٖۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ فِتۡنَۃٌ اَوۡ یُصِیۡبَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ۔ (النور:64) کہ تمہارے درمیان رسول کا تمہیں بلانا اس طرح نہ بناؤ جیسے تم ایک دوسرے کو اونچی آوازوں میں بلاتے ہو یا سمجھتے ہو کہ بلایا، آواز دی تو جواب دے دیا یا نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے نظر بچا کر چپکے سے نکل جاتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرنے والے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی ابتلا آ جائے یا دردناک عذاب آ پہنچے۔ تو اسی طرح ایک دوسری جگہ آیا ہے کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا

دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۔(الانفال:25) کہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی بات سننے کے لئے فوراً حاضر ہو جایا کرو جبکہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے پکارے۔ بہر حال نبی کی آواز پر فورالبیک کہنا ایک ضروری امر ہے بلکہ ایمان کی علامتوں میں سے ایک بڑی بھاری علامت ہے۔(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 408،409) اس لئے جب یہ ان بزرگوں نے کیا تو بالکل جائز تھا۔ نماز اصل مقصود نہیں ہے یا کوئی اور نیکی نبی کی موجودگی میں اصل مقصود نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہی اصل مقصود اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے اور اس کی بات ماننا ہے جس کی مثال اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے ہمیں ملتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی ملتی ہے۔ ایک اہم بات جس کی طرف حضرت مصلح موعودؓ نے توجہ دلائی تھی اور ہمیشہ سے اہم ہے، اب بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مومن در حقیقت زیادہ ترغیب کا منتظر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور اس اشارے کو سمجھ کر وہ ایسے جوش سے کام کرتا ہے کہ بعض لوگوں کو دیوانگی کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے جتنے کامل مومن دنیا میں ہوئے انہیں لوگوں نے پاگل کہا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 18 مارچ 2016ء، خطباتِ مسرور جلد 14 صفحہ 164،165)

خلاصہ خطابات

فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقع جلسہ سالانہ یوکے

منعقدہ 24 تا 26 جولائی 2026ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل

افتتاحی خطاب امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 24 جولائی 2026ء بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء

بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

4 بج کر 56 منٹ پر حضور انور فلک شگاف نعروں کی گونج میں منبر پر رونق افراز ہوئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عطا فرماتے ہوئے افتتاحی خطاب کا آغاز فرمایا۔

تشہد، تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعودؑ نے جلسے کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ہم یہ جلسہ اس لیے منعقد کر رہے ہیں تا کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت و مؤاخات میں ایک دوسرے کے لیے نمونہ بن جائیں۔

پس اسی مقصد کے لیے ان جلسوں کا انعقاد ہوتا ہے اور اسی مقصد کے لیے آج آپ لوگ یہاں جمع

ہوئے ہیں۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ہم اس مقصد کو پانے کے لیے اپنی پوری کوشش نہیں کریں گے تو ہمارا مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنا بھی بے مقصد ہے اور ان جلسوں میں آنا بھی بے مقصد ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ

اسلام کی تعلیم کی جڑ تقویٰ ہے، اگر تقویٰ ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل کر سکتا ہے ورنہ دین پر عمل کرنے کا ہمارا نعرہ صرف ایک نعرہ رہ جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس بنیادی مقصد کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

یہ دوسرا مصرع اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہام فرمایا تھا۔ پس تقویٰ ہی اصل جڑ ہے۔ جب تک یہ ہم میں رہے گی ہم اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہوتے رہیں گے۔ قرآن کریم اور شریعت پر کامل ایمان لانے کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ عبادات بجالانے کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ گھریلو معاملات میں حسنِ سلوک کرنے کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔

اسلام میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو متقی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ متقیوں کا دوست اور مددگار ہے۔ وہ متقی سے محبت کرتا ہے اور بہترین انجام متقیوں کا ہوگا۔

نبیؐ کی کامل اطاعت کے لیے بھی تقویٰ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ہم چاہے جتنے مرضی عہد کرتے رہیں، نعرے لگاتے رہیں کہ ہم جماعت سے وابستہ ہیں، حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آگئے ہیں، ہم آنحضرت ﷺ پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے اندر تقویٰ نہیں تو یہ نعرے صرف نعرے ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فلاح و کامیابی کے لیے تقویٰ کو شرط قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر تقویٰ کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ تم تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش کرو۔ اگر تم تقویٰ میں آگے بڑھو گے تو ایمان میں اور قربِ الٰہی کے حصول میں بھی آگے بڑھو گے۔

اگر ہم نے کامیابیاں حاصل کرنی ہیں، اپنی اصلاح کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے ہمیں متقی بننا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں ہی فرمادیا ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے، اس کے پیغام سے، اس کی شریعت سے تب ہی فائدہ اٹھاسکتے ہو جب تمہارے اندر تقویٰ ہو۔

پس اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ تقویٰ کے بغیر اسلام میں انسان کا کوئی مقام نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے تو اپنے نزول کی علتِ غائی یہ قرار دی ہے کہ تقویٰ کی راہوں کو سکھائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اَور موقع پر قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مومنوں کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں شفا اور رحمت رکھی ہے مگر ظالموں کو یہ صرف خسارے میں بڑھاتا ہے۔ جن میں تقویٰ نہیں انہیں قرآن کریم کوئی راہ نہیں دکھا سکے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

ہماری شریعت اور قرآن کریم میں یہی حکم ہے کہ غضِ بصر سے کام لو اور نظریں نیچی رکھو۔ اگر لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں اور تقویٰ کی یہ حالت پیدا ہو جائے تو انسان بہت سارے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

آج کل کے معاشرے میں یہی وہ گناہ ہیں جو دنیا کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا عورتوں کے حسن کے قصّے مت سنو اور ان کاموں سے پرہیز کرو جن سے تمہیں ٹھوکر لگ سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ نجات بغیر نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور آپؐ کی ہدایات، نماز وغیرہ بجالانے کے نہیں مل سکتی۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سچے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ تمام دنیا کے لیے آیا ہے۔

انسان کا کام ہے کہ مانگنے سے رُکے نہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے اسی سے مانگتے چلے جانا چاہیے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی وہ ہیں جو نماز کھڑی کرتے ہیں اور کھڑی وہی چیز کی جاتی ہے جو گرنے کے لیے مستعد ہو۔ انسانی کوششیں بغیر خدا تعالیٰ کے فضل کے بے کار ہیں۔ اس لیے اُس رحیم وکریم نے فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو وہ تقویٰ کی راہ سے نماز کی اقامت میں کوشش کریں۔ پھر اگر وہ میرے

کلام پر ایمان لاتے ہیں تو مَیں انہیں ان کی کوشش اور سعی پر نہیں چھوڑوں گا بلکہ مَیں آپ ان کی دستگیری کروں گا۔ تب ان کی نماز ایک اَور رنگ پکڑ لے گی اور ایک اَور کیفیت اس میں پیدا ہو جائے گی جو ان کے خیال وگمان میں بھی نہ تھی۔

پھر ایسے ہی مالی عبادت بھی ہے۔ جس قدر انسان کر سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اپنے اموالِ مرغوبہ میں سے کچھ خدا کے لیے دے دے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ ہیں جو اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔

فرمایا کہ جو کچھ انسان کو ہر ایک قسم کی نعمت مثلاً اس کی جان اور صحت اور علم اور طاقت اور مال وغیرہ میں سے دیا گیا ہے اس کی نسبت انسان اپنی کوشش سے صرف وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تک اپنا اخلاص ظاہر کر سکتا ہے اور اس بڑھ کر بشری قوتیں طاقت نہیں رکھتیں۔

فرمایا: یہ احساس کہ یہ میری چیز ہے یہ بھی ایک مرض ہے۔ اگر تم ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھو گے تو یہ تقویٰ ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے کیونکہ نماز سب ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔

اس دین میں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ، راستباز، ابدال اور قطب گزرے ہیں۔ انہوں نے یہ مدارج اور مراتب کیونکر حاصل کیے؟ اسی نماز کے ذریعے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ پھر آپؑ نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک انسان اپنے اخلاقِ ردیّہ کو نہیں چھوڑتا اس وقت تک وہ ان اخلاق کے مقابل پر جو اخلاقِ فاضلہ ہیں ان کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دو ضدیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ آپؑ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سخت ترساں رہو، اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو، نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ جماعت میں اگر ایک آدمی گندا ہوتا ہے تو وہ سب کو گندا کر دیتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ہمیشہ دیکھنا چاہیے کہ ہم نے تقویٰ اور طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا

سے آزاد کر کے اُس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لیے راستہ مَخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لیے ایسی روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

فرمایا: یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے، وہ بڑی طاقتوں والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ اُس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہیے، پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو، کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے۔ اس میں سستی و غفلت اور عدمِ توجہ بہت برے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب انہیں مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو اس کو غور سے نہیں سنتے، تو انہیں بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجے کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

حضورِ انور نے فرمایا: پس ہمیں جلسہ کرانے کا تب ہی فائدہ ہو سکتا ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے عہدِ بیعت کی تجدید کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوں اور یہ عہد کریں کہ یہاں سے ہم نیکی اور تقویٰ پر عمل کرنے والے بن کر نکلیں گے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے لیے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے، یا کیسے ہی رُوبہ دنیا تھے، ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ: ان دنوں میں ذکرِ الٰہی پر بھی بہت زور دیں۔ اپنے لیے، جماعت کے لیے اور عالَم اسلام کے لیے بہت دعا کریں۔ پوری دنیا کے لیے بھی بہت دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی پہچان عطا کرے اور ہمیں بھی تبلیغ کے مقصد کو پورا کرنے اور تقویٰ پر چلتے ہوئے ان تک پیغام پہنچانے کی توفیق دے۔ آمین

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل (ضمیمہ) جلد 33 (خصوصی اشاعت) مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۶ء صفحہ ۴،۵)

مستورات سے خطاب

مؤرخہ 25 جولائی 2026ء بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

تمہارا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ تم نے توحید کو قائم کرنا ہے۔

احمدی عورت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اسلام کو ماننے والی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی ہے۔

جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب روایت مستورات سے خطاب فرمایا۔

مستورات سے خطاب کے لیے حضورِ انور 12 بج کر 7 منٹ پر والہانہ نعروں کی گونج میں جلسہ گاہ مستورات میں رونق افروز ہوئے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عنایت فرمایا۔ حضور انور کے کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرمہ نور عودہ صاحبہ کو سورۃ الاحزاب کی آیات 36 و37 کی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور مکرمہ قرۃ العین طاہر صاحبہ کو ان آیات کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد مکرمہ رمشا حسن صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے منظوم کلام میں سے منتخب اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوا:

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے

بعد ازاں تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کے نام پڑھے گئے۔

تعلیمی اعزازات کا اعلان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت موجودگی میں ڈاکٹر رابعہ احمد صاحبہ سیکرٹری امور طالبات لجنہ اماء اللہ یوکے نے تعلیمی میدان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کی فہرست پیش کی:

ساڑھے 12 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز منبر پر رونق افروز ہوئے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عطا فرما کر حضور انور نے خطاب کا آغاز فرمایا۔

خلاصہ خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

تشہد، تعوذ اور سورت فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ اس جلسہ میں شامل ہوئی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ احمدی عورتیں

دین سے رغبت رکھنے والی اور چاہتی ہیں کہ دینی علم کو بڑھائیں اور خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کریں، اس کی رضا حاصل کریں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد ہے اسے پورا کرنے والی بنیں۔

کل کی تقریر میں مَیں نے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسوں کے انعقاد کا مقصد زہد و تقویٰ پیدا کرنا اور اخلاقی حالتوں کو اعلیٰ معیار تک پہنچانا بتایا ہے۔ ہمیں ان دنوں میں بلکہ مستقل اور مسلسل کوشش کرنی ہے اور اس بات پر نظر رکھنی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ آپؑ کو اللہ نے تجدید دین کے لیے بھیجا ہے۔ پس یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب ہم آپؑ کی بیعت میں آکر اپنی دینی حالت سنوارنے کے لیے آپؑ کی نصائح پر عمل کرنے والے بنیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ کہ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس ہونا بد بخت نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا اور ان کے اخلاق اعلیٰ اخلاق ہوتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی چیز ہے جسے ہمیں سمجھنا چاہیے اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ

ہمارا بنیادی مقصد خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہمارا فعل اور ہماری ہر بات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو اور ہم اس کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میری باتوں کو پورے غور سے اور توجہ سے سنو کیونکہ مامور من اللہ کی باتوں کو غور سے سننا چاہیے اور جب تم انہیں غور سے سنو گے تبھی اس مقصد کو حاصل کر سکو گے جو بیعت میں آنے اور مامور کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک کرنے کا مقصد ہے۔ پس یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ تم نے ہر بات کو غور سے سننا ہے اور اس کو فکر سے سننا ہے کیونکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سمجھتے تو پھر یاد رکھیں کہ ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجے کا اور موثر کیوں نہ ہو، کچھ فائدہ نہیں۔

لوگ بعض دفعہ لوگوں کے بہکانے میں آجاتے ہیں ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور پھر جماعت پر اعتراض بھی شروع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض شروع ہو جاتا ہے۔

آپ لوگوں نے اپنے علم کو بڑھانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی باتوں کو غور سے سننا ہے تبھی ہم اپنی روحانی اور عملی حالتوں کو درست کر سکتے ہیں۔ اگر ہم صرف بیعت کر کے بیٹھ جائیں اور اپنا دینی

علم نہ بڑھائیں تو ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

آپؒ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے اس سلسلے کو کشف حقائق کے لیے قائم کیا۔ یعنی حقائق کو واضح کرنے کے لیے، ظاہر کرنے کے لیے اور حقیقتوں کو کھولنے کے لیے قائم کیا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعے اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو صرف باتیں نہ ہوں۔ اسلام پر اعتراض کرنے والے بہت سی باتیں کرتے ہیں اور عورتوں کو بھی اس سے واسطہ پڑتا ہے۔

اگر قرآن کریم کو غور سے پڑھتے ہیں تو سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ آج کل تو ہماری تفاسیر بھی ہیں۔ ان سے بھی بہت سارے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر بھی احسان کیا جو ان کے حالات بیان کیے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک ایسا علمی رنگ دیا ہے جو ہر دلیل سے پُر ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم ایسی وسیع تعلیم ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا لیکن شرط یہ ہے کہ صرف قرآن کریم کی تلاوت نہ کی جائے بلکہ اس کا ترجمہ بھی پڑھا جائے اور اس کی تفسیر پڑھنے کی طرف بھی توجہ کی جائے۔

آپؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم تو ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لیے ہمیں کسی مخالف کی مخالفت کی پرواہ نہیں ہے ہمیں بغیر کسی خوف اور ہچکچاہٹ کے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہماری تعلیم سب سے اعلیٰ تعلیم ہے۔

آج کل مغربی معاشرے میں رہ کر جوانی میں قدم رکھنے والی بہت سی بچیاں سوال کرتی ہیں کہ قرآن کریم پر یہ یہ اعتراض کیے جاتے ہیں۔ اگر خود بھی قرآن پڑھنے کی طرف توجہ ہو تو ان کو خود بھی جواب دے سکتی ہیں۔ اس کے بغیر عملی زندگی میں کوئی روشنی پیدا نہیں ہو سکتی۔

آپؒ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعے اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ قرآن کریم نے جو ہمیں تعلیم دی ہے اس کو اپنے عمل میں ڈھالیں اور اس کو سچا ثابت کریں۔ صرف قصّے سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ تعلیم سمجھ کر پڑھو اور اس پر غور کرو۔ عورتوں کو بھی اس زمانے میں تبلیغ کے لیے اسی طرح کوشش کرنی چاہیے جیسی مردوں کو کرنی چاہیے۔ یہی آجکل کا جہاد ہے۔

گذشتہ زمانے میں ہم حضرت عائشہؓ کی مثال دیتے ہیں۔ لوگ ان سے علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ بہت ساری قرآنی آیات کی تفسیر، ان کی وضاحت اور بہت ساری احادیث کی تفصیل صحابہؓ نے ان سے

سیکھی ہے۔ پس

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے علم میں اضافہ کریں اور صرف یہ نہ دیکھیں کہ ہر جواب مردوں کی طرف سے ملے گا بلکہ خود ان کو علم و عرفان میں اتنی ترقی کرنی چاہیے کہ وہ روحانی باتوں میں مردوں سے آگے نکلنے والی ہوں نہ یہ کہ صرف برابر ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایسا پیارا جملہ ہے کہ اگر یہی جملہ، یہی کلمہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیا جاتا تو وہ دین سے نہ بگڑتے۔ اگر تم نے دین پر قائم رہنا ہے تو پھر یاد رکھو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر غور کرو اور اسے سمجھو۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے صرف اس بات پر مغرور نہ ہو جاؤ کہ ہمیں انکار کرنے والوں کی نسبت سعادت مل گئی۔ سچ بات یہ ہے کہ تم اس چشمے کے قریب پہنچے ہو جو پانی کا چشمہ ہے۔

لیکن پانی پینا باقی ہے۔ پس پانی پینے کے لیے بھی خدا کا فضل اور کرم چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ملے تبھی یہ ہوتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سیر اب ہو کر پانی پینے کی توفیق دے، پانی پی کر سیر ہو جاؤ، اپنے علم کو بڑھاؤ، اپنی روحانیت کو بڑھاؤ۔

آج کل سوشل میڈیا ہے، بہت سارا پرنٹ میڈیا ہے۔ دین سے ہٹانے کے لیے اور شیطان کی طرف لے جانے کے لیے دوسری بے شمار ایسی چیزیں نکل آئی ہیں کہ جن کا پہلے تصور نہیں تھا۔ ایسے حالات میں ہمیں چاہیے کہ ہم پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو تربیت کے لیے بھیجا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ان کی باتیں سنیں اور پڑھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

تمہارا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ تم نے توحید کو قائم کرنا ہے۔ اور اس کو قائم کرنے کے لیے تمہاری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ تمہارے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو اور اس کا اقرار صرف زبانی اقرار نہ ہو بلکہ اس کے لیے عملی تصدیق لازمی ہے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے در پر گرے رہو۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرو۔ عبادتوں کے معیار اونچے کرنے سے مراد ہے کہ ہر جو دنیاوی رشتہ ہے اس سے بڑھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت عزیز ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا سب سے مقدّم ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ تم یہ حالت پیدا کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری راہنمائی بھی کرے گا اور مشکلات سے نجات بھی دے گا۔ تمہاری دعاؤں کو بھی سنے گا، تمہارے گھریلو مسائل بھی حل کرے گا اور تمہارے بچوں کی تربیت کی طرف سے جو تمہیں پریشانیاں ہیں ان کو بھی دور کر دے گا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عملی قدم اٹھانا پڑے گا اور اگر کوئی غلطیاں ماضی میں ہوئی ہیں تو ان سے سچی توبہ کرنی پڑے گی اور سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرنا پڑے گا اور جب یہ ہو گا تب ہی تم حقِ بیعت ادا کرنے والے ہو گے، تبھی تم نے جو عہد بیعت باندھا تھا اس کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اسی وقت ہوں گے جب تمہاری طرف سے مکمل طور پر اس کے حکموں کی پیروی بھی ہو گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ متقی ہو کیونکہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور مکرم ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے، اس میں مرد بھی شامل ہیں اور اس میں عورتیں بھی شامل ہیں یہ نہیں لکھا کہ یہ نصیحت صرف مردوں کے لیے ہے کہ وہ اس امر کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر اس سلسلے میں داخل ہوئے ہو تو ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔

اگر اس کے بعد ہماری عملی زندگی میں کوئی تبدیلیاں پیدا نہیں ہوئیں ہماری روحانی حالت، علمی حالت اور اخلاقی حالت میں بہتری پیدا نہیں ہوئی، اگر ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر رہے اور لوگوں سے ہمارا حسن سلوک اچھا نہیں ہے، ہمارے اخلاق ایسے نہیں ہیں کہ لوگ ہم سے خوش ہوں بلکہ خوش ہونے کے بجائے یہ ہو کہ لوگ ہم سے نالاں ہوں اور ہم سے خوف زدہ ہوں تو پھر ایسی بیعت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

دنیاوی علم کا حاصل کرنا ایک ضروری چیز ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ لیکن ایسا علم جو تمہیں خدا تعالیٰ سے دور کرنے والا ہو اس کو ہم نے حاصل نہیں کرنا، اس کے پیچھے نہیں چلنا، ایسے اعمال جو خدا تعالیٰ سے دور کرنے والے ہوں ان کے پیچھے ہم نے نہیں چلنا، ایسی سوسائٹی جو ہمیں خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہو اس میں ہم نے نہیں بیٹھنا۔ پس یہ ہماری سوچ ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حقیقی بندوں کو ایسے وقتوں میں جب تکلیفیں ہوتی ہیں، بچا لیتا ہے اور دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ آپؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ دشمن کے آگ میں ڈالنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ سے نکال لیا۔ حضرت نوحؑ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی کے ذریعہ طوفان سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے مثالیں اس لیے دی ہیں تا کہ تمہیں سمجھ آئے کہ یہ صرف پرانے قصّے نہیں بلکہ آج بھی خدا تعالیٰ زندہ ہے، آج بھی وہ اپنے نمونے دکھا سکتا ہے۔

آج بھی اگر تم اس کے ساتھ صحیح تعلق رکھو اور اس کا حق ادا کرنے والے ہو، اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے والے ہو اور حقوق العباد ادا کرنے والے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اب بھی اپنی قدرت کے نظارے دکھائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تم توبہ کرو اور اپنے دلوں کو پاک صاف رکھو تو تبھی تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنو گے، تبھی تم مصیبتوں سے نجات پانے والے بنو گے۔ یہ نہیں ہے کہ جب مصیبت کا وقت آ جائے تو پھر تم دعا کرو۔ بہت سارے لوگ مجھے بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے دعائیں کی۔ لیکن قبول نہیں ہوئیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ

مصیبت کے وقت جو دعائیں کرو گے، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے انہیں سن لے یا نہ سنے۔ لیکن مصیبت آنے سے پہلے دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا کرو، تبھی تم کامیاب ہو گے۔ تمہاری دعائیں جو تم نے عام اور اچھے حالات میں کی ہوں گی وہ تمہیں مصیبت سے بچانے والی ہوں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میں گذشتہ کئی سال سے بیان کر تا رہا ہوں کہ عورتوں کے اسلام میں کیا کیا حقوق ہیں۔ یہ حقوق تو آپ کے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دیے لیکن کچھ فرائض بھی ہیں جن کو آج بیان کر رہا ہوں۔ یہ فرائض آپ کریں گی تبھی آپ کے حق قائم ہوں گے۔ پس اس طرف بھی توجہ دیں۔

پھر آپؑ نے دعاؤں کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

دعائیں کرو، اپنے سجدوں میں دعائیں کرو۔ اپنے رکوع میں دعائیں کرو۔ عام حالات میں بھی اور مشکل حالات میں بھی دعا کرو۔ اور ہمیشہ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تُو بے نیاز ہے اور ہمیں پتا نہیں کہ کب کون سی مصیبت آنے والی ہے، اس لیے اے اللہ! ہمیں ہر مشکل سے بچا کر رکھ اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھ۔ جب یہ ہو گا تو پھر تم دیکھو گے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کام سنوارتا چلا جائے گا کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ کام کر رہے ہو

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اخلاق کو بھی درست کرو۔ زبان کو قابو میں رکھو۔ ہر شخص سے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ اور سخت زبانی کرنے والے سے بھی نرمی کا سلوک رکھو۔ لڑائی جھگڑوں سے پرہیز کرو۔ تکبر سے پرہیز کرو۔

یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ایسا کروگے تو خدا تعالیٰ ان کے بدلے میں تمہیں بھی اپنے قرب سے نوازے گا۔ آج کل کے معاشرے میں تمہارے گھروں میں بھی، بہوؤں اور ساسوں میں بھی اور دوسرے رشتوں میں بھی یہی باتیں ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے سے ذرا سا شکوہ پیدا ہو جائے تو پھر سخت الفاظ کہے جاتے ہیں یا کسی طرح تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہے تو یہ ایک مومن کا شیوہ نہیں ہے، اس سے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس سے تم بیعت کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

آپؑ نے فرمایا کہ جو لوگ کمزور ہیں، جو لوگ اعمال میں سست ہیں، جن میں اخلاقی کمزوریاں ہیں یا عملی کمزوریاں ہیں، ان سے بھی تمہارا حسنِ سلوک ہونا چاہیے، ان کی تربیت کی طرف تمہاری توجہ ہونی چاہیے۔ اور جب تم ایسا کروگے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنوگے۔

فرمایا کہ ہماری جماعت اگر عملی نمونہ نہیں دکھاتی تو اپنے عمل سے میری عدم ضرورت ثابت کرتے ہو۔ پھر بیعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ

اگر ایک حقیقی احمدی بننا ہے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا قرب پانے والا بنانا ہے تو پھر اپنی عبادتوں کے معیار اچھے کرنے پڑیں گے۔ اپنے اخلاق کے معیار بھی اچھے کرنے پڑیں گے اور اپنی عملی حالتوں کو بھی درست کرنا پڑے گا۔

فرمایا: ہماری زندگی عام دنیادار کی زندگی نہیں ہونی چاہیے۔ نِرا زبان سے یہ کہہ دینا کہ میں بیعت میں داخل ہو گیا ہوں اور عمل نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حقیقی مسلمان تو وہی ہے جس کا قول اور فعل سب برابر ہوں۔ یعنی ہم صرف یہ دیکھ کر متاثر نہ ہو جائیں کہ دنیادار ایسا کرتے ہیں بلکہ ہمارے مقاصد بہت اونچے ہیں۔ ہم نے دنیاداروں کی اصلاح کرنی ہے، ان کی تربیت کرنی ہے، ان کو صحیح راستے پر چلانا ہے۔ آج کل دنیا میں مذہب سے دوری پیدا ہو رہی ہے۔ ہم نے اپنی دعاؤں اور عمل سے دنیا کو بتانا ہے کہ حقیقت کیا ہے یہی کہ خدا کی طرف آؤ اسی میں تمہاری بقا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ

تم جو میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض اور مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہؓ نے کیا۔

قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا

تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔ چاہے وہ عورت ہے یا مرد ہے، بچہ ہے یا جوان ہے یا بوڑھا ہے، ہم میں سے ہر ایک کو یہ کوشش کرنی ہوگی کہ ہم اپنے عمل سے دین کی حقیقی تعلیم پر عمل کریں۔ ہم نے خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کرنی ہے اور اپنے اخلاق کو بلند کرنا ہے اور جب یہ ہوگا تبھی ہم حقیقت میں جماعت میں شامل ہونے کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔

پس آج آپ لوگوں نے عہد کرنا ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی ہے۔ اپنے آپ کو عہدِ بیعت کو پورا کرنے کا فہم و ادراک رکھنے والا بنانا ہے۔

جوں جوں ہم زمانۂ نبوت سے دور جا رہے ہیں کمزوریاں بھی بڑھتی جا رہی ہیں اور ان کمزوریوں کو دور کرنے اور خود بھی اللہ تعالیٰ کے قریب رہنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کے معیار بڑھائیں اور اپنے علمی معیار بھی بڑھائیں تا کہ اپنے بچوں اور نسلوں کے سوالوں کے جواب بھی دے سکیں اور تبلیغ کے میدان میں بھی اپنا کردار ادا کر سکیں۔

عورتوں کے حقوق کو اسلام کے علاوہ کسی اَور مذہب اور حکومت نے اتنا تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے تو ہمیں یہ کھول کر بیان کر دیا ہے کہ عورت پر کیا حقوق ہیں اور آپؑ نے کھول کر بیان کر دیا ہے کہ عورت کو اسلام نے کیا مقام دیا ہے۔ پس

احمدی عورت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اسلام کو ماننے والی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی ہے اور حقیقی اسلام کی خادمہ ہے۔ اس لیے اسے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

تبلیغ کے میدان میں بھی آپ نے آگے بڑھنا ہے اور اپنی نسلوں کو بھی آگے بڑھانا ہے تا کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو اس دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لیے ہم صحیح کردار ادا کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطاب کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل (ضمیمہ) جلد 33 (خصوصی اشاعت) مورخہ 25 جولائی 2026ء صفحہ 1 و 5 تا 7)

دوسرے روز کا خطاب

مؤرخہ 25 جولائی 2026ء بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز، بعد دوپہر کے اجلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ دورانِ سال جماعت احمدیہ پر ہونے والے افضال کی جھلک پیش فرماتے ہیں۔

اس اجلاس کی کارروائی کے لیے حضور انور فلک شگاف نعروں کی گونج میں 4 بج کر 10 منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہوئے۔

اجلاس کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم الحاج رشید خطاب صاحب نے سورۃ الصف کی آیات 7 تا 12 کی تلاوت کی۔ ان آیات کا اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مکرم حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ صاحب مربی سلسلہ نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم مصور احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوا:

اَے خدا اَے کارساز و عیب پوش و کردگار
اَے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

4 بج کر 25 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ منبر پر تشریف لائے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عنایت فرمانے کے بعد خطاب کا آغاز فرمایا اور گذشتہ سال میں جماعت احمدیہ پر ہونے والے افضال کا ذکر فرمایا۔

خلاصہ خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

تشہد، تعوذ اور سورت فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس وقت مَیں دورانِ سال جو اللہ تعالیٰ کے فضل جماعت احمدیہ پر ہوئے ہیں اُن کا مختصر خاکہ پیش کروں گا۔

نئی جماعتوں کا قیام

اس سال دنیا بھر میں پاکستان کے علاوہ جو نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں اُن کی تعداد 398 ہے۔ ان نئی جماعتوں کے علاوہ 811 نئے مقامات پر پہلی بار احمدیت کا پودا لگا ہے۔ بینن میں اس سال 86 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں، دوسرے نمبر پر کونگو برازاویل پھر لائبیریا اور اس طرح باقی ممالک ہیں۔

نئی مساجد کا قیام

اسی طرح دورانِ سال جو مساجد تعمیر ہوئی ہیں یا جماعت کو یہ مساجد عطا ہوئی ہیں اُن کی مجموعی تعداد 172 ہے۔ جن میں سے 133 نئی مساجد تعمیر ہوئی ہیں اور 39 بنی بنائی جماعت کو ملی ہیں۔

مشن ہاؤسز اور تبلیغی مراکز میں اضافہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دورانِ سال 41 ممالک میں 127 مشن ہاؤسز کا اضافہ ہوا ہے۔ اس میں پہلے نمبر پر کینیا ہے، پھر گھانا اور انڈونیشیا دوسرے نمبر پر ہیں۔ تیسرے نمبر پر نائیجر ہے۔ وقارِ عمل کے ذریعے کام کرنے کی وجہ سے اس سال جماعت کو تین ملین امریکی ڈالرز کی مالی بچت ہوئی ہے۔

وکالتِ اشاعت طباعت

وکالتِ اشاعت کی رپورٹ کے مطابق اس سال 37 زبانوں میں 353 مختلف کُتب، پمفلٹ، فولڈرز وغیرہ 16 لاکھ 89 ہزار سے زائد کی تعداد میں طبع ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کی تفاسیر میں حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر جو پہلے اردو میں 8 جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اس کا مکمل عربی ترجمہ پہلی مرتبہ شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح انگریزی تفسیر فائیو والیم کمنٹری (Volume 5 Commentary) بھی شائع ہوئی ہے، اس کی پہلی جلد کا عربی ترجمہ ری پرنٹ ہوا ہے۔

احادیث میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی شرح صحیح بخاری کی پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ دوبارہ شائع ہوا ہے۔ جلد دوم کا انگریزی ترجمہ پہلی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ یہ علم کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ احباب کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے تراجم میں 45 کُتب کے 18 زبانوں میں ترجمے ہوئے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی 11 کتب 6 زبانوں میں شائع ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کتاب ”تعمیر بیت اللہ کے 23 عظیم الشان مقاصد“ کا عربی ترجمہ پہلی بار شائع ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب Christianity—A Journey from Facts to Fiction کا بلغارین اور An Elementary Study of Islam کا ڈینش زبان میں پہلی بار ترجمہ شائع ہوا ہے۔

اسی طرح مختلف وقتوں میں جو مَیں سوالوں کے جواب دیتا رہا ہوں انہیں بھی کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے، اور انگریزی زبان میں بھی۔ اسی طرح بعض دوسرے لیکچرز جو ہیں ان کو بھی مختلف زبانوں بشمول فرانسیسی، عربی، جرمن، انڈونیشین وغیرہ میں شائع کیا گیا ہے۔

نظارت نشرو اشاعت قادیان

نظارت نشرو اشاعت قادیان نے بھارت کی مقامی 14 زبانوں میں اب تک قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان سے اس دفعہ ایک قرآن کریم کا فونٹ توحید نستعلیق تیار کیا گیا ہے، یہ پہلا نستعلیق فونٹ ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ تفسیرِ صغیر کا عربی متن خطِ منظور فونٹ میں، اردو متن اس نئے فونٹ میں تیار ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے بھارت کی علاقائی زبانوں میں بھی تراجم ہوئے ہیں۔

وکالتِ تصنیف یوکے

وکالت تصنیف یوکے نے ایک نئی زبان لیتھوینین میں قرآن کریم کا ترجمہ طبع کیا ہے۔ اب جماعت احمدیہ کی طرف سے مختلف زبانوں میں مطبوعہ تراجم قرآن کریم کی تعداد 79 ہو گئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب نجم الہدیٰ، خطبہ الہامیہ، کرامات الصادقین اور ملفوظات جلد پنجم کے انگریزی تراجم طبع ہوئے ہیں۔ براہینِ احمدیہ چار حصص کا انگریزی ترجمہ ایک جلد میں طبع ہوا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی کتب انقلابِ حقیقی، مطالبات تحریکِ جدید، عرفانِ الٰہی اور واقعات خلافتِ علوی کے انگریزی تراجم شائع ہوئے ہیں۔

جماعتوں میں ریجنل اور مرکزی لائبریریز کا قیام

دنیا کے 108 ممالک میں اب تک 732 لائبریریاں قائم ہو چکی ہیں۔

وکالتِ اشاعت ترسیل

دنیا بھر کی 22 زبانوں میں 116 رسائل و جرائد و اخبارات شائع ہو رہے ہیں۔

نمائشوں کا انعقاد

دنیا بھر میں 3688 نمائشوں کے ذریعے 10 لاکھ 7 ہزار سے زائد افراد تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچا ہے۔

رقیم پریس

رقیم پریس کے ذریعے شائع ہونے والی کتب کی تعداد 1 لاکھ 57 ہزار 240 ہے۔ رقیم پریس اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں کافی کام کر رہا ہے۔ افریقہ کے سات ممالک میں ہمارے پریس ہیں جہاں 7 لاکھ 60 ہزار کُتب، اور 82 لاکھ سے زائد اخبارات، رسائل و جرائد، اور تبلیغی و تربیتی لٹریچر شائع ہوا ہے۔

وکالتِ تعمیل و تنفیذ بھارت

کی رپورٹ کے مطابق مکان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے احاطہ میں ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر نمائش ”المجیب“ تیار کی گئی ہے۔ قادیان میں مرکزی ریسرچ سیل بورڈ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

عربی ڈیسک

کے تحت اب تک شائع ہونے والی کتب کی تعداد 200 ہو چکی ہے۔ ان میں روحانی خزائن کی جملہ اردو کُتب، ملفوظات کا مکمل سیٹ، حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کی دس جلدوں کا سیٹ اور دیگر 36 کتب کے تراجم شامل ہیں۔ دورانِ سال مجموعہ اشتہارات کی تینوں جلدیں اور دعوت الامیر کا عربی ترجمہ اور بعض دیگر تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔

بنگلہ ڈیسک

کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی 6 کتب کے تراجم چھپ چکے ہیں۔ میرے خطبات بھی انہوں نے شائع کیے ہیں۔

فرنچ ڈیسک

نے لیکچر لاہور کا فرانسیسی ترجمہ شائع کیا ہے۔

ٹرکش میں بھی تراجم کا کچھ کام ہو رہا ہے۔ سپینش ڈیسک نے دورانِ سال 6 کتب کے تراجم مکمل کیے ہیں۔ چینی ڈیسک نے حضرت مصلح موعودؓ کے 1944ء کے مذہبی کانفرنس کے لیکچر کا ترجمہ کیا ہے۔

لیف لیٹس اور فلائرز کی تقسیم

اس سال 120 ممالک میں مجموعی طور پر 78 لاکھ 66 ہزار سے زائد لیف لیٹس تقسیم ہوئے۔ جن کے ذریعے 3 کروڑ 92 لاکھ سے زائد افراد تک پیغام پہنچایا گیا۔

تحریکِ وقفِ نَو

میں شامل لڑکوں کی تعداد 50 ہزار 981 ہے اور لڑکیوں کی تعداد 36 ہزار 686 ہے۔ اس سال 74 ممالک سے 3116 والدین نے اپنے ہونے والے بچوں کو وقفِ نَو میں پیش کیا۔

ریویو آف ریلجنز

جس کا اجرا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا۔ یہ رسالہ اب اپنے 126 ویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ مختلف فورمز کے ذریعے انگریزی، جرمن، ہسپانوی اور فرانسیسی زبان میں کروڑوں لوگوں تک پیغام پہنچا رہا ہے۔ دوران سال اس کا ڈیجیٹل ایڈیشن بھی جاری کیا گیا۔

الفضل انٹرنیشنل

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی بڑی تعداد میں شائع ہو رہا ہے۔

ایم ٹی اے انٹرنیشنل

کے 16 شعبہ جات ہیں، کُل 568 کارکنان دن رات خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اس سال ایم ٹی اے افریقہ کے دس سال مکمل ہوئے ہیں۔ ان دس سالوں میں 7 ہزار سے زائد پروگرام تیار ہوئے جن کے ذریعے ہزاروں افراد اسلام احمدیت میں داخل ہوئے۔ افریقہ میں جماعت کے اپنے ریڈیو سٹیشنز کی تعداد 26 ہے۔

وائس آف اسلام ریڈیو، یوکے

کو بھی دس سال مکمل ہوگئے ہیں۔ اس وقت اس ریڈیو کی نشریات برطانیہ کے 13 شہروں میں براہ راست نشر ہو رہی ہیں۔ نیز آن لائن نشریات دنیا بھر میں سنی جاسکتی ہیں۔

الاسلام ویب سائٹ

پر حدیث سرچ انجن اور ایپ کا اجرا کیا گیا۔ قرآن سرچ انجن میں بہتری بھی لائی گئی ہے۔

الوصیت اور Ten conditions of Bai'at کی ایپس کا اضافہ ہوا ہے۔ 36 نئی انگریزی E Books کے اضافے سے کُل تعداد 360 ہوگئی ہے۔ الاسلام کی ٹیم بھی تقریباً ساری ہی، رضاکاروں پر مشتمل ہے اور بہت اچھا کام کر رہی ہے۔

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹیکٹس اینڈ انجینئرز (IAAAE)

نے اس سال 65 نلکے لگائے جس سے 2 لاکھ افراد مستفید ہوئے۔ اسی طرح ماڈل ویلیج قائم کیے گئے ہیں، سولر لگائے گئے ہیں۔

مجلس نصرت جہاں

کے تحت افریقہ کے 54 ممالک میں 41 کلینک اور ہسپتال قائم ہیں۔ گذشتہ سال پانچ لاکھ سے زائد مریضوں کو علاج معالجے کی سہولت مہیا کی گئی۔ افریقہ کے 13 ممالک میں ہمارے 620 پرائمری اور مڈل سکولز اور 80 سیکنڈری سکولز تعلیمی خدمت بجالا رہے ہیں۔

ہیومینٹی فرسٹ

کو 25 لاکھ سے زائد افراد کی مجموعی طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

رابطہ نومبائعین

دورانِ سال 95 ممالک میں کُل 54 ہزار 485 نَومبائعین سے رابطہ بحال ہوا۔

نئی بیعتوں کی تعداد

اس سال 2 لاکھ 67 ہزار 596 نئی بیعتیں ہوئی ہیں۔ الحمدللہ 132 ممالک میں تقریباً 670 سے زائد اقوام احمدیت میں داخل ہوئیں۔

ان میں سب سے پہلے نمبر پر نائجیریا ہے۔ پھر کونگو برازاویل ہے۔ پھر گنی بساؤ ہے۔ پھر کیمرون ہے۔ گنی کناکری، لائبیریا، کونگو کنساشا، گیمبیا، سینٹرل افریقن ریپبلک، سینیگال، سیرالیون، تنزانیہ، آئیوری کوسٹ، نائیجر، بینن، ٹوگو، کینیا، گھانا، یوگنڈا، ملاوی، مالی، برکینا فاسو، مڈغاسکر، چاڈ، زیمبیا، روانڈا، برونڈی، ایتھوپیا اور ساؤ تومے شامل ہیں۔ افریقہ کے دیگر ممالک میں سے صومالیہ اور زمبابوے، مایوٹ آئی لینڈ، مصر، سوازی لینڈ، لیسوتو، انگولا کیپ وردے، ساؤتھ افریقہ، نمیبیا وغیرہ شامل ہیں۔

ایشیا میں انڈونیشیا میں سب سے زیادہ بیعتیں ہیں۔ پھر انڈیا میں پھر بنگلہ دیش میں اور فلپائن میں۔ اس کے علاوہ ملائیشیا، تھائی لینڈ، قزاقستان، سری لنکا، کمبوڈیا، جاپان، سنگاپور وغیرہ میں شامل ہیں۔

یورپ میں جرمنی پہلے نمبر پہ ہے پھر فرانس پھر ہالینڈ، بیلجیم، سپین، ناروے، سربیا ہیں۔ اس کے علاوہ سوئٹزرلینڈ میں البانیہ میں آسٹریا میں فن لینڈ میں، رشیا میں، چیک ریپبلک اور مالٹا وغیرہ میں تھوڑی تعداد میں ہوئی ہیں۔

امریکن بلاک میں کینیڈا میں زیادہ بیعتیں ہیں۔ اس کے بعد امریکہ ہے۔ پیراگوئے، میکسیکو میں۔ بیلیز، میکسیکو، ہیٹی، گیانا، پورٹوریکو، برازیل، ایلسلواڈور، سرینام، پاناما، چلی، وینزویلا وغیرہ بھی شامل ہیں۔

براعظم آسٹریلیامیں سب سے پہلے آسٹریلیاہے، پھر فجی ہے اس کے بعد نیوزی لینڈ میں سالومن آئی لینڈ میں۔ وغیرہ

عرب ممالک میں بھی بیعتیں ہوئی ہیں۔ حضورِانور نے فرمایا کہ بیعتوں کے سلسلے میں بعض واقعات ہیں، یہ واقعات لوگوں کی دلچسپی کا زیادہ موجب ہوتے ہیں اس لیے مَیں بعض واقعات سنا دیتا ہوں۔

بیعتوں کے واقعات ریڈیو کے ذریعہ تبلیغ

لائبیریا کے امیر صاحب لکھتے ہیں مومی کاونٹی میں ایک چیف امام جماعت کے خلاف منفی تاثر رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ احمدیوں کا کلمہ مختلف ہے اور وہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہیں کرتے۔ ان کے علاقے میں ابھی تک تبلیغ نہیں ہو سکی تھی کیونکہ وہ بات سننے کے لیے تیار بھی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے امام صاحب کو ریڈیو سنتے ہوئے جماعت احمدیہ کا پروگرام سننے کا موقع مل گیا۔ اس وقت قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت خوبصورت اور مدلّل انداز میں اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی بیان کی جارہی تھی۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کو یہ پروگرام بہت اچھا لگا چنانچہ انہوں نے باقاعدگی سے جماعتی پروگرام سننا شروع کر دیے جس نے ان کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا۔ انہوں نے خود ہمارے مبلغ کو دعوت دی کہ جمعہ ان کی مسجد میں پڑھائیں اور لوگوں کو جماعتی عقائد کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ ہمارے مبلغ اپنی تبلیغی ٹیم کو لے کر ان کے گاؤں پہنچے اور پڑھایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق امام مہدی علیہ السلام کی آمد اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے بات کی۔ بعد ازاں امام صاحب نے کھڑے ہو کر جماعت میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ کیونکہ یہ اپنے علاقے کے چیف امام تھے۔ ان کے اثر کے وجہ سے مزید دو دیہات کے لوگ بھی ان کے ساتھ احمدیت میں داخل ہو گئے۔ یوں ایک دن میں تین دیہات میں احمدیت کا پودا لگا۔

خوابوں کے ذریعہ راہنمائی

چاڈ میں ہمارے معلم کہتے ہیں کہ وہ کافی عرصے سے اپنی بہن کو تبلیغ کر رہے تھے۔ جب بھی جماعت کا پیغام پہنچایا جاتا تو وہ یہ کہتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح راہ دکھا دے یا اللہ آپ لوگوں کو ہدایت دے دے۔ معلم صاحب کے اکثر خاندان والے جماعت کے مخالف ہیں۔ موصوفہ بیان کرتی ہے کہ چند دن پہلے میں دن کے وقت ذکر الٰہی میں مشغول تھی کہ میں نے کشفًا ایک بزرگ کو دیکھا اور ساتھ یہ آواز آئی کہ الامام حجۃ۔ جب میں اپنے بھائی کو گھر ملنے گئی تو اس کے موبائل میں میں نے تصویر دیکھی اور پوچھا یہ کون

ہے۔بھائی نے جواب دیا یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ میں نے بھائی کو بتایا کہ چند دن پہلے میں نے دن کے وقت کشفًا ان کو دیکھا تھا اور ساتھ یہ آواز بھی سنی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی کر دی ہے اس لیے میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوتی ہوں۔

شمالی کیمرون کا ایک شہر ہے مرواـ صدر صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہاں معلم ابو بکر صاحب بچوں کو قرآن شریف اور دینی معلومات پڑھاتے تھے اور خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام بھی یاد کرواتے تھے۔ایک غیر احمدی بچے نے بھی یہ نام یاد کر لیے۔ ایک دن وہ بچہ اپنے گھر میں زور زور سے خلفائے احمدیت کے نام پڑھنے لگا۔ اس کے والد عثمان محمد صاحب نے جب اس کو میرا نام دہراتے سنا تو چونک گئے اور پوچھا کہ یہ کیا پڑھ رہے ہو۔ بچے نے کہا کہ ہمیں مسجد میں یہ نام سکھائے گئے ہیں۔ بچے کے والد ہمارے صدر صاحب کے پاس گئے اور اس نام کے بارے میں پوچھا صدر نے بتایا کہ معلم صاحب بچوں کو دینی معلومات پڑھاتے ہیں اور ہم احمدی ہیں اور ہمارے موجودہ امام مرزا مسرور احمد صاحب ہیں۔ اس پر عثمان صاحب نے بتایا کہ مجھے خواب میں یہ نام مسرور احمد سنایا گیا تھا۔ مجھے آواز آئی کہ مسرور احمد کی اطاعت کرو اور ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کہ یہ کون ہے۔ آج جب میں نے اپنے بچے سے یہ نام سنا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔اس کے بعد عثمان صاحب نے معلم ابو بکر سے رابطہ رکھا، سوال و جواب ہوئے، کتب کا بھی مطالعہ کیا اور مطمئن ہونے کے بعد بیعت کر لی۔

احمدیوں کے اچھے نمونے سے تبلیغ

مایوٹ آئی لینڈ کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک خاتون ایک عرصے سے زیرِ تبلیغ تھیں مگر قبول احمدیت سے ہچکچاہٹ کا شکار تھیں۔ ہمارے ممبران صبر اور اخلاص کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ایک اجتماع میں شرکت کی دعوت دی تو پہلے انہوں نے دعوت قبول نہ کی تاہم بعد میں اجتماع میں شامل ہوئیں۔ اجتماع میں بھائی چارے کی فضا، جماعت کی محبت بھری اپنائیت اور مقررین کی تقاریر سے نہایت متاثر ہوئیں۔ اگلے ہی دن انہوں نے ہم سے رابطہ کیا اور بیعت کر کے اسلام احمدیت میں شامل ہو گئیں۔

مخالفین کی قبول احمدیت

کانگو کنشاسا سے لوکل مشنری کہتے ہیں کہ ایک سنی امام نے انہیں ٹیلی فون کیا کہ ریڈیو پر آپ کے مسیح کی آمد کے حوالے سے گفتگو سنی جس میں آپ نے مرزا غلام احمدؑ کو اس زمانے کے مسیح کے طور پر پیش کیا اور

اس بات نے میرے دل میں بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ میں اس وقت بیمار ہوں، آپ میرے پاس آئیں ایسا نہ ہو کہ میں شکوک وشبہات کے ساتھ ہی وفات پا جاؤں۔ لوکل مشنری صاحب ان کے پاس گئے گفتگو ہوئی تو موصوف نے جماعت کا پیغام قبول کر لیا اور اظہار کیا کہ آج سے وہ اس پیغام کو اپنے مقتدیوں میں بھی پھیلائیں گے۔ اور مزید کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس مخالفت کی معافی چاہتا ہوں جو اس سے قبل حضرت مرزا غلام احمدؑ کے بارے میں کرتا رہا۔

احمدیوں کا حسن سلوک

صدر جماعت زمبابوے لکھتے ہیں یہاں ایک دوست نے بیعت کی۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل وہ منشیات کا استعمال کرتے تھے۔ ان حالات میں بھی منشیات لینے کے باوجود ہمارے دو ممبران ان سے رابطہ میں تھے اور ان کو جماعت کے پروگرام میں مدعو کرتے تھے اور کبھی نماز جمعہ کے لیے لاتے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد اس نے کہا کہ مجھے جس چیز نے احمدی بنایا ہے وہ احمدیوں کا حسنِ سلوک ہے۔

نماز جمعہ کی ادائیگی

سینٹرل افریقہ سے ایک نومبائع ہیں، کہتے ہیں میں اپنے دوست کے ساتھ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جا رہا تھا کہ ایک مسجد کے پاس سے گزر ہوا تو میں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہی قریبی مسجد ہے ہم گزر رہے ہیں یہاں جمعہ ادا کر لیتے ہیں میرا دوست کہنے لگا کہ نہیں یہ احمدیوں کی مسجد ہے ان کا اسلام اور ہے جبکہ ہمارا اور۔ لیکن میرے دل میں اس کی بات کھٹکی اور تجسّس پیدا ہو گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مختلف اسلام کیسے؟ چنانچہ اگلا جمعہ کہتے ہیں میں نے احمدیوں کی مسجد میں ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ مسجد داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی اذان ہے وہی نماز ہے اور مزید یہ ہے کہ یہاں خطبہ بھی سہل انداز میں تھا لہذا میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گیا اور اللہ کے فضل سے بڑے باقاعدہ نمازی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس پڑھتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں: باز آ جاؤ اور اس قہر سے ڈرو اور یقیناً سمجھو کہ تم اپنے مفسدانہ حرکات پر مہر لگا چکے ہو اگر خدا تمہارے ساتھ ہوتا تو اس قدر فریبوں کی تمہیں کچھ بھی حاجت نہ ہوتی۔ تم میں سے صرف ایک شخص کی دعا ہی مجھے نابود کر دیتی مگر تم میں سے کسی کی دعا بھی آسمان پر نہ چڑھ سکی بلکہ دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ دن بدن تمہارا ہی خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم گھٹتے جاتے ہو اور ہم بڑھتے جاتے ہیں اگر تمہارا قدم کسی سچائی پر

ہوتا تو کیا اس مقابلے میں تمہارا انجام ایسا ہوتا۔

آپؑ فرماتے ہیں: اے نادان قوم! یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے تم خدا سے مت لڑو تم اس کو نابود نہیں کر سکتے اس کا ہمیشہ بول بالا ہے اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلے کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لیے پیدا ہوا اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہو گئی ہو اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔

خدا کرے کہ دنیا اور خاص طور پر مسلمان دنیا اس پیغام کو سمجھے اور اس ہاتھ پر اکٹھا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرونے کے لیے بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی غلامی میں لانے کے لیے بھیجا ہے حقیقی غلامی میں لانے کے لیے بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل (ضمیمہ) جلد 33 (خصوصی اشاعت) مورخہ 25 جولائی 2026ء صفحہ 1 تا 4)

تیسرے روز کا خطاب / اختتامی خطاب

مورخہ 26 جولائی 2026ء بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

جلسہ سالانہ کے تیسرے اور آخری دن حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اختتامی اجلاس سے پُر معارف خطاب فرمایا۔ اختتامی خطاب کے لیے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ 4 بج کر 12 منٹ کے قریب نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔

اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مولانا فیروز عالم صاحب کو سورۃ النور کی آیات 52 تا 57 کی تلاوت اور تفسیر صغیر سے ان کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت ملی۔ اس کے بعد حضور انور کی اجازت سے محترم امیر صاحب یوکے نے جلسہ سالانہ کی مناسبت سے شاہ چارلس سوم کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔

شاہ چارلس سوم کے پیغام کا خلاصہ درج ذیل ہے:

بادشاہ نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے اپنے جلسہ سالانہ کے حوالے سے انہیں خط لکھا۔ یہ اجتماع 24 سے 26 جولائی 2026ء تک حدیقۃ المہدی، اوکلینڈز فارم، آلٹن میں منعقد ہو رہا ہے۔

بادشاہ آپ کے اس جذبے کو بہت سراہتے ہیں کہ آپ نے انہیں یہ خط لکھنے کی زحمت کی۔ میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ بادشاہ کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس سال جلسہ سالانہ کو ساٹھ سال مکمل ہو رہے ہیں، جس میں آپ کی جماعت کے افراد دنیا بھر سے ایک جگہ اکٹھا ہوتے ہیں۔

بادشاہ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ جلسہ میں شریک ہونے والے تمام افراد تک ان کی جانب سے نیک تمنائیں اور دلی دعائیں پہنچا دیں۔

(یہ پیغام شاہی مراسلات کے سربراہ کی طرف سے موصول ہوا ہے)

اس کے بعد فرج عودہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جس کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوا:

بِكَ الْحَوْلُ يَا قَيُّوْمُ يَا مَنْبَعَ الْهُدٰى
فَوَفِّقْ لِيْ أَنْ أُثْنِيْ عَلَيْهِ وَأَحْمَدَا

ان اشعار کا اردو ترجمہ مکرم میر انجم پرویز صاحب مربی سلسلہ نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم مرتضیٰ منان صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منظوم کلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

میں سے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھے۔

تعلیمی اعزازات کا اعلان

اس کے بعد مکرم نیشنل سیکرٹری صاحب تعلیم جماعت احمدیہ یوکے نے تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کے نام پڑھ کر سنائے۔ محترم سیکرٹری صاحب تعلیم نے کہا کہ 239 درخواستیں موصول ہوئیں۔ 99 لجنہ کے لیے منظور ہوئیں اور 60 مردوں کے ایوارڈ کے لیے معیاری قرار پائیں۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب یوکے نے احمدیہ مسلم انعام برائے امن کا اعلان فرمایا۔ 2026ء کے

لیے تھائی لینڈ کے Sompop Jantraka اس انعام کے حقدار قرار پائے ہیں۔ انہیں یہ انعام شمالی تھائی لینڈ میں انسانی اسمگلنگ کے خطرات سے دوچار بچوں، خصوصاً بے وطن قبائلی بچیوں کے تحفظ کے لیے کاوشوں کے اعتراف میں دیا جارہا ہے۔

4 بج کر 47 منٹ پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز منبر پر تشریف لائے اور تمام حاضرین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عطا فرما کر جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء کے اختتامی خطاب کا آغاز فرمایا۔

خلاصہ خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے ہمیں اِس زمانے میں پیدا کیا ہے جب آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق مسیح و مہدیؑ کو اسلام کی تعلیم دنیا میں پھیلانے کے لیے بھیجا۔ اس آنے والے مسیح و مہدیؑ نے اپنی بھرپور کوشش سے ایک ایسی جماعت تیار کرنی تھی جس کا ہر فرد کامل موٴحد اور شرک کے خاتمے کے لیے نہ صرف اپنی ذات میں کوشش کرے بلکہ دنیا کو بھی خدائے واحد کے جھنڈے تلے لانے کے لیے کوشاں رہے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے اس مقصد کے لیے ایک پاک جماعت کا قیام فرمایا اور بعض شرائط پر جن کی تعداد دس ہے، اپنے ماننے والوں سے بیعت لی۔ یہی بیعت کے الفاظ ہم جماعت میں داخل ہوتے ہوئے دہراتے ہیں۔

آپؑ نے جو بیعت لی وہ ان باتوں پر لی کہ جب تک مَیں قبر میں داخل نہ ہو جاؤں شرک کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ جھوٹ، زنا، بدنظری، فسق و فجور، ظلم، خیانت، فساد اور بغاوت سے بچوں گا۔ نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوں گا۔ روحانیت میں ترقی کے لیے پنجوقتہ نمازوں کا ہی پابند نہیں رہوں گا بلکہ نمازِ تہجد بھی ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ نبی کریم ﷺ پر درود بھی بھیجوں گا، روزانہ اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد رکھوں گا، اس کی حمد کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً نفسانی جوشوں سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ بدرسومات، ہوا و ہوس سے باز رہوں گا۔ تکبر سے بچوں گا، عاجزی، خوش خلقی، حلیمی اور مسکینی اختیار کروں گا اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان، مال، عزت اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھوں گا۔ حضرت مسیح موعودؑ جو بھی فیصلہ کریں گے اس کو دل سے مانوں گا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

یہاں خلافت کی بھی کامل اطاعت ہے کیونکہ خلافت بھی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح

موعودؑ کے کاموں کو ہی آگے بڑھانے کے لیے ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مضمون مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اور یہ کتابی صورت میں شائع بھی ہو چکے ہیں لیکن اس مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر آج مَیں پھر اس حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

پہلی شرط بیعت میں شرک سے مجتنب رہنے کا ذکر ہے۔ اس حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ انسانی پیدائش کی اصل غرض اور مقصد یہی ہے کہ وہ خدا کے لیے ہو جائے... گناہ اگرچہ بہت ہیں اور ان کے بہت سے شعبے اور شاخیں ہیں... لیکن عظیم الشان گناہ... شرک ہے۔ جوں جوں بد قسمت انسان اس (شرک) میں مبتلا ہوتا ہے اسی قدر اپنے اصل مدعا سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ گرتے گرتے ایک سِفلی جگہ پر جا گرتا ہے جو مصائب اور مشکلات اور ہر قسم کی مصیبتوں اور دکھوں کا گھر ہے جسے جہنم بھی کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ بھی جب بیعت لیا کرتے تو شرک سے بکلّی بچنے پر بیعت لیتے۔ پس ہمیں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو ہمیں ہمارے عہدِ بیعت سے ہٹانے والی ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو، نہ سورج نہ چاند، نہ آسمان کے ستارے، نہ ہوا، نہ آگ، نہ پانی، نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ان پر ایسا بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

شرک کی نفی میں سورۃ الاخلاص کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ **یہ چھوٹی سی سورت ہے اور اس نے بڑی لطافت سے ہر قسم کے شرک سے انسان کو دُور کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوبصورتی کو منزّہ کر دیا ہے۔**

جب آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو سورج کو گرہن لگا۔ لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے گرہن لگا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں، یہ دونوں کسی کی زندگی یا موت کی وجہ سے نہیں گہناتے۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ

شرک تین قسم کے ہیں اوّل یہ کہ عام طور پر بت پرستی ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اسباب پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا جائے۔ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سامنے اپنے وجود کو بھی کوئی شے سمجھنا۔

مادی ترقی کے زمانے میں شرک فی الاسباب بہت بڑھ گیا ہے۔ فرمایا لا الٰہ الّا اللّٰہ یہ توحید کا کلمہ ہے اس کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت اور سچی فرمانبرادی کے لائق نہیں۔ آنحضرت ﷺ اُن

ہدایات کو خدا سے پا کر مخلوق کو پہنچانے والے ہیں اور جو کچھ اُدھر سے آتا ہے وہ اسی راہ سے آتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہمیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر کام کرتے ہوئے، ہر لفظ بولتے ہوئے ہمیں ہمیشہ یہ خیال رہے کہ یہ لفظ ہمیں خدا سے دُور لے جانے والا اور شیطان کے قریب کرنے والا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ ہے کہ وہ آپؑ کو فتوحات دے گا اور ضرور دے گا، مگر ہمیں بھی چاہیے کہ اگر ہم نے ان فتوحات کا حصّہ بننا ہے تو ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے والے بنیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

اے احمدی قوم! خدا ہمارا رشتہ دار نہیں ہے۔ شرک سے پرہیز کرو اور عبادت کرو تا خدا تمہارا نگہبان ہو جائے۔ دیکھو! خدا نے نوحؑ کے بیٹے تک کی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ ایسا کام کرو کہ احمدی ہونے کے لائق ثابت ہو جاؤ۔

حضرت لقمانؑ نے بھی اپنے بیٹے کو **شرک خفی** سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ حضورِ انور نے مسلمانوں کی عملی حالت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ تو پڑھتے ہیں مگر شرک کی مختلف حالتوں میں گرفتار ہیں۔

شرک کی ایک قسم جھوٹ کا استعمال ہے۔ آج لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ کے بِنا گزارہ نہیں۔ حضورِ انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقدمہ ڈاک خانہ کا حوالہ دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سچ بول کر بچنا ممکن نہیں مگر مَیں نے سچ بولا اور مجھے خدا نے بچایا۔

حضورِ انور نے فرمایا آج کل بہت سے معاملے آتے ہیں جہاں جھوٹ بولا گیا ہوتا ہے، ہمیں اس سے بچنا ہو گا۔ اگر دیکھا جائے تو جھوٹ فطرت کے خلاف ہے۔ مگر آج کل دنیا کے سیاسی حالات بتا رہے ہیں کہ کس کس طرح جھوٹ بولا جاتا ہے، ملکوں کے ملک اکٹھے ہو کر دوسرے کے خلاف جھوٹ پر بنیاد رکھ کر چڑھائی کرتے ہیں۔ پس آج اگر ہم نے اپنی بیعت کا حق ادا کرنا ہے اور دنیا میں انقلاب لانا ہے تو احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جھوٹ کے خلاف جہاد کریں۔

پھر ایک برائی بد نظری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اگر میری بیعت کی ہے تو کسی کو غلط نظر سے نہ دیکھو۔ بد نظری نہ کرو۔ قرآن کریم عیسائیوں کی تعلیم کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بد نظر سے عورت کو نہ دیکھو بلکہ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ نہ تو شہوت کی نظر سے اور نہ ہی بغیر شہوت کی نظر سے بیگانہ عورت کے منہ پر نظر ڈال اور نہ اُن کی ایسی باتیں جو نرم مزاجی کی باتیں ہوں، جو خیالات کو غلط طرف لے جانے والی باتیں ہوں، ایسی باتیں سنو۔ تب ہی تم ٹھوکر سے بچ سکو گے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج کل کے معاشرے میں یہی برائیاں ہیں جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ

برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور گھر بھی ٹوٹتے ہیں۔ آج کل تو ترقی یافتہ ممالک میں پڑھی لکھی عورتوں میں بھی یہ شعور پیدا ہو گیا ہے اور وہ بھی شور مچا رہی ہیں کہ ہماری عزتوں کی حفاظت کے لیے کوئی قانون بننا چاہیے۔ پس احمدیوں کا فرض ہے کہ ان برائیوں کے خلاف جہاد کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ **پاک دامن رہنے کے لیے پانچ باتیں ہیں۔**

نمبر ایک: اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچاؤ۔ نمبر دو: کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچاؤ۔ نامحرموں کے قصّے نہ سنو۔ ایسی تمام تقریبات اور مواقع جہاں بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ پانچویں بات نوجوانوں کے لیے یہ ہے کہ اگر نکاح اور شادی میں کوئی دقّت ہے تو روزہ رکھیں۔

پھر ایک برائی فساد اور فسق و فجور ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں جہاں تم ایسی مجالس دیکھو جہاں فسق و فجور ہو وہاں سے اٹھ جایا کرو۔ حکومت کے خلاف جو بغاوت ہو اس سے بھی آپؑ نے منع فرمایا۔ ظلم سے بچنے کی تلقین بھی فرمائی۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے **فرائض نمازوں کے علاوہ تہجد اور نوافل کی طرف توجہ دلائی ہے۔** حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے نزدیک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مَیں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

اسی طرح **آپ نے تسبیح و تحمید کی تلقین بھی فرمائی ہے۔** حدیث میں آتا ہے کہ ہر اہم کام جس کو حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

اسی طرح **شکر کی طرف بہت توجہ دینے** کی ضرورت ہے۔ درود شریف کو آپ اپنی زندگیوں کا حصّہ بنالیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔

اسی طرح **توبہ و استغفار کی طرف بھی بہت توجہ** کی ضرورت ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو توبہ و استغفار کو لازم کرے گا اللہ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادے گا اور ہر غم سے کشائش دے گا اور ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔

خلق اللہ سے حسنِ سلوک بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ دیکھو! وہ جماعت ،جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کریں اور کمزوروں اور غریبوں کو حقارت اور نفرت سے دیکھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ چند باتیں ہیں جو مَیں نے بیان کی ہیں۔ اگر ہم اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے، بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے ان شرائطِ بیعت پر مکمل عمل کریں تو ہم نہ صرف اپنے

اندر پاک معاشرہ پیدا کرنے والے ہوں گے بلکہ اسلام کے حقیقی پیغام کو دنیا میں پھیلانے والے، مسلمانوں اور غیر مسلموں بلکہ دہریوں اور اسلام مخالف لوگوں میں بھی ایسی تعلیم پھیلانے والے ہوں گے جو بہر حال ایک دن انہیں سوچنے پر مجبور کرے گی کہ احمدی ہی وہ لوگ ہیں جو دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرنے کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی قدریں بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

آج کل دجالی طاقتیں اپنی پوری کوشش کر رہی ہیں کہ دنیا سے خدا کے نام کو مٹایا جائے، دنیا میں فساد پیدا کیا جائے۔ ایسے میں ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ حقِ بیعت ادا کرتے ہوئے، جہاد کرتے ہوئے، خدا سے اس کا فضل مانگتے ہوئے، ان کی دجالی چالوں کو ناکام کرتے ہوئے اپنی پوری کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دعاؤں میں ساری دنیا کی امن و سلامتی اور مسلمانوں کی بقا اور سلامتی کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہر احمدی دنیا میں خدائے واحد کی حکومت قائم کرنے اور امن و سلامتی پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرنے والا بن جائے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل (ضمیمہ) جلد 33 (خصوصی اشاعت) مورخہ 26 جولائی 2026ء صفحہ 1 تا 4)

جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء کے تینوں دنوں کی مختصر روداد

منعقدہ 24 تا 26 جولائی 2026ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن ہمپشائر، یوکے

بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل

پہلا روز جلسہ سالانہ مورخہ 24 جولائی 2026ء

جلسہ سالانہ کے پہلے دن کا آغاز صبح سوا تین بجے نماز تہجد سے ہوا جو مکرم حافظ طیب احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے پڑھائی۔ صبح چار بج کر 22 منٹ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ میں رونق افروز ہو کر نمازِ فجر پڑھائی۔ حضورِ انور نے نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں سورت بنی اسرائیل کی آیات 79 تا 85 کی تلاوت فرمائی جبکہ دوسری رکعت میں سورۃ الکہف کی ابتدائی گیارہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ نماز فجر کے بعد مکرم میر انجم پرویز صاحب مربی سلسلہ عربی ڈیسک یوکے نے قولِ سدید کے موضوع پر درس قرآن دیا۔

نماز فجر کے بعد مہمانانِ کرام کو گرم چائے کے ساتھ اُبلے انڈے بھی پیش کیے گئے۔ جبکہ باقاعدہ ناشتے کا انتظام صبح آٹھ بجے کیا گیا تھا۔ ناشتے میں مہمانانِ کرام اور ڈیوٹی دہندگان کو مزید ارچنے، روٹی، سیریل، مکھن، جام اور ڈبل روٹی پیش کی گئی۔ نیز ٹی سٹال پر چائے کا انتظام تھا جس میں چینی اور بغیر چینی ہر دو طرح کی چائے مہیا کی گئی تھی۔

گذشتہ ایک ماہ سے برطانیہ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے گرمی کی لہر میں آج کچھ کمی رہی۔ دھوپ کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً بادلوں نے سایہ کیے رکھا اور ہلکی ٹھنڈی ہوا بھی چلتی رہی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان بڑی تعداد میں روحانی مائدہ سے فیض یاب ہونے اور اپنے پیارے امام کے دیدار کے لیے جلسہ گاہ پہنچتے رہے۔ احباب اپنی گاڑیوں اور پبلک ٹرانسپورٹ کے ذریعہ حدیقۃ المہدی پہنچتے رہے۔ ٹرین کے ذریعہ تشریف لانے والے احباب کو Alton اور حدیقۃ المہدی کے درمیان جاری کردہ ایک شٹل سروس کے ذریعے جلسہ گاہ پہنچایا جاتا رہا نیز بیت الفتوح سے بھی خصوصی شٹل سروس کا انتظام تھا جو مہمانان کو جلسہ گاہ لے کر آتی رہی۔ مسیح وقت کے غلاموں کی خوشی اور جوش و خروش دیدنی تھا۔ گویا

اَج ویکھو چھایا نُور اے　　　اَج ہر بندہ مسرور اے

حضور انور نے خطبہ جمعہ جلسہ گاہ سے ارشاد فرمایا جس میں حضورِ انور نے سیرت حضرت مسیح موعودؑ کی

روشنی میں کارکنان اور مہمانوں کو زرّیں نصائح فرمائیں۔ حضور انور نے سنت نبوی ﷺ کی اتباع میں نمازجمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ جبکہ دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرمائی۔ حضورِ انور نے نمازِ جمعہ کے ساتھ نمازِ عصر بھی جمع کر کے پڑھائی۔ نمازِ جمعہ کے آغاز سے قبل ہی مین مارکی اور اضافی مارکی بھی بھر چکی تھی اور ایک بڑی تعداد نے باہر کھلے آسمان تلے حضور انور کا خطبہ جمعہ سنا اور نمازیں ادا کی۔

نمازوں کے بعد کھانے کی مارکی میں طعام کا انتظام تھا، کھانے میں دال، روٹی اور چاول پیش کیے گئے۔ پرہیزی کھانے میں مہمانوں کے لیے pasta کا بھی انتظام تھا۔ جلسہ گاہ میں چائے کے لیے الگ حصہ مختص تھا۔ سارا دن احباب کی کثیر تعداد نے چائے کے سٹال کا رُخ کیا جہاں چائے سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ میل ملاقات اور باہمی گفتگو بھی ہوتی رہی۔

60ویں جلسہ سالانہ یوکے کا باقاعدہ آغاز تقریب پرچم کشائی اور اس کے بعد افتتاحی اجلاس سے ہوا۔ عاشقانِ خلافت اپنے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ حضورِ انور 4 بج کر 31 منٹ پر لوائے احمدیت لہرانے کے لیے تشریف لائے اور نعرہ ہائے تکبیر کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں لوائے احمدیت کو بلند کیا۔ جلسہ گاہ کی نظامت سے موصولہ رپورٹ کے مطابق لوائے احمدیت کی تقریب تک 97 ممالک کے احباب جلسہ میں شامل تھے جن کی نمائندگی میں ان تمام ممالک کے پرچم جلسہ گاہ میں لہرائے گئے تھے۔ پرچم کشائی کے بعد حضورِ انور چار بج کر 35 منٹ پر نعروں کی گونج میں مردانہ جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے اور کرسئ صدارت پر فروکش ہوئے۔ حضورِ انور نے احباب جماعت کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عنایت فرمایا جس کے بعد افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔

جلسہ سالانہ کے افتتاحی سیشن کا آغاز سورۃ البقرہ کی ابتدائی 8 آیات کی تلاوت سے ہوا۔ مکرم احسان احمد صاحب مربی سلسلہ کو تلاوت قرآن کریم اور اس کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم عبدالحئی سرمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ یوکے نے حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں مکرم فارس نعیم صاحب متعلم جامعہ احمدیہ یوکے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم فارسی کلام سے منتخب اشعار پیش کیے جبکہ مکرم

کاشف علی صاحب مربی سلسلہ و انچارج فارسی ڈیسک یوکے نے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔

اس کے بعد حضور انور نے پُر شوکت اور بصیرت افروز افتتاحی خطاب فرمایا جس کا مرکزی موضوع ’تقویٰ‘ تھا۔

شام ساڑھے 7 بجے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ گاہ کے کچھ حصوں بشمول بک سٹال و ایم ٹی اے مارکی کا دورہ فرمایا۔ اس دوران احباب جماعت اپنے آقا کو دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آئے اور نعرے بلند کر کے خلافت احمدیہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔

ہر سال کی طرح امسال بھی نمائش مارکی میں مختلف ادارہ جات کی طرف سے نمائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس میں الفضل انٹرنیشنل، ہیومینٹی فرسٹ، مخزن تصاویر، ہیومن رائٹس ڈیسک، مرکزی شعبہ تاریخ، جامعہ احمدیہ یوکے اور دیگر ادارہ جات شامل تھے۔ ان نمائشوں کی تفصیل الفضل کے جلسہ سالانہ کے حوالے سے شائع ہونے والی خصوصی اشاعت میں پڑھی جاسکتی ہے۔

شام کے کھانے میں روایتی آلو گوشت، دال اور لنگر کی لذیذ روٹی مہمانوں کی خدمت میں پیش کی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ جلسہ سالانہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد دوران سال اس جہان فانی سے کوچ کر جانے والے افراد کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہے۔ چنانچہ حضورؑ کے اس ارشاد کی تعمیل میں نماز مغرب سے قبل جلسہ گاہ کے سٹیج سے ان احباب جماعت کے نام پڑھ کر سنائے گئے جو دوران سال وفات پا گئے۔

حضور انور نے سوا نو بجے کے قریب مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ نماز مغرب کی پہلی رکعت میں سورۃ الفیل اور دوسری رکعت میں سورۃ قریش کی تلاوت فرمائی جبکہ نماز عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ الضحیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ التین کی تلاوت فرمائی۔ اس طرح جلسہ سالانہ برطانیہ کا پہلا روز کامیابی کے ساتھ اپنے بابرکت اختتام کو پہنچا۔

دوسرا روز جلسہ سالانہ مورخہ 25 جولائی 2026ء

جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کا آغاز صبح سوا تین بجے نماز تہجد سے ہوا جو مکرم حافظ راحت احمد چیمہ صاحب نے پڑھائی۔ چار بج کر 20 / منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ میں نمازِ فجر پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی ابتدائی آٹھ آیات اور دوسری رکعت میں سورۃ البقرہ کی آیات نو تا سترہ کی تلاوت فرمائی۔ نماز فجر کے بعد مکرم محمود احمد طلحہ صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے ”مسلمان وہ ہے جس

کے ہاتھ زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں" کے موضوع پر درس دیا۔

صبح آٹھ بجے ناشتے کا انتظام کیا گیا تھا۔ ناشتے میں مہمانانِ کرام اور ڈیوٹی کنندگان کو چنے، روٹی، سیریل، مکھن، جام اور ڈبل روٹی پیش کی گئی۔

کل کے ٹھنڈے موسم کے مقابل پر آج سورج اپنی آب و تاب سے چمکتا رہا۔ تاہم ہلکی ہوا نے موسم کو قدرے بہتر رکھا۔ تیز دھوپ کے باوجود احبابِ جماعت روحانی مائدہ کے حصول کے لیے جوق در جوق حدیقۃ المہدی تشریف لاتے رہے۔ آج بھی اندرون و بیرون ملک سے کثیر تعداد میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پُر معارف خطابات، مقررین کی مدلل تقاریر اور فلک شگاف نعروں نے روحانی گرمائش کے سامان فراہم کیے۔

دوسرے روز کی کارروائی کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ جلسہ سالانہ کے دوسرے اجلاس کی صدارت کے فرائض مکرم و محترم محمد شریف عودہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کبابیر نے سرانجام دیے۔ کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا، مکرم حافظ مرفود احمد صاحب نے سورۃ النساء آیات 58 تا 60 کی تلاوت کی اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔ مکرم خالد چغتائی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ منظوم کلام سے منتخب اشعار پیش کیے۔

اجلاس کی پہلی تقریر مکرم مروان گِل صاحب صدر و مبلغ انچارج ارجنٹائن نے "عالمی امن کا قیام انصاف کے قیام کے بغیر ممکن نہیں" کے موضوع پر کی۔ اس کے بعد مکرم ایاز محمود خان صاحب مربی سلسلہ ایڈیشنل وکالت تصنیف یوکے نے "خدا کی تلاش میں عاجزی کی اہمیت" کے موضوع پر انگریزی زبان میں تقریر کی۔ ان تقاریر کے بعد مکرم عصام بھٹی صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام پیش کیا۔ اجلاس کی آخری تقریر مکرم عطاء المومن زاہد صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے "امام الزمان اور محبت الٰہی" کے موضوع پر کی۔ اس تقریر کے بعد مکرم طاہر خالد صاحب مربی سلسلہ نے اردو نظم پیش کی۔ جس کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز صبح مستورات کا خصوصی اجلاس بھی منعقد ہوا جس کی کارروائی کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ اجلاس کی صدارت مکرمہ ڈاکٹر قرۃ العین عینی صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ یوکے نے کی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرمہ منصورہ امینی صاحبہ نے سورت آل عمران کی آیات 191 تا 195 کی تلاوت کی اور اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پیش کیا۔ مکرمہ رضوانہ شمس

صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام پیش کیا۔

مستورات کے اجلاس کی پہلی تقریر ڈاکٹر ملیحہ منصور صاحبہ معاونہ صدر واقفات نو لجنہ اماء اللہ یوکے کی انگریزی زبان میں تھی جس کا عنوان ”آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ محبتِ الٰہی کا زندہ ثبوت“ تھا۔

اس اجلاس کی دوسری تقریر ڈاکٹر فریحہ خان صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ یوکے نے ”رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے ذریعہ محبت الٰہی کا حصول“ کے موضوع پر کی۔ اس کے بعد محترمہ سلونی رشید صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام ترنم سے پیش کیا۔

اس اجلاس کی آخری تقریر ”نورِ خلافت حقیقی اسلام کی طرف راہنمائی کا ذریعہ“ کے موضوع پر مکرمہ فرزین قریشی صاحبہ سیکرٹری نومبائعات۔ ھیورنگ یوکے نے کی۔ اس تقریر کے ساتھ مستورات کے صبح کے اجلاس کی کارروائی مکمل ہوئی۔ گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی اس اجلاس کی آڈیو دنیا بھر کے سامعین کے لیے یوٹیوب پر لائیو نشر کی گئی۔

دن بارہ بج کر سات منٹ پر حضور انور زنانہ پنڈال میں سٹیج پر رونق افروز ہوئے اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ کا تحفہ عنایت فرمایا۔ فضا مستورات کے پُرجوش اور والہانہ نعروں سے گونج اٹھی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع اردو ترجمہ سے ہوا۔ نظم کے بعد تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کے نام پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے بعد حضور انور نے خواتین کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد حضور انور نے دعا کروائی جس کے بعد لجنہ و ناصرات نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں مختلف زبانوں میں گروپس کی صورت میں ترانے پیش کیے۔

خطاب کے بعد حضورِ انور نے مردانہ مارکی میں تشریف لا کر نمازِ ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد کھانے کا انتظام کیا گیا۔ کھانے میں دال، اچار اور روٹی پلانٹ کی لذیذ روٹی سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ اسی اثنا میں مہمان، بازار کے کھانوں اور لوازمات سے بھی محظوظ ہوتے رہے۔

جلسہ سالانہ کے تیسرے اجلاس سے قبل معززین کے پیغامات پیش کیے گئے۔ مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے کی صدارت میں یہ نشست ہوئی جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس نشست میں جلسہ سالانہ اور جماعت کے حوالے سے معزز مہمانوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور کچھ مہمانوں نے ویڈیو کی صورت میں بھی اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔

جلسہ سالانہ کے تیسرے اجلاس کا باقاعدہ آغاز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد سے ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز چار بج کر پانچ منٹ پر مردانہ پنڈال میں رونق افروز ہوئے۔ پیارے آقا کے جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوتے ہی شاملین نے والہانہ انداز میں اپنے پیارے امام کا استقبال کیا اور پنڈال نعروں کی آواز سے گونج اٹھا۔

اجلاس کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم الحاج راشد خطاب صاحب نے سورۃ الصف کی آیات 7 تا 12 کی تلاوت کی۔ ان آیات کا اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مکرم حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ صاحب مربی سلسلہ مدیر اعلیٰ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم مصور احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا جس میں گذشتہ سال کے دوران جماعت پر ہونے والے افضالِ خداوندی کا خلاصۃً ایمان افروز تذکرہ فرمایا۔ خطاب کے بعد حضور انور جلسہ گاہ سے تشریف لے گئے۔

آج بھی تمام دن نمائش مارکی اور بک سٹال پر احباب جماعت کا بھرپور رش رہا اور احباب اپنے دینی علم کو بڑھانے کے لیے نمائش دیکھنے آئے اور بک سٹال سے کتب خریدتے رہے۔ حضور انور کے دوسرے روز کے خطاب کے بعد نمائش مارکی لجنہ کے لیے مختص تھی جس میں خواتین نے بھرپور تعداد میں نمائش مارکی کارخ کیا۔

شام کے کھانے میں روایتی آلو گوشت، چاول اور لنگر کی لذیذ روٹی مہمانوں کی خدمت میں پیش کی گئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مغرب اور عشاء کی نمازیں مردانہ جلسہ گاہ میں جمع کر کے پڑھائیں۔ حضور انور نے نماز مغرب میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جبکہ نماز عشاء میں پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ کی آیت 256 اور دوسری رکعت میں سورۃ البقرہ کی آیت 287 کی تلاوت فرمائی۔ نماز مغرب وعشاء سے قبل وفات پانے والے مردو خواتین کے نام ذکر خیر کے لیے پڑھ کر سنائے گئے۔

اس طرح جلسہ سالانہ کا دوسرا دن اختتام کو پہنچا۔

تیسرا روز جلسہ سالانہ مورخہ 26 جولائی 2026ء

جلسہ سالانہ کے تیسرے دن کا آغاز صبح سوا تین بجے نماز تہجد سے ہوا جو مکرم حافظ مشہود احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے پڑھائی۔ صبح چار بج کر بیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ میں نمازِ فجر پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں سورۃ الکھف کی آیات 103 تا 107 جبکہ دوسری رکعت میں

108 تا 111 کی تلاوت فرمائی۔ نمازِ فجر کے بعد مکرم راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے ”محبت الٰہی“ کے عنوان پر درس دیا۔

آج بالعموم موسم ٹھنڈا رہا۔ نماز تہجد کے کچھ دیر بعد بارش ہوئی جس کے بعد موسم ٹھنڈا ہو گیا۔ تاہم دن کے اکثر حصہ میں دھوپ نکلی رہی۔ اس طرح دھوپ، بارش اور ٹھنڈی ہوا کی آنکھ مچولی سارا دن چلتی رہی۔

نمازِ فجر کے بعد مہمانانِ کرام کو گرم چائے کے ساتھ اُبلے انڈے بھی پیش کیے گئے۔ جبکہ باقاعدہ ناشتے کا انتظام صبح آٹھ بجے کیا گیا تھا۔ ناشتے میں مہمانانِ کرام اور ڈیوٹی کنندگان کو چنے، روٹی، سیریل، مکھن، جام اور ڈبل روٹی پیش کیے گئے۔ جلسہ کے آخری دن بھی مہمانوں کی ایک بڑی تعداد نے جلسہ گاہ کا رخ کیا اور مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔

جلسہ سالانہ کے تیسرے اجلاس کا آغاز صبح دس بجے ہوا جس کی صدارت کے فرائض مکرم حافظ مخدوم شریف صاحب ایڈیشنل ناظر اعلیٰ جنوبی ہند و ناظر نشر و اشاعت نے سر انجام دیے۔ کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن کریم اور ترجمہ کے ساتھ ہوا جو مکرم خان فرید احمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ یوکے نے پیش کیے۔ مکرم صبور بھٹی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا۔ اجلاس کی پہلی تقریر مکرم وسیم احمد فضل صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے نے ”شرائط بیعت کے ادراک اور ان پر ثبات قدم میں ہی خلیفۂ وقت سے محبت اور ان کی اطاعت کا دار و مدار ہے“ کے موضوع پر کی۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر زاہد خان صاحب صدر قضا بورڈ یوکے نے ”الہامی کتب میں خدا کا تصور اور اسلام کے ساتھ اس کا تقابل“ کے موضوع پر انگریزی زبان میں تقریر پیش کی۔ اس کے بعد مکرم صہیب احمد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام پیش کیا۔ اس اجلاس کی تیسری تقریر ”قرآن کریم جواہرات کی تھیلی ہے“ کے موضوع پر مکرم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیشنل وکیل الاشاعت یوکے نے اردو زبان میں پیش کی۔ اس اجلاس کی آخری تقریر مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے نے انگریزی زبان میں بعنوان ”حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی انسانیت سے بے مثال محبت“ کی۔

بعد ازاں عالمی بیعت کے لیے اعلانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱بج کر ۱۰ منٹ پر حضور پُرنور پنڈال میں تشریف لائے۔ مسیح محمدیؐ کے غلام اس لمحہ کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ ان میں وہ افراد بھی شامل تھے جو خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہونے والے تھے اور وہ احمدی بھی شامل تھے جو اپنے امام کے ہاتھ پر تجدید بیعت کرنے کے منتظر تھے۔ حضور انور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ

السلام کا بابرکت کوٹ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ حضور انور نے پہلے بیعت کے مبارک الفاظ انگریزی اور دوسری بار اردو میں دہرائے اور تیسری مرتبہ انگریزی میں پھر دہرائے جن کا مختلف زبانوں میں رواں ترجمہ بھی ہوا۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ اس موقع پر انتہائی رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ حضورانور نے اس موقع پر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس سال **2لاکھ 67ہزار 596** نئے افراد جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں حضورِ انور نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد کھانے کی مارکی میں کھانے کا انتظام کیا گیا۔ کھانے میں آلو گوشت، چاول اور روٹی پلانٹ کی لذیذ روٹی سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ مہمانان بازار کے کھانوں سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔ بازار میں برگر، مچھلی، کباب، جلیبی، قلفی، فالودہ وغیرہ دستیاب تھے۔

جلسہ سالانہ کے آخری اجلاس سے قبل معززین کے پیغامات پیش کیے گئے۔ مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے کی صدارت میں یہ نشست ہوئی، جس کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔ اس نشست میں جلسہ اور جماعت کی مساعی کے حوالے سے معزز مہمانوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے معززین کی طرف سے ویڈیو پیغامات موصول ہوئے جن کو جلسہ گاہ میں موجود بڑی سکرین پر چلایا گیا۔ اس کے علاوہ ہال میں موجود مہمانوں نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔

اختتامی اجلاس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم مولانا فیروز عالم صاحب مربی سلسلہ کو سورۃ النور کی آیات 52 تا 57 کی تلاوت اور تفسیر صغیر سے اس کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی توفیق

ملی۔ اس کے بعد امیر صاحب جماعت احمدیہ یوکے نے شاہ چارلس سوم کا موصولہ خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد فرج عودہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جبکہ ان اشعار کا اردو ترجمہ مکرم میر انجم پرویز صاحب مربی سلسلہ نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم مرتضیٰ منان صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منظوم اردو کلام میں سے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھے۔ اس کے بعد مکرم نیشنل سیکرٹری صاحب تعلیم جماعت احمدیہ یوکے نے تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کے نام پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد امیر صاحب یوکے نے احمدیہ امن انعام برائے سال 2026ء کا اعلان فرمایا۔ 2026ء کے لیے تھائی لینڈ کے Sampop Jantraka اس انعام کے حقدار قرار پائے ہیں۔ انہیں یہ انعام شمالی تھائی لینڈ میں انسانی اسمگلنگ کے خطرات سے دوچار بچوں، خصوصاً بے وطن قبائلی بچیوں کے تحفظ کے لیے کاوشوں کے اعتراف میں دیا جارہا ہے۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز منبر پر تشریف لائے اور اختتامی خطاب کا آغاز فرمایا جس کا مرکزی موضوع شرائط بیعت اور ہماری ذمہ داریاں تھا۔

حضورِ انور کا خطاب قریباً چھ بجے اختتام پذیر ہوا جس کے بعد حضورِ انور نے اختتامی دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ اس سال جلسہ سالانہ کی حاضری 51 ہزار 181 ہے۔ بعد ازاں پیارے آقا کی خدمت میں عشاق خلافت احمدیہ نے مختلف گروپس کی صورت میں دنیا کی مختلف زبانوں اور ثقافتوں کی نمائندگی میں ترانے پیش کیے۔ اس کے بعد حضورِ انور جلسہ گاہ سے تشریف لے گئے اور اسی کے ساتھ جلسہ سالانہ اپنی تمام تر برکات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

احبابِ جماعت احمدیہ عالمگیر کو جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جلسہ کے مقاصد کو اپنی زندگیوں کا مستقل حصہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم اگست 2026ء)

تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

20۔ حجۃ الاسلام 21۔ سچائی کا اظہار 22۔ جنگ مقدس

اے۔ ولیم

> **حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:**
> **"سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔"**
> ("ملفوظات" حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد 7 صفحہ 224 ایڈیشن 2022ء)

20۔ حجۃ الاسلام

تعارف

عیسائیت اور اسلام کے درمیان ایک عظیم الشان مباحثہ ہوا۔ مباحثہ کیا تھا خود عیسائی فرقہ نے اس کو The Holy War یعنی جنگ مقدس کا نام دیا۔ اور یہ نام مباحثہ کے انعقاد سے قبل ہی دے دیا گیا تھا۔ جیسا کہ روحانی خزائن جلد 6 کے صفحہ 48 سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس مباحثہ کی شرائط اور بعض ضروری امور اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں۔ 29 صفحات کا یہ رسالہ روحانی خزائن جلد 6 کے صفحات 41 تا 70 پر مشتمل ہے۔ 8 مئی 1893ء کو شیخ نور احمد صاحب کے اہتمام سے ریاض ہند پریس امرتسر سے یہ شائع ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے اس چھوٹے سے رسالہ میں بھی مذہب اسلام کی فضیلت اور قرآن کریم کے فضائل اور آنحضرت ﷺ کی افضلیت کا بیان فرمایا ہے۔ مباحثہ کے ضمن میں فریقین میں جو خط و کتابت ہوئی ہے اس کی تفصیلات ہیں۔

اسی کتاب میں حضورؑ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ بحث مباحثوں سے وہ نتائج عموماً ظاہر نہیں ہوا کرتے

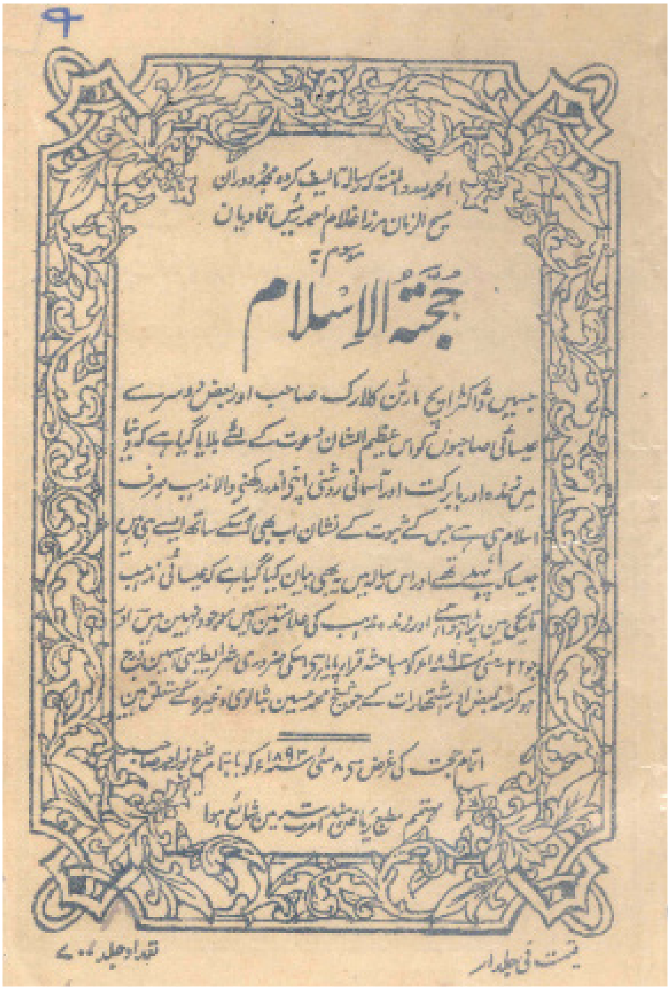

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ تالیف کردہ مجدد دوران
مسیح الزمان مرزا غلام احمد رئیس قادیان
مسمّٰی بہ
حجۃ الاسلام
جسمیں ڈاکٹر ایچ مارٹن کلارک صاحب اور بعض دوسرے
عیسائی صاحبوں کو اس عظیم الشان دعوت کے لئے بلایا گیا ہے کہ دنیا
میں زندہ اور بابرکت اور آسمانی روشنی اپنے اندر رکھنے والا مذہب صرف
اسلام ہی ہے جس کے ثبوت کے نشان اب بھی اُسکے ساتھ ایسے ہی ہیں
جیسا کہ پہلے تھے اور اس رسالہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عیسائی مذہب
[illegible]
جو ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو مباحثہ قرار پایا ہے [illegible]
اور کسی قدر بعض اشتہارات کے جو شیخ محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے متعلق ہیں
اتمام حجت کی غرض سے ۸ مئی ۱۸۹۳ء کو باہتمام شیخ نور احمد صاحب
مہتمم مطبع ریاض ہند امرتسر میں شائع ہوا
قیمت فی جلد ار
تعداد جلد ۷۰۰

جو قطعی فیصلہ کرنے والے ہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ مباہلہ کیا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ خدائی تائید و نصرت کس فریق کے ساتھ ہے۔

محمد حسین بٹالوی صاحب کو عربی تفسیر کے لئے جو چیلنج دیا تھا اس سلسلہ میں ایک اشتہار بھی اس کتاب میں مذکور ہے۔اور اس کی نسبت ایک پیشگوئی ہے جس میں ایک رؤیا کا ذکر ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے حضورؑ پر اپنے ایمان کا اظہار کریں گے۔

ایک اور دلچسپ اور تاریخی بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ جو صرف اس کتاب میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ سلسلہ احمدیہ کا نام "فرقہ احمدیہ" اس سال 1893ء میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ بیان فرماتے ہیں:

"میں نے سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہوگا نہ مسلمانانِ جنڈیالہ سے سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ احمدیہ ہی سچے مسلمان ہیں جو خدا تعالیٰ کے کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے اور حضرت مسیحؑ کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں جو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔" (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 50)

اللہ تعالیٰ محترم و مکرم سید میر مسعود احمد صاحب کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں منتقل فرماتا چلا جائے۔سب سے پہلی بار انہوں نے خاکسار کو یہ بتایا تھا کہ جماعت احمدیہ کے لئے احمدیہ کا نام بہت پہلے سے ہی تھا۔

21۔ سچائی کا اظہار

تعارف

12 صفحات کا یہ رسالہ دراصل حجۃ الاسلام کا ہی تتمہ و ضمیمہ ہے۔اور 12 مئی 1893ء کے بعد مئی کی ہی کسی تاریخ میں شائع ہوا تھا۔اس میں عبداللہ آتھم صاحب کا اس مباحثہ میں مغلوب ہونے کی صورت میں اسلام لانے کا اقرار نامہ ہے۔ اور ایک اشتہار ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اس مباحثہ میں جو کہ عیسائیت اور اسلام کے مابین ہو رہا تھا کس طرح سے عیسائی فریق کی معاونت فرما رہے تھے۔

اسی طرح ہر چند کہ عیسائی حضرت اقدسؑ کے ساتھ مباحثہ کے لئے تیار تو ہو گئے تھے لیکن اپنے پیر و مرشد یسوع مسیح کی طرح اس کوشش میں تھے کہ ہو سکے تو موت کا یہ پیالہ ان سے ٹل جائے اور اس کے لئے انہوں نے ایک چال یہ چلی کہ مستند علماء تو آپ لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں تو ہمیں تو مسلمانوں سے مباحثہ کرنا ہے۔ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جو کہ اس مباحثہ کے روح رواں تھے انہوں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا۔چنانچہ حضورؑ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”ڈاکٹر صاحب نے اپنے اشتہار 12 مئی 1893ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھانہ کے شائع ہوا ہے۔ شیخ بٹالوی صاحب کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے یہ دھوکا کھایا ہے یا لوگوں کو دھوکا دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں اس لئے عام و خاص کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام جن کو خداتعالیٰ نے علم و عمل بخشا ہے اور نور فراست ایمانیہ عطا کیا ہے وہ میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی اور عملی کمالات سے تہید ست ہیں اگر اس عاجز کا یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی نظر میں محمول بر مبالغہ نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کسی ایسے جلسہ مباحثہ میں جو علماء مخالفین اور اس عاجز کے گروہ کے فاضل علماء میں واقعہ ہو خود شامل ہو کر دیکھ لیں بلکہ عنقریب ایک ایسا جلسہ مباحثہ 15 جون 1893ء تک ہونے والا ہے جس میں فریق مخالف مولوی غلام دستگیر اور ان کے

ہم مشرب تمام علماء لاہور کے ہوں گے اور اس طرف سے کوئی ایک یا دو فاضل مقابلہ کے لئے تجویز کئے جائیں گے پھر پادری صاحب بچشم خود دیکھ سکتے ہیں کہ علماء ربّانی اور مستند فاضل کس طرف ہیں اور نام کے مولوی اور ژولیدہ زبان کس طرف۔ نقل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ [ترجمہ: سنا ہوا کب دیکھے ہوئے جیسا ہوتا ہے؟]۔ ایک دشمن بخیل کی قلم سے جو نکلے وہ یکطرفہ بیان عقلمند کی نظر میں ہرگز وقعت اور عزت نہیں رکھتا بلکہ ہر یک حقیقت عند الامتحان کھلتی ہے۔"

(سچائی کا اظہار، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 74،75)

چنانچہ پھر آپؑ نے بطور نمونہ تین عرب بزرگوں کے خطوط شائع فرمائے جنہوں نے حضورؑ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا تھا۔

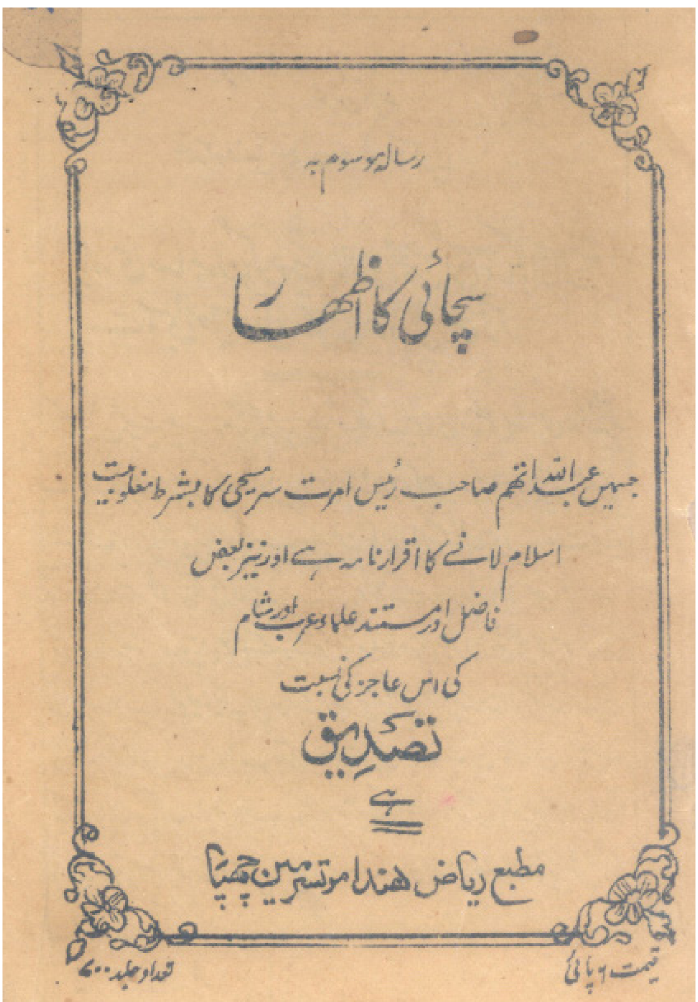
رسالہ موسوم بہ

سچائی کا اظہار

جسمیں عبد اللہ آتھم صاحب رئیس امرت سر مسیحی کا بشرط مغلوبیت

اسلام لانے کا اقرار نامہ ہے اور نیز بعض

فاضل اور مستند علماء عرب اور شام

کی اس عاجز کی نسبت

تصدیق

ہے

مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپا

قیمت ۲ پائی

تعداد جلد ۷۰۰

اس رسالہ میں مولوی عبد الحق غزنوی صاحب کے ساتھ ہونے والے مباہلہ کی نسبت سے ایک اشتہار بھی ہے اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو بھی اس مباہلہ کے لئے دعوتی اشتہار دیا گیا ہے۔

22۔ جنگ مقدس

The Holy War

تعارف

آنحضرت ﷺ نے جب آخری زمانے میں آنے والے امام مہدی اور عیسیٰ نبی اللہ کے آنے کی خبر دی تو اس کا ایک کام یہ بھی بتلایا کہ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ۔ اس سے ایک تو یہ بھی اشارہ مل گیا کہ آنے والا وہ مسیح ناصری نہیں ہو گا جو ابنِ مریم ہے، بلکہ یہ وہ مسیح ہو گا جو صلیب کو توڑے گا۔ اور اب ظاہر ہے کہ لکڑی یا لوہے کی بنی ہوئی صلیبیں توڑنا تو مراد نہیں تھا کہ شہر بہ شہر اور ملکوں ملکوں وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر سب کی صلیبوں کو توڑے۔ بلکہ ہر دانش مند یہ سمجھ سکتا ہے کہ مراد اس سے یہ تھی کہ عیسائی مذہب کے غلط عقائد کو وہ توڑے گا۔

ٹائیٹل بار دوم

جنگ مقدس

یعنی

تحقیق حق کیواسطے اہل اسلام اور عیسائیان امرت سر میں بمقام امرت سر

مباحثہ

۲۲-مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵-جون ۱۸۹۳ء کو

ختم ہوا

اہل اسلام کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی بحث کے لئے قادیاں سے امرت سر تشریف لائے اور عیسائی صاحبان کیطرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب پنشنر انتخاب ہو کر جلسہ مباحثہ میں پیش ہوئے۔ راقم کو مصدقہ تحریریں چھاپکر مشتہر کرنے کی جلسہ بحث میں ہر دو جانب سے اجازت دی گئی۔

جو

حرف بحرف مطابق روزانہ مصدقہ بحث ہر دو جانب چھپکر شائع ہوا کی اور وہ سب کاپیاں فروخت ہو گئیں۔ اب بار دوم اُسی حیثیت سے شائقین کے لئے چھاپی گئی ہیں

راقم

شیخ نور احمدؐ مالک و مہتمم ریاض ہند پریس امرت سر (پنجاب)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

اس وقت کا ہندوستان دنیا کا ایک بڑا حصہ تھا اور عیسائیت کے لئے یہ ایک زرخیز علاقہ سمجھا گیا جہاں دیکھتے دیکھتے ہی عیسائیت ترقی کرنے لگی۔ عیسائی مشنری تنظیمیں بڑے زور شور سے عیسائی عقائد کا پرچار کرنے میں مصروف ہو گئیں اور حکومت کا تعاون دامے درمے قدمے ساتھ ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن

Henry John Temple, 3rd Viscount Palmerston, KG, GCB, PC, FRS (20 October 1784 – 18 October 1865)

نے یہ بھی کہا کہ:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں۔ اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 89)

درجنوں مختلف عیسائی تنظیمیں اور پادری، واعظ مناد عیسائیت کا پرچار کرنے میں مصروف تھے۔ اور پنجاب کو عیسائیت کے لئے قدرتی Base قرار دیتے ہوئے سب سے زیادہ زور انہیں علاقوں میں تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ 1834ء میں لدھیانہ میں، 46ء میں جالندھر، 48ء میں انبالہ، 49ء میں لاہور، 52ء میں امرتسر، 54ء میں کانگڑہ، 55ء میں ملتان اور پشاور اور سیالکوٹ اور 56ء میں راولپنڈی، 68ء میں ڈیرہ اسماعیل خان اور 1879ء میں ڈیرہ غازی خان میں باقاعدہ عیسائی مشن قائم ہو چکے تھے۔ اور عیسائی کوششوں کا اثر یہ تھا کہ 1851ء میں 91 ہزار عیسائی تھے تو 1881ء میں یہ تعداد چار لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ اور تیزی سے بڑھتی ہوئی اس تعداد کے پیش نظر عیسائی پادریوں اور برطانوی حکومت کو یقین ہو چلا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ سارا برصغیر عیسائی ہونے کو ہے۔ لیکن انہیں کیا علم تھا کہ اس دجال کے زبردست ہاتھوں کو روکنے کے لئے، اس طاقتور خنزیر کو قتل کرنے کے لئے اور نظریات وعقائد کی اس صلیب کو توڑنے کے لئے خدائے احد وصمد نے پنجاب کے اسی خطہ میں اس کاسر صلیب کو پیدا کر دیا ہے۔

اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سوانح کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ نوجوانی سے ہی آپؑ نے اسلام اور بانیٔ اسلام سے محبت کا اظہار اور عیسائی عقائد کی تردید کا جہاد شروع فرما دیا ہوا تھا۔ آپؑ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ بیس سال کی عمر سے ہندوؤں اور عیسائیوں سے مباحثات کرنے شروع کر دئے تھے۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 547)

آپؑ کی زندگی کے بڑے مقاصد میں سے ایک کسر صلیب ہی تھی۔ اسی لئے آپؑ نے بطور خاص شروع دن سے ہی عیسائی پادریوں اور منادوں کو مقابل پر بلانا شروع کیا۔ کیا خط وکتابت، کیا اشتہارات ومضامین اور کیا بحث مباحثہ عیسائیوں سے یہ مقابلے جاری تھے۔ لیکن کوئی مرکزی مقابلہ یا بڑے بڑے عیسائی پادری سامنے آنے سے گھبراتے تھے اور طرح دے جاتے تھے۔ لیکن خدائی تقدیر نے اب یہ سامان بھی کر دئے کہ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

مباحثہ جنگ مقدس کا پس منظر

امرتسر میں سکاٹ لینڈ کا ایک سکاچ میڈیکل مشن تھا جس نے امرتسر کے دیہات میں اپنی شاخیں قائم کر رکھی تھیں ان میں سے جنڈیالہ، بیاس اور ویرکا کے مشن زیادہ مشہور تھے۔ [لائف آف احمد ص 286 کے مطابق جنڈیالہ مشن 1854ء میں قائم ہوا تھا۔] اور ان تمام مقامات کے انچارج اکثر وہ مرتد مسلمان تھے جنہوں نے بپتسمہ لے لیا تھا۔ بیاس دراصل ایک قسم کا تو عیسائیوں کے لئے تربیت گاہ تھا۔ دوسری جگہ سے ایسے لوگ لا کر وہاں رکھے جاتے اور جنڈیالہ کے مسلمانوں میں ایک قسم کی بیداری تھی اور وہ عیسائیوں کا مقابلہ

کرتے رہتے جس کی وجہ سے عیسائیوں کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی رہی۔ ان دنوں میں امرتسر کے میڈیکل مشن کے انچارج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک تھے۔

یہ مشن دراصل پادری مارٹن کلارک نے۔ جس کو عام طور پر بڈھا کلارک یا بڑا کلارک کہتے تھے۔[اس کا نام رابرٹ کلارک تھا۔] 1882ء میں قائم کیا تھا۔ اور امرتسر کا میڈیکل مشن غدر کے قریب زمانہ میں قائم ہو چکا تھا۔

رابرٹ کلارک (Rev. Robert Clark)

پادری رابرٹ کلارک انگلستان کے ایک گاؤں Harmston میں 4/ جولائی 1825ء کو پیدا ہوا۔ اس کے والد کا نام پادری ہنری کلارک تھا۔ اس کے چار بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ ابتداء میں اس کا رجحان تجارت کی طرف تھا۔ چنانچہ جوان ہونے پر اس نے جرمنی کا سفر تعلیم حاصل کرنے کے لئے کیا۔ 1842ء میں وہ واپس آیا اور لورپول (Liverpool) کے ایک بڑے تاجر کے ہاں ملازم ہو گیا۔ 1847ء میں اس نے کیمبرج کے ٹرنٹی کالج میں داخلہ لے لیا اور 1850ء میں یہاں سے پاس آؤٹ ہونے پر اس نے مشنری بننے کا ارادہ کیا اور چرچ مشن سوسائٹی سے خط و کتابت شروع کی۔ چنانچہ اسے اور پادری ہنری فٹزپیٹرک (Rev. Henry Fitzpat-rick) کو پنجاب کے لئے C.M.S. کی طرف سے پہلا مشنری مقرر کر کے بھجوایا گیا۔ پادری فانڈر (Pfandar) نے ان کو ہدایات دیں اور 29 اگست 1851ء کو روانہ ہو کر 4 جنوری 1852ء کو یہ لوگ کلکتہ پہنچے۔ جہاں سے لگ بھگ دو ہزار کلومیٹر کا مشکل سفر کر کے اپریل میں پادری کلارک امرتسر پہنچا۔

آتے ہی اس نے امرتسر میں ایک سکول کھولا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے طلباء کی کافی تعداد ہو گئی۔ سکول شروع ہونے سے پہلے روزانہ عیسائیوں کی ”کتاب مقدس“ کی تعلیم دی جاتی اور پھر سکول شروع ہوتا۔ بہت جلدی رابرٹ کلارک نے پنجابی زبان بھی سیکھ لی اور بازاروں میں پنجابی میں تبلیغ کیا کرتا تھا۔ امرتسر کے ساتھ ساتھ اسے پشاور بھی بھجوا گیا اور اس طرح یہ پہلا مشنری تھا جسے دریائے سندھ کے پار عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ 1854ء میں کشمیر اور لداخ میں بھی اس نے مشن کی تبلیغ کا کام شروع کروایا۔ 1855ء میں اس نے پشاور میں باقاعدہ مشن قائم کیا اور پھر یہاں رہ کر اس کی تنظیم و تشکیل کی۔ 1857ء میں یہ رخصت پر انگلستان چلا گیا اور 1858ء میں اس کی شادی ہندوستان میں ایک عرصہ تک کام کرنے والے ڈاکٹر رابرٹ براؤن کی بیٹی Elizabeth Mary سے ہو گئی۔ یہ خاتون انگریزی، جرمن، اطالوی اور لاطینی، یونانی زبانیں جاننے کے ساتھ ساتھ اردو اور سنسکرت بھی خوب جانتی تھی۔ اس خاتون نے بھی بعد ازاں رابرٹ کلارک کے

مشن میں اس کو بہت مدد دی۔ 8 فروری 1859 کو یہ جوڑا انگلستان سے واپس پشاور پہنچا۔ مسز کلارک نے آتے ہی زنانہ حصہ کی تمام ذمہ داری اٹھالی اور جب رابرٹ کلارک دورے پر جاتا تو یہ خاتون کئی کئی دن مسلمانوں اور دیگر غیر مسیحیوں کے گھر یہاں کا مقامی لباس پہن کر تبلیغ کیا کرتی تھی۔ پشاور کے قیام کے دوران رابرٹ کلارک نے بہت سفر کئے اور ملتان سے لے کر ہزارہ تک تبلیغ کی اور عیسائی بنائے۔ 1864ء میں اسے کشمیر میں مشن کے قیام کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ 1865ء میں اسے پھر امرتسر بھجوادیا گیا۔ 1865 میں ہی اس نے پادری عمادالدین کو بھی بپتسمہ دیا۔ 1872ء میں اس نے پنڈت کھڑک سنگھ کو بپتسمہ دیا۔ (ایک جگہ یہ بھی ذکر ہے کہ عمادالدین 29 اپریل 1866ء کو امرتسر کے پادری رابرٹ کلارک کے ہاتھوں عیسائی ہوئے۔)

(تعلیقات خطبات گارساں دتاسی: از ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین ص:307 ناشر احمد ندیم قاسمی، مطبع ظفر سنز پرنٹرز 9 بی کوپر روڈ لاہور، طبع اول دسمبر 1987ء شائع کردہ مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور)

یہاں واپس آنے پر اس نے اپنی قدیم تجویز یعنی میڈیکل مشنز کے قیام پر تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر 1882ء میں اس کی کوششوں سے امرتسر میں پہلا میڈیکل مشن قائم ہو گیا۔ اسی طرح Native Christian Council اور لاہور میں ڈیوینٹی کالج کے قیام میں بھی پادری رابرٹ کلارک کا بڑا کردار تھا۔

یکم مئی 1900ء کو جب یہ کسولی میں گرمیاں گزار رہا تھا تو اس کی طبیعت خراب ہوئی اور 16 / مئی 1900ء کو یہیں اس کی وفات ہو گئی۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کی نعش امرتسر لائی گئی جہاں اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔

(ماخوذ از کتاب صلیب کے علمبردار از پادری برکت اللہ)

ہنری مارٹن کلارک کون تھا؟ (1857-1916) Dr. Henry Martyn Clark

ہنری مارٹن کلارک انگریز نژاد نہ تھا۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے غلطی سے انہیں یوروپین سمجھا۔ ہنری مارٹن کلارک دراصل ایک سرحدی یتیم بچّہ تھا۔ جس طرح مسٹر وار برٹن پنجاب پولیس کے ممتاز اور مشہور افسر تھے۔ یہ دونوں بچپن میں عیسائیوں کے ہاتھ آگئے اور ان کی تعلیم و تربیت میں مادی اور علمی ترقی کی۔ مارٹن کلارک کو بوڑھے کلارک کے پاس رکھا گیا اور اس نے اس کی اپنے بیٹے کی طرح پرورش کی، اس کا نام مارٹن رکھا اور اپنا سر نیم (Sur Name) یعنی کلارک ساتھ لگا دیا۔ اسی مارٹن کلارک نے مقدمہ اقدام قتل میں ڈگلس کی عدالت کے روبرو بیان دیتے ہوئے کہا:

"میں اپنے اصلی باپ کا نام نہیں جانتا" (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 204)

ایک معروف مسیحی سکالر پادری برکت اللہ، صاحب ایم اے، ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے بارے میں لکھتے ہیں:

" 1857ء کے فساد کے ایام میں ایک افغان خاتون کابل سے پشاور آئی۔ جب وہ پشاور کے دروازہ پر پہنچی تو اس کی اجل آ گئی۔ مسز کلارک نے اس کا چھوٹا بچہ لیا اور اپنا لے پالک بیٹا بنا کر اس کا نام ہنری مارٹن رکھا۔ بچہ کی مادری زبان فارسی تھی پشاور میں وہ پنجابی اور پشتو بھی بولنے لگا۔ جب وہ بڑا ہوا تو کلارک نے اس کو سکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرگ میں جارج واٹسن سکول میں داخل کر دیا...... 1881ء میں اس نے ایم۔ ڈی M.D کی ڈگری حاصل کی اور اگلے سال چرچ مشن نے اس کو امرتسر کا میڈیکل مشنری مقرر کر دیا۔ یہاں اس نے اس قدر تن دہی سے کام کیا کہ تین سال کے اندر تقریباً پچیس ہزار مریض اس کی قابلیت اور شہرت کی وجہ سے آئے...... ہنری مارٹن کلارک نے جابجا ہسپتال کھول دیے جہاں اس نے ان ڈاکٹروں کو بھیجا جن کو اس نے خود سکھلایا تھا۔ چنانچہ 1891ء تک نارووال، جنڈیالہ، بیاس اور سلطان ونڈ وغیرہ قصبوں اور گاؤں میں ہسپتال قائم ہو گئے۔

......ہنری مارٹن کلارک نہ صرف قابل ڈاکٹر تھا بلکہ زبردست زبان دان اور مصنف بھی تھا۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کی زیر نگرانی بھائی میاں سنگھ کی ڈکشنری شائع کی۔ پادری کھڑک سنگھ کے ساتھ مل کر اس نے کتاب "آریہ سماج کی تعلیم کے اصول" لکھی...... وہ کئی سال تک اخبار "پنجاب مشن نیوز" کا ایڈیٹر اور مینیجر بھی رہا۔ ہنری مارٹن کلارک ایک زبردست عالم اور نہایت جوشیلا مبلغ تھا۔ وہ انگریزی، اردو، پنجابی زبانوں میں فصیح البیان تھا۔ اور جگہ جگہ دور دراز مقامات میں مسیحیت پر لیکچر دیا کرتا تھا۔ بالخصوص لاہور اور پشاور میں اس کو اکثر بولنے کی دعوت دی جاتی تھی۔ وہ قرآن و حدیث اور کتبِ فقہ وغیرہ سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ ڈپٹی عبداللہ آتھم اور مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) کے درمیان جو مباحثہ 22 مئی 1893ء سے 5 جون 1893ء تک ہوتا رہا وہ اس کے مکان کے احاطہ میں ہوا اور مسیحیوں کی طرف سے وہ صدر تھا۔ دورانِ مباحثہ میں جب ڈپٹی مرحوم بیمار ہو گئے تو ہنری مارٹن نے ان کی جگہ 29 مئی 1893ء کو مرزا جی (علیہ السلام) سے مباحثہ کیا اور اس روز اس کی جگہ پادری احسان اللہ صدر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر عماد الدین کے ساتھ مل کر اس نے اسلام پر ایک رسالہ لکھا اور ہندوؤں کے لیے اس نے "ویدوں کی تعلیم اور قربانی" اور "ویدوں کی ازلیت" وغیرہ کتابیں لکھیں۔"

اسی کتاب میں اس کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے:

"1905ء میں ہنری مارٹن فارغ الخدمت ہو کر ایڈنبرگ چلا گیا جہاں سے وہ سکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے مختلف مقامات میں لیکچر دیا کرتا تھا۔ بالآخر 1916ء میں اس کو فالج ہو گیا اور وہ اپنے نجات دہندہ کے پاس چلا گیا۔"

(صلیب کے علمبردار ص 129 تا 132 مصنفہ پادری برکت اللہ ایم اے مطبع پنجاب ریلیجس سوسائٹی لاہور، 1957ء)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے پڑپوتے Mr. Jolyn Martyn Clark کی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات

حضرت اقدس علیہ السلام کے مقابل پر آنے والے یہ سب نام تاریخ احمدیت کا ایک حصہ ہیں۔اور بحیثیت مؤرخ ہمارا یہ بھی کام ہے کہ ان لوگوں کو ان مقامات کو آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رکھیں اور جہاں تک ہوسکے ان لوگوں کی نسلوں کو بھی تلاش کرنا چاہیے۔اس وجہ سے بھی کہ وہ ہماری تاریخ کا ایک حصہ ہیں، اوراس وجہ سے بھی کہ ان کے آباؤاجداد نے خدا کے ایک رسول کا دیدار کیا تھا۔اس کی زیارت کی تھی۔شاید کوئی ایسا وقت بھی آجائے کہ وہ زیارت کی سعادت ہی ان کا نصیبہ سنوار دے۔

بہر حال برادرم محترم محمد آصف باسط صاحب نے جو ماشاء اللہ بہت ہی محنت اور تحقیق سے تاریخی مواد تلاش کرنے اور جمع کرنے میں لندن میں مصروف رہتے ہیں۔انہوں نے اسی مارٹن کلارک کے بارہ جو تحقیق کی، وہ تحقیقی مقالہ بعد میں الفضل انٹرنیشنل لندن کے شمارہ میں شائع ہوا۔وہاں سے بشکریہ الفضل کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔وہ 6 جنوری تا 12 جنوری 2012ء کے الفضل میں لکھتے ہیں:

کچھ ماہ قبل امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں ”جنگ مقدس“ سے متعلق برطانیہ کے مختلف Archives میں موجود دستاویزات اور حقائق پر تحقیق کے کام کا آغاز کیا گیا، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مواد Church Mission Society Oxford کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا اور بہت سا مواد برمنگھم یونیورسٹی کی لائبریری کے Special Collection سے حاصل ہوا۔ یونیورسٹی آف لندن کے سکول آف اوریئنٹل اینڈ افریقن سٹڈیز (SOAS) سے بھی مفید مواد حاصل ہوا۔

اس تمام تحقیق کے دوران ہنری مارٹن کلارک کے گھر، اس کی قبر اور اس کی اولاد کو بھی تلاش کیا گیا کہ ان ذرائع سے وابستہ ریکارڈ سے بھی بعض اوقات مفید معلومات حاصل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔جب اس کی قبر ملی تو قبرستان کے ریکارڈ سے اس کے مکان کا پتہ معلوم ہوا اور یوں کڑی سے کڑی ملتی اس کی اولاد تک پہنچی۔ اس کے ایک پڑپوتے Mr Jolyn Martyn Clark یہیں شمالی انگلستان میں دریافت ہوئے۔ان سے جب رابطہ کی صورت پیدا ہوئی تو انہیں یہ معلوم کرکے بہت حیرت ہوئی کہ کوئی شخص ان کے پڑدادا یعنی ہنری مارٹن کلارک میں آخر کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔ان سے تعارف بڑھا تو ان پر یہ کھلا کہ ہماری جماعت کو ہنری مارٹن کلارک میں کیا دلچسپی ہے۔موصوف ایک نہایت شریف النفس آدمی ہیں اور تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

جوں جوں ان سے تعارف بڑھا انہیں جماعت میں دلچسپی پیدا ہوتی گئی۔ انہیں لندن آنے کی دعوت دی گئی جو انہوں نے بخوشی قبول کی۔ جب انہیں بتایا گیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشینی خلافت کی شکل میں آج تک چل رہی ہے اور بے مثال کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے تو انہیں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ ان کی یہ خواہش حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی گئی جو حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت منظور فرمائی۔ یوں موصوف 3 دسمبر 2011ء کو حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کرنے لندن تشریف لائے..... اس نہایت ایمان افروز ملاقات کا آغاز سہ پہر ساڑھے تین بجے ہوا۔ دفتر میں داخل ہو کر شرف مصافحہ حاصل کیا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ حضور نے انہیں ملاقات کا وقت دیا۔ اس کے بعد حضور انور ازراہ شفقت ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے دوران گفتگو ان سے دریافت فرمایا کہ آپ اس مباحثہ کے بارے میں کیا جانتے ہیں جو جنگ مقدس کے نام سے ہوا تھا؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ میں نے تو اس بارہ میں ابھی حال ہی میں تحقیق کی ہے۔ مگر آج مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ہنری مارٹن کلارک کہیں ماضی میں کھو گیا ہے جب کہ ان کے مدمقابل جو شخص تھا وہ دنیا بھر میں کامیاب ہے۔ کہنے لگے کہ خود مجھے کچھ سال پہلے تک علم نہ تھا کہ میرے پڑدادا کون تھے۔ یہ تو ابھی کچھ سال قبل اتفاق سے میں اپنے اجداد کی تلاش کر رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہنری مارٹن کلارک میرے پڑدادا ہیں۔ حضور انور سے ان کی یہ ملاقات نصف گھنٹہ کے قریب جاری رہی۔ آخر پر انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حضور کے ساتھ تصویر کھینچوانے کی درخواست کی جو حضور انور نے ازراہ شفقت منظور فرمائی اور یوں یہ لمحہ کہ جب ہنری مارٹن کلارک کا پڑپوتا حضور کی خدمت میں حاضر تھا، تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔

حضور سے ملاقات کے بعد Mr Jolyn Martyn Clark جب دفتر سے باہر نکلے تو ان کی ایک عجیب کیفیت تھی۔ پہلے تو نہایت جذباتی ہو کر خاموش رہے اور پھر کچھ دیر بعد اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگے۔ خاکسار ان کی گفتگو انہی کے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

His Holiness is a very special Man

(حضور بہت ہی خاص آدمی ہیں)

I have never seen someone like him in my life

(میں نے ان جیسا اپنی زندگی میں نہیں دیکھا)

It is very difficult to be moved by something in my age because one thinks that he has seen the world quite closely, but I must say that I am deeply moved by meeting His Holiness.

(عمر کے جس حصہ میں میں ہوں، اس عمر میں کسی بات سے متاثر ہو جانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان سمجھتا ہے اس نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھ لیا ہے۔ مگر میں حضور سے مل کر بہت متأثر ہوا ہوں۔)

He is such a loving person that is hard to explain. He is so special that he made me feel special.

(حضور اس قدر محبت کرنے والے ہیں کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ وہ اتنے خاص ہیں کہ انہوں نے مجھے بھی خاص ہونے کا احساس دلایا۔)

پھر کہنے لگے کہ یہ اس قدر محبت کرنے والے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ جن کے یہ خلیفہ ہیں وہ کسی کو مرنے کی بد دعائیں کس طرح دے سکتے ہیں۔ (ان کا اشارہ پیشگوئی انجام آتھم کی طرف تھا۔)

خاکسار نے عرض کیا کہ اس پورے معاملے کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ ایک مباحثہ تھا جس میں عیسائیوں کی شکست واضح طور پر سامنے آگئی تھی۔ اس پر بھی وہ مصر تھے کہ وہ جیت گئے اور اسلام کی شکست ہوئی۔ اس پر بانی جماعت نے فرمایا کہ ایسا ہے تو پھر خود خدا کوئی نشان دکھائے گا۔ یہ سن کر کہنے لگے۔

God has certainly shown a sign even today because I am stuttering ever since I have met His Holiness.

(خدا نے آج بھی نشان دکھایا ہے کہ میں جب سے حضور سے ملا ہوں، میری حالت یہ ہے کہ میری زبان میرا ساتھ نہیں دے رہی۔)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور اللہ تعالیٰ کی شفقت اور بندہ پروری ہے کہ خاکسار کو اس تحقیق میں حقیر سی کوشش کرنے اور پھر اس ملاقات کے موقعہ پر موجود ہونے کا موقع ملا۔ اس ملاقات کا مشاہدہ کرنا ایک نہایت ایمان افروز تجربہ تھا۔ کہاں ہنری مارٹن کلارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تکالیف پہنچانے اور ہر ممکن طریق سے آپؑ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش میں ہمہ وقت سرگرم تھا اور کہاں اس کی اولاد خود چل

کر آپؐ کے خلیفہ پاس آتی ہے، حضور سے فیض پاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر اس نور کو آشکار کرتا ہے جو وہ اپنے خاص فضل سے اپنے فرستادوں کو عطا فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الفضل انٹرنیشنل 06 جنوری 2012 تا 12 جنوری 2012ء صفحہ 9)

مختصر یہ کہ اس جنڈیالہ مشن میں عیسائیوں کا مقابلہ وہاں کی نوجوان مسلم پارٹی کرتی تھی۔ اور یہ پارٹی میاں محمد بخش پاندہ (مرحوم) کی زیر قیادت عیسائی منادوں کا ناطقہ بند کرتی رہتی تھی۔

[میاں محمد بخش پاندہ کوئی بڑے تعلیم یافتہ نہ تھے مگر ان کے دل میں اسلام کے لئے غیرت تھی اور وہ عیسائیوں کے رد کی کتابیں جمع رکھتے اور نوجوانوں کو عیسائیوں پر اعتراض کرنے کے لئے تیار کرتے تھے وہ اس زمانہ کے متعارف علم بہی کھاتہ وغیرہ کے ماہر تھے۔ اور اس پیشہ کے لوگ پاندہ کہلاتے تھے۔]

بہر کیف جنڈیالہ کے مقیم عیسائیوں نے جب اپنے مشن میں اس سدِّ سکندری کو محسوس کیا تو انہوں نے سوچا کہ ایک عام مباحثہ ان سے کیا جاوے۔ اور یہ تجویز مارٹن کلارک کے مشورہ سے قرار پائی۔ انہوں نے اتنا ہی سوچا تھا کہ اسلام پر اعتراض کئے جائیں اور لوگوں پر اثر ہو گا۔ اس منصوبہ کے تحت انہوں نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے ایک مکتوب مباحثہ کے لئے پاندہ محمد بخش صاحب کے نام لکھوایا۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اس مباحثہ میں ان کی طرف سے کوئی مولوی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ جنڈیالہ کے مسلمان مولوی صاحبان کے مطالبات فیس ادا کرنے کے قابل نہیں۔ علاوہ بر ایں اس نواح میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثات کی دلچسپی عام طور پر مسلمانوں میں نہیں اور ان امور کے پیش نظر رکھنے میں عیسائیوں نے غلطی نہیں کھائی تھی۔ دونوں امور ظاہر تھے۔ کیونکہ جب محمد بخش پاندہ صاحب نے کلارک صاحب کا یہ خط ملتے ہی علماء کو خط لکھے کہ پادریوں سے بحث کے لئے جنڈیالہ تشریف لائیں۔ مولویوں نے تو پاندہ صاحب کو جواب دیا کہ ہمارے قیام وطعام اور سفر خرچ وغیرہ کا کیا انتظام ہو گا۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 482)

لیکن میاں محمد بخش صاحب نے جو خط حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا اور اس مناظرہ کی دعوت قبول کرنے کی استدعا فرمائی۔ ان دنوں عام طور پر ڈاک ظہر اور کبھی عصر کے بعد آتی تھی۔ حضرت اقدس خط لے کر بڑی خوشی اور جوش سے مجلس میں آئے اور اس دعوتِ مباحثہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ یہ ہماری عین خواہش کے مطابق موقعہ نکل آیا۔ اور یہ لوگ خود اپنے تیار کردہ جال میں آ پھنسے ہیں حق کھل جائے گا۔ اور ایک عاجز بندے کی خدائی کا بت ٹوٹ جائے گا۔ اسلام کی حقانیت روشن ہو جائے گی۔ غرض آپ بہت خوش تھے۔ اور فرمایا کہ میں براہِ راست ڈاکٹر کلارک کو جواب بھیج رہا ہوں تا کہ اس معاملہ میں توقف نہ ہو۔ چنانچہ

آپ نے ڈاکٹر کلارک کو ایک رجسٹرڈ خط لکھا۔

حضرت عرفانی صاحبؓ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار کیا بے انتہا شکر ہے کہ اس واقعہ کی ابتداء دیکھنے کا موقعہ ہم کو بھی نصیب ہوا جو کامل طور پر کسر صلیب کا موجب ہوا ہے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ہم ابھی اتفاق حسنہ سے دارالامان کی برکتوں سے متمتع اور بہرہ ور ہو رہے تھے ہم کو خوب یاد ہے کہ مغرب کا وقت تھا چھوٹی مسجد کی بالائی چھت پر چند احباب تشریف رکھتے تھے۔ یکایک ایک حجرہ کے سے ہمارے حضور سید نا مرزا صاحب (فداہ ابی واُمّی) جلوہ افروز ہوئے ہم اسوقت کی حالت کا خاکہ بخدا الفاظ میں نہیں کھینچ سکتے اور نہ وہ الفاظ ہم کو مل سکتے ہیں۔ حضور کا چہرہ مسرت مجسم ہو رہا تھا اور اس قدر بزرگ اور عظیم الشان معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے ذہن میں نہیں آتا اس کی عظمت کیونکر بیان کریں۔ دل فرط شوق سے اچھلتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب شکار پھنسا۔ جنڈیالہ سے ایک خط آیا ہے وہاں کے عیسائیوں نے مسلمانوں کو تنگ کیا ہے اور وہ مباحثہ کے لئے ہم کو بلانا چاہتے ہیں ہم زبان قلم اور قلم زبان سے اس جوش کو ادا نہیں کرسکتے جس سے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ حضور اس قدر بے قرار تھے کہ ابھی مباحثہ ہو اور پر لگا کر وہاں پہنچیں۔'' (تحفہ سالانہ یا رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 14)

خط وکتابت متعلق مباحثہ جنگ مقدس

اس مباحثہ کے لئے جو خط وکتابت ہوئی اس کو ترتیب وار درج کر دیا جاتا ہے۔

1: ڈاکٹر کلارک کا خط محمد بخش پاندہ کے نام

میاں محمد بخش صاحب وجملہ شرکاء اہلِ اسلام جنڈیالہ

جنابِ من! بعد سلام کے واضح رائے شریف ہو کہ چونکہ ان دنوں میں قصبہ جنڈیالہ میں مسیحیوں اور اہلِ اسلام کے درمیان دینی چرچے بہت ہوتے ہیں۔ اور چند صاحبان آپ کے ہم مذہب دین عیسوی پر حرف لاتے ہیں اور کئی ایک سوال وجواب کرتے اور کرنا چاہتے ہیں اور نیز اسی طرح سے مسیحیوں نے بھی دین محمدی کے حق میں کئی تحقیقاتیں کرلی ہیں۔ اور مبالغہ از حد ہو چلا ہے۔ لہٰذا راقم رقیمہ ہٰذا کی دانست میں طریقہ بہتر اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک جلسہ عام کیا جائے جس میں صاحبان اہلِ اسلام معہ علماء ودیگر بزرگانِ دین کے جن پر کہ ان کی تسلی ہو موجود ہوں اور اسی طرح سے مسیحیوں کی طرف سے بھی کوئی صاحبِ اعتبار پیش کئے جاویں تاکہ جو باہمی تنازعہ ان دونوں

میں ہو رہے ہیں خوب فیصل کئے جاویں اور نیکی اور بدی اور حق اور خلاف ثابت ہو ویں۔ لہٰذا چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ کے درمیان آپ صاحبِ ہمت گنے جاتے ہیں ہم آپ کی خدمت میں از طرف مسیحان جنڈیالہ التماس کرتے ہیں کہ آپ خواہ خود یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کر کے ایک وقت مقرر کریں اور جس کسی بزرگ پر آپ کی تسلی ہو اسے طلب کریں۔ اور ہم بھی وقت معین پر محفل شریف میں کسی اپنے کو پیش کریں گے۔ کہ جلسہ میں فیصلہ امورات مذکورہ بالا کا بخوبی ہو جائے اور خداوند صراط المستقیم سب کو حاصل کرے۔ ہم کسی ضد یا فساد یا مخالفت کی رو سے اس جلسہ کے درپے نہیں ہیں مگر فقط اس بناء سے کہ جو باتیں برحق اور پسندیدہ ہیں سب صاحبان پر خوب ظاہر ہوں۔ دیگر التماس یہ کہ اگر صاحبان اہلِ اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہیں تو آئندہ کو اپنے اسپِ کلام کو میدانِ گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقت منادی یا دیگر موقعوں پر حجت بے بنیاد و لاحاصل سے باز آکر خاموشی اختیار کریں۔ ازراہ مہربانی اس خط کا جواب جلدی عنایت فرماویں تاکہ اگر آپ ہماری اس دعوت کو قبول کریں تو جلسہ کا اور ان مضامین کا جن کی بابت مباحثہ ہونا ہے معقول انتظام کیا جائے۔ فقط زیادہ سلام یہ نقل بطور اصل کے ہے۔

الراقم مسیحان جنڈیالہ مارٹن کلارک امرتسر (دستخط انگریزی میں ہیں)

2: میاں محمد بخش پاندہ کا خط حضرت اقدسؑ کے نام

حضرت جناب فیض مآب مجدّد الوقت فاضل اجل حامی دین رسول حضرت غلام احمد صاحب از طرف محمد بخش۔ السلام علیکم گزارش یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے قصبہ جنڈیالہ کے عیسائیوں نے بہت شور شر مچایا ہے بلکہ آج بتاریخ 11 اپریل 1893ء عیسائیانِ جنڈیالہ نے معرفت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسر بنام فدوی بذریعہ رجسٹری ایک خط ارسال کیا ہے۔ جس کی نقل خط ہٰذا کی دوسری طرف واسطہ ملاحظہ کے پیش خدمت ہے۔ عیسائیوں نے بڑے زور و شور سے لکھا ہے کہ اہل اسلام جنڈیالہ اپنے علماء و دیگر بزرگان دین کو موجود کر کے ایک جلسہ کریں اور دین حق کی تحقیقات کی جائے ورنہ آئندہ سوال کرنے سے خاموشی اختیار کریں۔ اس لئے خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ چونکہ اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں۔ اس لئے خدمت عالی شریف میں ملتمس ہوں کہ آنجناب لِلّٰہ اہلِ اسلام جنڈیالہ کو امداد فرماؤ ورنہ اہل اسلام پر دھبہ آجائے گا۔ و نیز عیسائیوں کے خط کو ملاحظہ فرما کر یہ تحریر فرماویں کہ

ان کو جواب خط کا کیا لکھا جاوے۔ جیسا آنجناب ارشاد فرماویں ویسا عمل کیا جاوے۔ فقط

جواب طلب ضروری

راقم محمد بخش پاندہا مکتب دیسی قصبہ جنڈیالہ ضلع و تحصیل امرتسر

11 اپریل 1893ء (حجۃ الاسلام، رخ جلد 6 صفحہ 59، مکتوبات احمد جلد اوّل ص 157، 158)

3: حضرت اقدس کا مکتوب بنام مسیحان جنڈیالہ

بخدمت مسیحانِ جنڈیالہ

بعد ماوجب آج میں نے آپ صاحبوں کی وہ تحریر جو آپ نے میاں محمد بخش صاحب کو بھیجی تھی شروع سے آخر تک پڑھی جو کچھ آپ صاحبوں نے سوچا ہے مجھے اس سے اتفاق رائے ہے بلکہ در حقیقت میں اس مضمون کے پڑھنے سے ایسا خوش ہوا کہ میں اس مختصر خط میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ یہ روز کے جھگڑے اچھے نہیں اور ان سے دن بدن عداوتیں بڑھتی ہیں اور فریقین کی عافیت اور آسودگی میں خلل پڑتا ہے۔ اور یہ بات تو ایک معمولی سی ہے اور اس سے بڑھ کر نہایت ضروری اور قابل ذکر یہ بات ہے کہ جس حالت میں دونوں فریق مرنے والے اور دنیا کو چھوڑنے والے ہیں تو پھر اگر باقاعدہ بحث کر کے اظہار حق نہ کریں تو اپنے نفسوں اور دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں بلکہ جس حالت میں خداوند کریم اور رحیم نے اس عاجز کو انہیں کاموں کے لئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہو گا کہ ایسے موقعہ پر خاموش رہوں۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کے لئے میں ہی حاضر ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فریقین کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کو اپنا اپنا مذہب بہت سے نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ملا ہے۔ اور یہ بھی فریقین کو اقرار ہے کہ زندہ مذہب وہی ہو سکتا ہے کہ جن دلائل پر اُس کی صحت کی بنیاد ہے۔ وہ دلائل بطور قصہ کے نہ ہوں بلکہ دلائل ہی کے رنگ میں اب بھی موجود اور نمایاں ہوں۔ مثلاً اگر کسی کتاب میں بیان کیا گیا ہو کہ فلاں نبی نے بطور معجزہ ایسے ایسے بیماروں کو اچھا کیا تھا تو یہ اور اس قسم کے اور امور اس زمانے کے لوگوں کے لئے ایک قطعی اور یقینی دلیل نہیں ٹھہر سکتی بلکہ ایک خبر ہے جو منکر کی نظر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ بلکہ منکر ایسی خبروں کو صرف ایک قصہ سمجھے گا۔ اسی وجہ سے یورپ کے فلاسفر مسیح کے معجزات سے جو انجیل میں مندرج ہیں کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ اس پر قہقہہ مار کر ہنستے ہیں۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو یہ نہایت آسان مناظرہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کا کوئی فرد

اس تعلیم اور علامات کے موافق جو کامل مسلمان ہونے کے لئے قرآن کریم میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرے اور اگر نہ کرسکے تو دروغ گو ہے نہ مسلمان۔ اور ایسا ہی عیسائی صاحبوں میں سے ایک فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو انجیل شریف میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کر کے دکھلائے اور اگر وہ ثابت نہ کرسکے تو وہ دروغ گو ہے نہ عیسائی۔ جس حالت میں دونوں فریق کا یہ دعویٰ ہے کہ جس نور کو ان کے انبیاء لائے تھے وہ نور فقط لازمی نہیں تھا بلکہ متعدی تھا تو پھر جس مذہب میں یہ نور متعدی ثابت ہوگا اسی کی نسبت عقل تجویز کرے گی کہ یہی مذہب زندہ اور سچا ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایک مذہب کے ذریعہ سے وہ زندگی اور پاک نور معہ اس کی تمام علامتوں کے حاصل نہیں کرسکتے جو اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے تو ایسا مذہب بجز لاف گزاف کے زیادہ نہیں۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی نبی پاک تھا مگر ہم میں سے کسی کو بھی پاک نہیں کرسکتا اور صاحبِ خوارق تھا مگر کسی کو صاحبِ خوارق نہیں بناسکتا اور الہام یافتہ تھا مگر ہم میں سے کسی کو ملہم نہیں بناسکتا تو ایسے نبی سے ہمیں کیا فائدہ۔ مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃَ کہ ہمارا سیّد و رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں تھا۔ اس نے ایک جہاں کو وہ نور حسب مراتب استعداد بخشا کہ جو اس کو ملا تھا اور اپنے نورانی نشانوں سے وہ شناخت کیا گیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے نور تھا جو بھیجا گیا اور اس سے پہلے کوئی ہمیشہ کے لئے نور نہیں آیا۔ اگر وہ نہ آتا اور نہ اُس نے بتلایا ہوتا تو حضرت مسیح کے نبی ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی کیونکہ اس کا مذہب مر گیا اور اس کا نور بے نشان ہو گیا۔ اور کوئی وارث نہ رہا جو اُس کو کچھ نور دیا گیا ہو۔ اب دنیا میں زندہ مذہب صرف اسلام ہے اور اس عاجز نے اپنے ذاتی تجارب سے دیکھ لیا اور پرکھ لیا کہ دونوں قسم کے نور اسلام اور قرآن میں اب بھی ایسے ہی تازہ بتازہ موجود ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے۔ اور ہم ان کے دکھلانے کے لئے ذمہ دار ہیں اگر کسی کو مقابلہ کی طاقت ہے تو ہم سے خط و کتابت کرے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ اس عاجز کے مقابلہ پر جو صاحب بھی کھڑے ہوں وہ کوئی بزرگ نامی اور معزز انگریز پادری صاحبوں میں سے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جو بات اس مقابلہ اور مباحثہ سے مقصود ہے اور جس کا اثر عوام پر ڈالنا مد نظر ہے وہ اسی امر پر موقوف ہے کہ فریقین اپنی اپنی قوم کے خواص میں سے ہوں۔ ہاں بطور تنزل اور اتمام حجت مجھے یہ بھی منظور ہے کہ اس مقابلہ کے لئے پادری عماد الدین صاحب یا پادری ٹھاکرداس صاحب یا مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہوں اور پھر اُن کے اسماء کسی اخبار کے ذریعہ سے شائع کر کے ایک پرچہ اس عاجز کی طرف بھی بھیجا جائے اور اس کے بھیجنے کے بعد یہ عاجز بھی اپنے مقابلہ کا

اشتہار دے دے گا۔ اور ایک پرچہ صاحب مقابلہ کی طرف بھیج دے گا۔ مگر واضح رہے کہ یوں تو ایک مدت دراز سے مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھگڑا چلا آتا ہے اور تب سے مباحثات ہوئے اور فریقین کی طرف سے بکثرت کتابیں لکھی گئیں اور درحقیقت علمائے اسلام نے بہ تمام ترصفائی سے ثابت کر دیا کہ جو کچھ قرآن کریم پر اعتراض کئے گئے ہیں وہ دوسرے رنگ میں توریت پر اعتراض ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نکتہ چینی ہوئی وہ دوسرے پیرایہ میں تمام انبیاء کی شان میں نکتہ چینی ہے جس سے حضرت مسیح بھی باہر نہیں بلکہ ایسی نکتہ چینیوں کی بناء پر خدا تعالیٰ بھی موردِ اعتراض ٹھہرتا ہے۔ سو یہ بحث زندہ مذہب یا مردہ مذہب کی تنقیح کے بارہ میں ہوگی۔ اور دیکھا جاوے گا کہ جن روحانی علامات کا مذہب اور کتاب نے دعویٰ کیا ہے وہ اب بھی اس میں پائی جاتی ہیں کہ نہیں اور مناسب ہوگا کہ مقام بحث لاہور یا امرتسر مقرر ہو اور فریقین کے علماء کے مجمع میں یہ بحث ہو۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔

(حجۃ الاسلام، رخ جلد 6 صفحہ 61 تا 64)

ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کا جواب

امرتسر میڈیکل مشن، 18 اپریل 1893ء

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیان سلامت

تسلیم عنایت نامہ آں صاحب کا وارد ہوا۔ بعد مطالعہ طبیعت شاد ہوئی۔ خاص اس بات سے کہ جنڈیالہ کے اہل اسلام کو آپ جیسے لائق و فائق ملے۔ لیکن چونکہ ہمارا دعویٰ نہ آپ سے پر جنڈیالہ کے محمدیوں سے ہے۔ ہم آپ کی دعوت قبول کرنے میں قاصر ہیں۔ ان کی طرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے اور تا حال جواب کے منتظر ہیں۔ اگر ان کی مدد آپ کو قبول ہے مناسب و باقاعدہ طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خود انہیں خطوط لکھیں جو آپ کے ارادے مہربانی کے ہیں ان پر ظاہر کریں اگر وہ آپ کو تسلیم کر کے اس جنگ مقدس کے لئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے چونکہ آپ روشن ضمیر و صاحب کار آزمودہ ہیں یہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ اس خاص بحث کے لئے آپ کو قبول کرنا یا نہ کرنا ہمارا اختیار نہیں بلکہ جنڈیالہ کے اہلِ اسلام کا۔ لہٰذا انہیں سے آپ فیصلہ کر لیں بعد ازاں ہم بھی حاضر ہیں۔ آپ کے اور ان کے فیصلہ کرنے ہی کی دیری ہے۔ زیادہ سلام

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 64، مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 159)

مسٹر عبداللہ آتھم کا انتخاب

ڈاکٹر کلارک نے پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکر داس وغیرہ سے مشورہ کیا اور چاہا کہ ان میں سے کوئی صاحب بہ حیثیت مناظر پیش ہوں مگر ان دونوں نے انکار کیا۔ آخر بڑے اصرار سے آتھم صاحب کو آمادہ کیا گیا اس شرط پر کہ پادری عماد الدین اور ٹھاکر داس صاحب ان کے ساتھ بطور معاون رہیں۔ ڈاکٹر کلارک نے حضرت کا مکتوب مسٹر آتھم کو دیا۔ اور انہوں نے اس کے اس حصہ کے متعلق جو روحانی مقابلہ کا تھا جواب دیا۔ جس پر حضرت اقدسؑ نے ان کو براہ راست مکتوب لکھا۔ یہ مکتوب حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحات 52 تا 57 نیز مکتوبات احمد جلد اول ص 161 تا 165 پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

شیخ نور احمد صاحبؓ اس وفد میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے شرائط طے کرنے گیا تھا موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ڈاکٹر کلارک صاحب کی کوٹھی پر پہنچے تو:

”ہمارے پہنچنے پر انہوں نے اردلی کو حکم دیا کہ کرسیاں بر آمدہ میں رکھ دو اور خود دوسرے دروازہ سے پادری عبداللہ آتھم کی کوٹھی پر چلے گئے۔ اتنے میں عصر کا وقت قریب آگیا اس کوٹھی کے احاطہ میں ایک بہت بڑا درخت بڑ کا تھا ہم سب نے اس کے نیچے نماز با جماعت پڑھی ڈاکٹر صاحب نے آتھم صاحب سے کہا کہ قادیان سے چند آدمی جلسہ مناظرہ کی شرائط اور تاریخ وغیرہ طے کرنے آئے ہیں۔ آتھم صاحب نے کانوں پر ہاتھ دھرا اور کہا ڈاکٹر صاحب ایک سو دوسرے مولوی ہوتے تو کچھ پرواہ نہ تھی تم نے کہاں بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال لئے مرزا صاحب قادیانی کا مقابلہ کرنا آسان نہیں سخت مشکل ہے ان دونوں کی گفتگو بعد میں عبداللہ آتھم کے خانساماں سے معلوم ہوئی۔“ (رسالہ نور احمد صفحہ 23)

سفارت احمدیہ بغرض تصفیہ شرائط مباحثہ

حضرت اقدس کو جب مسلمانانِ جنڈیالہ نے اپنا نمائندہ مقرر کر دیا اور ڈاکٹر کلارک کو حسبِ وعدہ مناظرہ کے لئے میدان میں آنا پڑا تو حضرت اقدس نے شرائط مباحثہ طے کرنے کے لئے ایک سفارت ڈاکٹر کلارک کے پاس بھیجی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں یہ پہلی سفارت ہے۔ یہ سفارت 15 معزز احباب پر مشتمل تھی جس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، منشی غلام قادر فصیح صاحبؓ، شیخ نور احمد صاحبؓ، وغیرہ احباب تھے۔ جن کے نام اگلے صفحات پر ایک اشتہار میں موجود ہیں۔ چنانچہ اس سفارت کے بھیجنے کی اطلاع آپ نے ڈاکٹر کلارک کو بذریعہ ایک مکتوب کے دی جس کو یہ سفارت اپنے ساتھ لے گئی تھی اس میں تمام

ضروری امور کی تفصیل درج ہے اور وہ یہ ہے:

"مشفق مہربان پادری صاحب

بعد ماوجب یہ وقت کیا مبارک وقت ہے کہ میں آپ کے اس مقدس جنگ کے لئے طیار ہو کر جس کا آپ نے اپنے خط میں ذکر فرمایا ہے اپنے چند عزیز دوست بطور سفیر منتخب کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس پاک جنگ کے لئے آپ مجھے مقابلہ پر منظور فرماویں گے۔ جب آپ کا پہلا خط جو جنڈیالہ کے بعض مسلمانوں کے نام تھا مجھ کو ملا اور میں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے تو میری روح اسی وقت بول اٹھی کہ ہاں میں ہوں جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے گا اور سچائی کو ظاہر کرے گا۔ وہ حق جو مجھ کو ملا ہے اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اب زور دار شعاعوں کے ساتھ نکلے گا اور دلوں پر اپنا ہاتھ ڈالے گا اور اپنے طرف کھینچ لائے گا لیکن اس کے نکلنے کے لئے کوئی تقریب چاہیے تھی سو آپ صاحبوں کا مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے بلانا نہایت مبارک اور نیک تقریب ہے مجھے امید نہیں کہ آپ اس بات پر ضد کریں کہ ہمیں تو جنڈیالہ کے مسلمانوں سے کام ہے نہ کسی اور سے۔ آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپ کے شان سے بھی بعید ہو گا کہ آپ عوام سے الجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کے لئے دس برس کا پیاسا ہے اور کئی ہزار خط اردو انگریزی اسی پیاس کے جوش سے آپ جیسے معزز پادری صاحبان کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں اور پھر جب کچھ جواب نہ آیا تو آخر ناامید ہو کر بیٹھ گیا۔ چنانچہ بطور نمونہ ان خطوں میں سے کچھ روانہ بھی کرتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کی اس توجہ کا اوّل مستحق میں ہی ہوں۔ اور سوائے اس کے اگر میں کاذب ہوں تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے طیار ہوں مَیں پورے دس سال سے میدان میں کھڑا ہوں۔ جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصور کیا جاوے۔ اس لئے باادب مکلف ہوں کہ اگر یہ امر مطلوب ہے کہ یہ روز کے قصے طے ہو جائیں اور جس مذہب کے ساتھ خدا ہے اور جو لوگ سچے خدا پر ایمان لا رہے ہیں ان کے کچھ امتیازی انوار ظاہر ہوں تو اس عاجز سے مقابلہ کیا جائے آپ لوگوں کا یہ ایک بڑا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام در حقیقت خدا تھے اور وہی خالق ارض و سما تھے اور ہمارا یہ بیان ہے کہ وہ سچے نبی ضرور تھے، رسول تھے، خدا تعالیٰ کے پیارے تھے مگر خدا نہیں تھے۔ سو اِنہیں امور کے

حقیقی فیصلہ کے لئے یہ مقابلہ ہو گا۔ مجھ کو خدا تعالیٰ نے براہِ راست اطلاع دی ہے کہ جس تعلیم کو قرآن لایا ہے وہی سچائی کی راہ ہے۔ اسی پاک توحید کو ہر یک نبی نے اپنی امت تک پہنچایا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ لوگ بگڑ گئے اور خدا تعالیٰ کی جگہ انسانوں کو دے دی۔ غرض یہی امر ہے جس پر بحث ہو گی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی غیرت اپنا کام دکھلائے گی اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ سے ایک دنیا کے لئے مفید اور اثر انداز نتیجے نکلیں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ اب کل دنیا یا ایک بڑا بھاری حصہ اس کا ایک ہی مذہب قبول کر لے جو سچا اور زندہ مذہب ہو اور جن کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی مہربانی کا بادل ہو۔ چاہیے کہ یہ بحث صرف زمین تک محدود نہ رہے بلکہ آسمان بھی اس کے ساتھ شامل ہو۔ اور مقابلہ صرف اس بات میں ہو کہ روحانی زندگی اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب میں ہے اور میں اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں۔ ہاں! اگر یہ چاہیں کہ معقولی طور پر بھی ان دونوں عقیدوں کا بعد اس کے تصفیہ ہو جائے تو یہ بھی بہتر ہے مگر اس سے پہلے روحانی اور آسمانی آزمائش ضرور چاہیے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

خاکسار

غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور 23/اپریل 1893ء"

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 64 تا 66، مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 169، 170)

امرت سر 24 اپریل 1893ء۔ ترجمہ چٹھی ڈاکٹر کلارک صاحب بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیسِ قادیان۔

جنابِ من! مولوی عبد الکریم صاحب بمعیت معزز سفارت یہاں پہنچے اور مجھے آپ کا دستی خط دیا۔ جناب نے جو مسلمانوں کی طرف سے مجھے مقابلہ کے لئے دعوت کی ہے اس کو میں بخوشی قبول کرتا ہوں۔ آپ کی سفارت نے آپ کی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کو بھی وہ انتظام اور شرائط منظور ہوں گے اس لئے مہربانی کر کے اپنی فرصت میں مجھے اطلاع بخشیں کہ آپ ان شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

آپ کا تابعدار

ایچ مارٹن کلارک ایم۔ ڈی۔ سی ایم (اڈنبرا) ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ سی۔

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 66، 67)

شرائط انتظام مباحثہ قرار یافتہ مابین عیسائیاں و مسلماناں

(ترجمہ از انگریزی)

1: یہ مباحثہ امرتسر میں ہو گا۔

2: ہر ایک جانب میں صرف پچاس اشخاص حاضر ہوں گے۔ پچاس ٹکٹ مرزا غلام احمد صاحب عیسائیوں کو دیں گے اور پچاس ٹکٹ، ڈاکٹر کلارک صاحب مرزا صاحب کو مسلمانوں کے لئے دیں گے۔ عیسائیوں کے ٹکٹ مسلمان جمع کریں گے اور مسلمانوں کے عیسائی۔

3: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسلمانوں کی طرف سے اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم خاں صاحب عیسائیوں کی طرف سے مقابلہ میں آئیں گے۔

4: سوائے ان صاحبوں کے اور کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہو گی۔ ہاں یہ صاحب تین شخصوں کو بطور معاون منتخب کر سکتے ہیں۔ مگر ان کو بولنے کا اختیار نہ ہو گا۔

5: مخالف جانب صحیح صحیح نوٹ بغرض اشاعت لیتے رہیں گے۔

6: کوئی صاحب کسی جانب سے ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ بول سکیں گے۔

7: انتظامی معاملات میں صدر انجمن کا فیصلہ ناطق مانا جائے گا۔

8: دو صدر انجمن ہوں گے یعنی ایک ایک ہر طرف سے، جو اُس وقت مقرر کئے جائیں گے۔

9: جائے مباحثہ کا تقرر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کے اختیار میں ہو گا۔

10: وقت مباحثہ 6 بجے صبح سے 11 بجے صبح تک ہو گا۔

11: کل وقت مباحثہ دو زمانوں پر منقسم ہو گا۔

(الف) 6 دن یعنی روز پیر مئی 22 سے 27 مئی تک ہو گا۔ اور اس وقت میں مرزا صاحب کو اختیار ہو گا کہ اپنا یہ دعویٰ پیش کریں کہ ہر ایک مذہب کی صداقت زندہ نشانات سے ثابت کرنی چاہیے جیسے کہ انہوں نے اپنی چٹھی 4 اپریل 1893ء موسومہ ڈاکٹر کلارک صاحب میں ظاہر کیا ہے۔

12: پھر دوسرا سوال اٹھایا جائے گا۔ پہلے مسئلہ الوہیتِ مسیح پر۔ اور پھر مرزا صاحب کو اختیار ہو گا کہ کوئی اور سوال جو چاہیں پیش کریں مگر چھ دن کے اندر اندر۔

13: دوسرا زمانہ بھی چھ دن کا ہو گا یعنی مئی 29 سے جون 3 تک۔ (اگر اس قدر ضرورت ہوئی) اس زمانہ میں مسٹر عبد اللہ آتھم خاں صاحب کو اختیار ہو گا کہ اپنے سوالات بہ تفصیل ذیل پیش کریں۔

(الف 1) رحم بلا مبادلہ (ب 2) جبر اور قدر (ج 3) ایمان بالجبر (د 4) قرآن کے خدائی کلام ہونے کا ثبوت (س 5) اس بات کا ثبوت کہ محمد صاحب (ﷺ) رسول اللہ ہیں۔ وہ اور سوال بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ 6 دن سے زیادہ نہ ہو جائے۔

14: ٹکٹ 15 مئی تک جاری ہو جانے چاہییں۔ وہ ٹکٹ مفصلہ ذیل نمونہ کے ہوں گے۔

15: عیسائیوں اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم خاں صاحب کی طرف سے یہ قواعد واجب الاطاعت اور یہ صحیح تحریر مانی گئی۔

"بطور شہادت مَیں (جس کے دستخط نیچے درج ہیں) مسٹر عبد اللہ آتھم خاں صاحب کی طرف سے دستخط کرتا ہوں۔ اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کا توڑنا فریق توڑنے والے کی طرف سے ایک اقرار گریز خیال کیا جائے گا۔"

تقریروں پر صاحبان صدر اور تقریر کنندگان اپنے اپنے دستخط ان کی صحت کے ثبوت میں ثبت کریں گے۔

دستخط ہنری کلارک ایم۔ ڈی وغیرہ امرتسر، اپریل 24 1893ء

نمونہ ٹکٹ

مباحثہ مابین ڈپٹی عبد اللہ آتھم خانصاحب

امرتسری اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

ٹکٹ داخلہ عیسائیوں کے لئے

داخل کرو...... کو نمبر..............

دستخط مرزا صاحب

نمونہ ٹکٹ

مباحثہ مابین ڈپٹی عبد اللہ آتھم خانصاحب

امرتسری اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

ٹکٹ داخلہ فریق مسلمانوں کے لئے

داخل کرو...... کو نمبر..............

دستخط ڈاکٹر کلارک صاحب

امرتسر 24۔4۔1893ء

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 67 تا 69۔ مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 171، 172)

یہ وفد جب واپس آیا تو حضرت اقدس نے اگلے روز پادری صاحب کو تمام شرائط تسلیم کرتے ہوئے ایک خط لکھا۔ اور اس خط میں مباحثہ کے ساتھ ساتھ ایک ایسا طرز مقابلہ پیش کیا کہ کوئی دل گردے والا ہی یہ کام کر سکتا تھا۔ آپؑ نے ایک تو ہندوستان کیا تمام مذاہب کے درمیان ہونے والے بحث مباحثہ کی طرز کو ہی بدل کے رکھ دیا۔ اور دوسری طرف ایک ایسا طریق پیش کیا کہ جس میں فیصلہ قطعی تھا اور کسی شک وشبہ یا چالاکی اور ہوشیاری کام نہیں آسکتی تھی۔ اور وہ تھا مباہلہ کا طریق۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا:

مشفق مہربان پادری صاحب سلامت

بعدمَاوَجب میں نے آپ کی چٹھی کو اوّل سے آخر تک سنا۔ میں اُن تمام شرائط کو منظور کرتا ہوں جن پر آپ کے اور میرے دوستوں کے دستخط ہو چکے ہیں لیکن سب سے پہلے یہ بات تصفیہ پا جانی چاہیے کہ اس مباحثہ اور مقابلہ سے علّتِ غائی کیا ہے؟ کیا یہ انہیں معمولی مباحثات کی طرح ایک مباحثہ ہو گا جو سالہائے دراز سے عیسائیوں اور مسلمانوں میں پنجاب اور ہندوستان میں ہو رہے ہیں؟ جن کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان تو اپنے خیال میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے عیسائیوں کو ہر یک بات میں شکست دی ہے عیسائی اپنے گھر میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ مسلمان لاجواب ہو گئے ہیں۔ اگر اسی قدر ہے تو یہ بالکل بے فائدہ اور تحصیل حاصل ہے اور بجز اس بات کے اس کا آخری نتیجہ کچھ نظر نہیں آتا کہ چند روز بحث مباحثہ کا شور و غوغا ہو کر پھر ہر یک فضول گو کو اپنی ہی طرف کا غلبہ ثابت کرنے کے لئے باتیں بنانے کا موقعہ ملتا رہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ حق کھل جائے اور ایک دنیا کو سچائی نظر آ جائے۔ اگر فی الحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام خدا ہی ہیں اور وہی ربّ العالمین اور خَالِقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْض ہے تو بے شک ہم لوگ کافر کیا اَکْفَر ہیں۔ اور بے شک اس صورت میں دین اسلام حق پر نہیں ہے لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام صرف ایک بندہ خدا تعالیٰ کا نبی اور مخلوقیت کی تمام کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر یہ عیسائی صاحبوں کا ظلم عظیم اور کفر کبیر ہے کہ ایک عاجز بندہ کو خدا بتا رہے ہیں اور اس حالت میں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ دلیل نہیں کہ اس نے نابود شدہ توحید کو پھر قائم کیا اور جو اصلاح ایک سچی کتاب کو کرنی چاہیے تھی وہ کر دکھائی اور ایسے وقت میں آیا جس وقت میں اس کے آنے کی ضرورت تھی یوں تو یہ مسئلہ بہت ہی صاف تھا کہ خدا کیا ہے اور اس کی صفات کیسی ہونی چاہیے۔ مگر چونکہ اب عیسائی صاحبوں کو یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا اور

معقولی و منقولی بحثوں نے اس ملک ہندوستان میں کچھ ایسا ان کو فائدہ نہیں بخشا۔ اِس لئے ضرور ہو کہ اب طرز بحث بدل لی جائے۔ سو میری دانست میں اس سے انسب طریق اور کوئی نہیں کہ ایک روحانی مقابلہ مباہلہ کے طور پر کیا جائے اور وہ یہ کہ اوّل سے اسی طرح ہر چھ دن تک مباحثہ ہو جس مباحثہ کو میرے دوست قبول کر چکے ہیں۔ اور پھر ساتویں دن مباہلہ ہو اور فریقین مباہلہ میں یہ دعا کریں مثلاً فریق عیسائی یہ کہے کہ وہ عیسیٰ مسیح ناصری جس پر میں ایمان لاتا ہوں وہی خدا ہے اور قرآن انسان کا افترا ہے خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں۔ اور اگر میں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل ہو جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے۔

اور ایسا ہی یہ عاجز دعا کرے گا کہ اے کامل اور بزرگ خدا میں جانتا ہوں کہ در حقیقت عیسیٰ مسیح ناصری تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے خدا ہرگز نہیں۔ اور قرآن کریم تیری پاک کتاب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے اور اگر میں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل کر جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے۔ اور اے خدا میری رسوائی کے لئے یہ بات کافی ہوگی کہ ایک برس کے اندر تیری طرف سے میری تائید میں کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہو جس کے مقابلہ سے تمام مخالف عاجز رہیں۔ اور واجب ہوگا کہ فریقین کے دستخط سے یہ تحریر چند اخبار میں شائع ہو جائے کہ جو شخص ایک سال کے اندر مورد غضب الٰہی ثابت ہو جائے اور یا یہ کہ ایک فریق کی تائید میں کچھ ایسے نشان آسمانی ظاہر ہوں کہ دوسرے فریق کی تائید میں ظاہر و ثابت نہ ہو سکیں تو ایسی صورت میں فریق مغلوب یا تو فریق غالب کا مذہب اختیار کرے اور یا اپنی کل جائیداد کا نصف حصہ اس مذہب کی تائید کے لئے فریق غالب کو دے دے جس کی سچائی ثابت ہو۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 69، 70۔ مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 173، 174)

ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد اس مباحثہ کے متعلق ایک اشتہار بہ تعداد کثیر چھاپ کر شائع کیا گیا۔

''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس اور اُن کے مقابلہ کے لئے اشتہار

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرج العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط کے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علماء

اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدس کے لئے طیاری کر رہے ہیں انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ ایک پورے پورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائے گا اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آئندہ ان کا استحقاق نہیں ہو گا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہو سکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں روحانی جنگوں کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے اس لئے بلا توقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیر ان پیغامِ جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرت سر بھیجے گئے جن کے نام نامی یہ ہیں۔

مرزا خدا بخش صاحب، منشی عبد الحق صاحب، حافظ محمد یوسف صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی عبد الکریم صاحب، منشی غلام قادر صاحب فصیح، میاں محمد یوسف خاں صاحب، شیخ نور احمد صاحب، میاں محمد اکبر صاحب، حکیم محمد اشرف صاحب، حکیم نعمت اللہ صاحب، مولوی غلام احمد صاحب انجینئر، میاں محمد بخش صاحب، خلیفہ نورالدین صاحب، میاں محمد اسمٰعیل صاحب۔

تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالاتفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرت سر واقع ہو اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اِس جنگ کا پہلوان مسٹر عبد اللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا اور یہ بھی اُن کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہونگے اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق مخالف پر اعتراض کرنے کے لئے دئے گئے اس طرح پر کہ اوّل چھ روز تک ہمارا حق ہو گا کہ ہم فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں مثلاً۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی اُلوہیّت اور اُن کے مُنجّی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب پر ہو سکتا ہے پیش کریں ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہو گا کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر اعتراض کئے جائیں۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ مجلسی انتظام کے لئے ایک ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق مخالف کے گروہ کو شور و غوغا اور ناجائز کارروائی اور دخل بیجا سے روکے اور یہ بات بھی باہم مقرّر اور مسلّم ہو چکی کہ ہر یک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہونگے اور فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کر پچاس پچاس اپنے اپنے آدمیوں کے حوالہ کریں گے اور بغیر دکھلانے ٹکٹ کے کوئی اندر نہیں آسکے گا اور

آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث 22 مئی 1893ء سے شروع ہونی چاہیئے انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا اور وہی اس کے ذمّہ دار ہوئے۔ اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبد الکریم صاحب کی اس تحریر پر دستخط ہو گئے جس میں یہ شرائط بہ تفصیل لکھے گئے تھے اور یہ قرار پایا کہ 15 مئی 1893ء تک فریقین ان **شرائط** مباحثہ کو شائع کر دیں اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام **جنگ مقدس** رکھا ہے اس لئے ان کی خدمت میں بتاریخ 25 اپریل 1893ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں لیکن یہ بات پہلے سے تجویز ہو جانا ضروری ہے کہ اس جنگ مقدس کا فریقین پر اثر کیا ہو گا۔ اور کیونکر کھلے کھلے طور پر سمجھا جائیگا کہ درحقیقت فلاں فریق کو شکست آگئی ہے کیونکہ سالہاسال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ **معقولی** اور **منقولی بحثوں** میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق **غالب** آجائے مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہو گئے ہیں بلکہ مباحثات کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیے چڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا ہی غالب رہنا ثابت ہو اور اگر صرف اسی قدر منقولی بحث ہو تو ایک عقلمند پیشگوئی کر سکتا ہے کہ یہ مباحثہ بھی انہیں مباحثات کی مانند ہو گا جو ابتک پادری صاحبوں اور علماء **اسلام** میں ہوتے رہے ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے مباحثہ میں کوئی بھی نئی بات معلوم نہیں ہوتی پادری صاحبوں کی طرف سے وہی معمولی اعتراضات ہوں گے کہ مثلاً اسلام زور شمشیر سے پھیلا ہے اسلام میں کثرت ازدواج کی تعلیم ہے۔ اسلام کا بہشت ایک جسمانی بہشت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ہماری طرف سے بھی وہی معمولی جواب ہونگے کہ اسلام نے تلوار اُٹھانے میں سبقت نہیں کی اور اسلام نے صرف بوقت ضرورت امن قائم کرنے کی حد تک تلوار اُٹھائی ہے اور اسلام نے عورتوں اور بچّوں اور راہبوں کے قتل کرنے کیلئے حکم نہیں دیا بلکہ جنہوں نے سبقت کر کے اسلام پر تلوار کھینچی وہ تلوار سے ہی مارے گئے۔ اور تلوار کی لڑائیوں میں سب سے بڑھ کر توریت کی تعلیم ہے جس کی رو سے بیشمار عورتیں اور بچّے بھی قتل کئے گئے جس خدا کی نظر میں وہ بے رحمی اور سختی کی لڑائیاں بُری نہیں تھیں بلکہ اُس کے حکم سے تھیں تو پھر نہایت بے انصافی ہو گی کہ وہی خدا اسلام کی ان لڑائیوں سے ناراض ہو جو مظلوم ہونے کی حالت میں یا امن قائم کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ کے **پاک نبی صلّی اللہ علیہ وسلم** کو کرنی پڑی تھیں ایسا ہی کثرت ازدواج کے اعتراض میں ہماری طرف سے وہی معمولی جواب ہو گا کہ اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی

سینکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچ گئی تھی اور اسلام نے تعدادِ ازدواج کو کم کیا ہے نہ زیادہ۔ بلکہ یہ **قرآن** میں ہی ایک فضیلت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بے حدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے۔ اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سو(100)سو(100)بیوی کی بلکہ بعض نے **سات سو تک** نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مبتلا رہے اور کیا اُن کی اولاد جن میں سے بعض راستباز بلکہ نبی بھی تھے ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ ایسا ہی **بہشت** کی نسبت بھی وہی معمولی جواب ہو گا کہ مسلمانوں کا بہشت صرف جسمانی بہشت نہیں بلکہ **دیدارِ الٰہی** کا گھر ہے اور دونوں قسم کی سعادتوں روحانی اور جسمانی کی جگہ ہے ہاں عیسائی صاحبوں کا **دوزخ محض جسمانی ہے۔**

لیکن اس جگہ سوال تو یہ ہے کہ ان مباحثات کا نتیجہ کیا ہو گا کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ عیسائی صاحبان مسلمانوں کے ان جوابات کو جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی ہیں قبول کر لیں گے یا ایک انسان کے خدا بنانے کیلئے صرف معجزات کافی سمجھے جائیں گے یا بائیبل کی وہ عبارتیں جن میں علاوہ حضرت مسیح کے ذکر کے کہیں یہ لکھا ہے کہ **تم سب خدا کے بیٹے ہو** اور کہیں یہ کہ تم اس کی بیٹیاں ہو اور کہیں یہ کہ تم سب خدا ہو ظاہر پر محمول قرار دئے جائیں گے اور جب ایسا ہونا ممکن نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بحث کا عمدہ نتیجہ جس کے لئے 12 دن امرتسر میں ٹھہرنا ضروری ہے کیا ہو گا۔

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے اپنے چھ دن پورے کر لیں تو ان میں مباہلہ بھی ہو اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لئے ایک سال کی میعاد قائم ہو پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہو گا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کر لے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہو گا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلّی فرق ہو جائے گا کیونکہ جب ایک خارق نشان کے مقابل پر ایک فریق بالمقابل نشان دکھلانے سے بکلّی عاجز رہا تو فریق نشان دکھلانے والے کا غالب ہونا بکلی کھل جائے گا اور تمام بحثیں ختم ہو جائیں گی اور حق ظاہر ہو جائیگا لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گزرتا ہے جو آج تک جو 3 مئی 1893ء ہے ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا کچھ بھی جواب نہیں

دیا لہٰذا اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور انکے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے تو پھر معمولی بحثوں سے یہ اُمید رکھنا طمع خام ہے اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو آزمایا جائے اور میں نے اس طریق کو بدل و جان منظور کر لیا ہے اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے لیکن ساتھ اسکے یہ ضروریات سے ہوگا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونیکے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے یعنی اس طور سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے خُدا اگر ہم دجل پر ہیں تو فریق مخالف کے نشان سے ہماری ذلّت ظاہر کر اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کر کے فریق مخالف کی ذلّت ظاہر فرما اور اس دُعا کے وقت دونوں فریق آمین کہیں گے اور ایک سال تک اسکی میعاد ہوگی اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہوگی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں۔ پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلاویں یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں تو میرا باطل پر ہونا کھل گیا اور اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے الہام سے فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں مگر خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور اُس کا مرسل اور برگزیدہ ہے اور مجھ کو یہ بھی فرمایا کہ جو مسیح کو دیا گیا وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے اور تو مسیح موعود ہے اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کرے گا اور یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کا مصداق ہوگا پس جبکہ یہ بات ہے تو میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں سو آج میں ان تمام باتوں کو قبول کر کے اشتہار دیتا ہوں ۔ اب بعد شائع ہونے اس اشتہار کے مناسب اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس قدر اشتہار دے دیں کہ اگر بعد مباہلہ **مرزا غلام احمد** کی تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر ہو جائے جس کے مقابل پر اسی

سال کے اندر ہم نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے ورنہ اپنی تمام جائیداد کا نصف حصہ دین اسلام کی امداد کی غرض سے فریق غالب کو دے دیں گے اور آئندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہونگے۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت سوچ لیویں کہ میں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں اور انکی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں یعنی اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلائیں اور میں بھی دکھلاؤں تب بھی بموجب اس شرط کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور میں صرف اُس حالت میں سچا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں اور اگر ڈاکٹر صاحب بعد اشاعت اس اشتہار کے ایسے مضمون کا اشتہار بالمقابل شائع نہ کریں تو پھر صریح ان کی گریز متصور ہو گی ا اور ہم پھر بھی انکی منقولی و معقولی بحث کے لئے حاضر ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس بارے میں یعنی نشان نمائی کے امر میں اپنا اور اپنی قوم کا اسلام کے مقابل پر عاجز ہونا شائع کر دیں یعنی یہ لکھدیں کہ **یہ اسلام ہی کی شان ہے** کہ اس سے آسمانی نشان ظاہر ہوں اور عیسائی مذہب ان برکات سے خالی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہو گا نہ مسلمانانِ جنڈیالہ سے سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ احمدیہ ہی سچے مسلمان ہیں جو خدا تعالیٰ کے کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے اور حضرت مسیحؑ کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں جو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 44 تا 50)

عبد اللہ آتھم کا بصورت مغلوبیت اسلام قبول کرنے کا اقرار

جب مباحثہ کی جملہ شرائط طے پا گئیں تو حضرت اقدسؑ نے ایک تفصیلی مکتوب اشتہار کی صورت میں 25 اپریل کو شائع فرمایا۔ جس میں ایک بار پھر مباہلہ جیسے حتمی طریق فیصلہ کی طرف دعوت دی جس سے عبد اللہ آتھم مسلسل کترا رہے تھے اور پہلو تہی کر رہے تھے۔ اس پر آپؑ نے آتھم صاحب کو لکھا کہ کم از کم یہ تو اقرار کریں کہ اگر وہ مغلوب ہو گئے تو اسلام قبول کر لیں گے یا اپنی تمام جائداد کا نصف دین اسلام کی مدد کے لئے دیں گے۔ چنانچہ آپؑ نے لکھا:

”اب بعد شائع ہونے اس اشتہار کے مناسب اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس قدر اشتہار دے دیں کہ اگر بعد مباہلہ مرزا غلام احمد کی تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر

ہو جائے جس کے مقابل پر اسی سال کے اندر ہم نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے ورنہ اپنی تمام جائداد کا نصف حصہ دین اسلام کی امداد کی غرض سے فریق غالب کو دے دیں گے اور آئندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہونگے۔"

اس پر آتھم صاحب نے 9 مئی کو درج ذیل تحریر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھیج دی۔ جسے حضورؑ نے اپنی تصنیف "سچائی کا اظہار" روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 80 پر شائع فرمادیا۔ وہ تحریر یہ تھی:

جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا اور کوئی صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربّانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔

دستخط مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب

محمد حسین بٹالوی صاحب اور بعض مسلمان علماء کا عیسائی نمائندوں سے تعاون

دراصل ڈاکٹر کلارک صاحب حضرت اقدسؑ سے بخوبی واقف ہی نہ تھا اور جلد بازی میں اس نے چیلنج قبول تو کر لیا تھا۔ لیکن ایک طرف تو دوسرے عیسائی رہنما ڈاکٹر صاحب کو کوس رہے تھے کہ قادیان کے مرزا صاحب سے کیوں مقابلہ منظور کر لیا اور دوسری طرف اب کوئی عیسائی سامنے آنے کو تیار نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پادری عماد الدین جیسا جس کو بڑا دعویٰ تھا کہ وہ بہت بڑا مولوی ہے وہ باوجود اصرار کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ اور بڑی کوشش کے بعد آخر کار عبد اللہ آتھم تیار ہوا۔ اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے کہ ڈاکٹر کلارک نے پہلے بھی کوشش کی تھی کہ کسی طرح یہ موت کا پیالہ ٹل جاوے۔ جب انہوں نے محمد بخش پاندہ کو مجبور کرنے کی کوشش کی کہ اہالیان جنڈیالہ خود مباحثہ کے لئے میدان میں آئیں اور مرزا صاحب کو شامل نہ کریں۔ لیکن جب میاں محمد بخش صاحب پانڈہ نے ان کو منہ توڑ جواب دیا تو اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ بحث ہو جائے اس لئے کہ چیلنج خود انہوں نے دیا تھا۔

اب کوئی شک نہیں کہ مباحثہ کے چیلنج کا گلے پڑا ڈھول بجانے کے لئے عیسائی فریق تیار تو ہو چکا تھا لیکن وہ مسلسل اس خیال میں ضرور تھے کہ ہو سکے تو کم از کم حضرت مرزا صاحب سے مباحثہ کرنے سے جان

چھوٹ جائے۔ اور اسی اُدھیڑ بُن میں ان کی امداد کے لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تلخ ترین دشمن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی امداد حاصل ہو گئی اور ایک مشورہ یا منصوبہ کے بعد تو ڈاکٹر صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہ پیالہ ٹل جائے گا۔ مگر منصوبہ ان کی اور ان کے ہمنواؤں کی مزید ذلّت کا باعث ہوا۔ اور موت کا یہ پیالہ ان کو پیناہی پڑا۔ پہلے مباحثہ کی صورت میں اور پھر سچ مچ کا موت کا پیالہ آتھم کو پینا پڑا۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جو کہ اس مباحثہ میں بھی شامل رہے اور ان واقعات کے چشمدید گواہ بھی ہیں۔ وہ اپنی تصنیف حیات احمدؑ میں لکھتے ہیں:

”اب جبکہ مولوی محمد حسین صاحب اس دنیا میں نہیں اور مرنے سے پہلے انہوں نے فتویٰ کفر سے رجوع کر لیا تھا شاید مناسب نہ سمجھا جاوے کہ میں اس مباحثہ کے سلسلہ میں ایک ایسے واقعہ کا اظہار کروں جو اسلام دشمنی اور باطل پرستی کا مظہر ہے مگر ایک وقائع نگار کی حیثیت سے میں اسے ترک نہ کرنے پر مجبور ہوں۔ جب اس مباحثہ کے انعقاد کے متعلق تمام ضروری امور اور شرائط تصفیہ پاکر مباحثہ کی تاریخیں بھی مقرر ہو گئیں تو مولوی محمد حسین کو ناگوار ہوا کہ اس مباحثہ میں اسے کسی نے نہ پوچھا اور حضرت مرزا صاحب اس جنگِ مقدس میں مسلمانوں کے رہنما قرار پائے تو انہیں اپنی مخالفت کی وجہ سے جو عداوت کا رنگ اختیار کر چکی تھی پادریوں کی طرف رجوع کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا اور عیسائی خود پریشان تھے کہ انہوں نے اس مباحثہ کو کیوں منظور کر لیا اس لئے وہ بھی اس کے ٹلانے کے لئے بہانہ تلاش کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے ڈاکٹر کلارک کو سمجھایا کہ جبکہ علمائے اسلام نے...... حضرت مرزا صاحب کے خلاف کفر کا فتویٰ دے رکھا ہے تو وہ مسلمانوں کے نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر کلارک کو یہ بہانہ مل گیا۔ اس نے اخبار نور افشاں لودہانہ کے ساتھ بطور ضمیمہ کے ایک اشتہار شائع کیا اور جنڈیالہ کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے اس امر پر زور دیا کہ جو شخص علماءِ اسلام کے نزدیک کافر اور مرتد ہے وہ اسلام کا نمائندہ اور تمہارا وکیل کیسے ہو سکتا ہے؟ تم کسی اور مسلمان عالم کو اپنا وکیل مقرر کرو۔

ڈاکٹر کلارک اور مولوی محمد حسین صاحب کو یقین تھا کہ یہ حربہ کارگر ہو گا اور اس طرح پر یہ موت کا پیالہ ٹل جائے گا مگر یہ تو آسمان پر قرار پائی ہوئی تجویز تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ سے اس طرح پر کسرِ صلیب ہو۔ میاں محمد بخش پانڈہ اور ان کے رفقائے کار بخوبی جانتے تھے اور ان کو امرت

سر کے رؤسا اور بعض دوسرے مسلمانوں نے بھی جو اس مباحثہ کی اہمیت کو سمجھتے تھے بتادیا تھا کہ اس میدان کا مرد **یہی شخص** ہے۔ اور وہ خود پہلے ہی دیکھ چکے تھے کہ جن مسلمانوں کو انہوں نے لکھا وہ جواب تک نہ دیتے اس لئے انہوں نے ڈاکٹر کلارک کے مطالبہ کو سختی سے رد کر دیا اور صاف اور کھلے الفاظ میں ڈاکٹر کلارک کو بتایا کہ باہمی اختلاف تو ہر مذہب کے لوگوں میں موجود ہے کیا سب عیسائی اس اختلاف سے بچے ہوئے ہیں۔ اور ہم ایسے علماء کو جو ایک مؤیّد الاسلام کی تکفیر کرتے ہیں مفسد یقین کرتے ہیں اس پر ایک مفصل اشتہار مسلمانانِ جنڈیالہ کی طرف سے ہی نہیں بلکہ امرتسر کے مسلمانوں کی طرف سے بھی شائع ہوا اور اس پر بعض علماء کے بھی دستخط تھے۔" (حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 173,174)

اس کی تفصیل پہلے بھی گزر چکی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ جس کو حضور کی تصنیف "سچائی کا اظہار" میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں حضورؑ نے کافی وشافی جواب دیا کہ یہ کوئی عذر معقول نہیں ہے۔ حسب شرائط تم لوگوں کو مباحثہ کے لئے آنا ہی ہوگا۔ اور اس طرح عیسائی فریق کا یہ حربہ بھی ناکام ہوا اور ندامت الگ حصہ میں آئی اور طوعاً و کرہاً انہیں مباحثہ کے لئے آنا پڑا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا قابل تحسین اقدام

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر کلارک نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی اعانت اور مشورہ سے جب یہ اشتہار دیا کہ مرزا صاحب تو مسلمان ہی نہیں اور ہم نے تو مسلمانوں سے مباحثہ کرنا منظور کیا ہے تو امرتسر کے علماء اور رئیسوں کی طرف سے جو اشتہار دیا گیا جس میں اس عذر کا جواب تھا اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تو یہاں تک لکھا تھا کہ اس جنگِ مقدس میں حضرت مرزا صاحب کے زیر کمانڈ اسی طرح کھڑا ہونے کا اعلان کرتا ہوں جس طرح حضرت معاویہؓ نے باوجود حضرت علیؓ کے ساتھ اختلاف کے اسلام کے دشمن کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے ماتحت لڑنے کا اعلان کیا۔ (بحوالہ حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 174)

اب جبکہ عیسائیت اور اسلام کا براہ راست مقابلہ تھا۔ مسلمان علماء اور صوفیاء کی اکثریت تو چپ سادھے ہوئے تھی۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور ان کے حمایتی عیسائی فریق کے ہاتھ مضبوط کرنے کی مذموم کوشش میں مصروف تھے۔ ایسے وقت میں ثناء اللہ امرتسری صاحب اور امرتسر کے کچھ دیگر مسلمانوں کا یہ عمل بلاشبہ قابل تحسین قدم تھا۔

مباحثہ جنگ مقدس کے لئے احباب کا امر تسر میں ورود

حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ نے 20 مئی 1893ء کے حالات کے ضمن میں ایک مضمون شائع کیا جس سے مباحثہ کے بارہ میں کچھ مزید امور کا بھی علم ہو گا اور اس وقت مہمانوں کے قیام اور دیگر ضروری امور کی تفصیلات جاننے کا بھی موقعہ ملتاہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"20 مئی 1893ء کو بوقت 5 بجے امر تسر کے اسٹیشن پر پہنچنے کا اتفاق ہوا۔ درمیان سفر میں بہت سی خبریں اس طرح کی سننے میں آئیں کہ عیسائی صاحبان نے اس جلسہ بحث کے منعقد ہونے سے اعراض کیا ہے اور انہوں نے اس جنگ میں حضرت مقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنا حریف مقابل ہونے سے بعد قرار داد شرائط کے انکار کر دیاہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ شاید یہ بحث ملتوی ہو جائے مگر پلیٹ فارم پر اترنے سے معلوم ہوا کہ حضرت مقدس جناب مرزا صاحب موصوف ابھی اس گاڑی میں بٹالہ کی طرف سے تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد گاڑی اسٹیش پر پہنچی اور حضرت مقدس موصوف بمعیت حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی و دیگر رفقاء تشریف لے آئے۔ عدم انعقاد جلسہ کے بارہ میں جو ایک تشویش پیدا ہو رہی تھی وہ کسی قدر دفع ہوئی۔ حضرت موصوف کی تشریف آوری ہی جب اسی غرض کے واسطے تھی تو ثابت ہوا کہ التوا جلسہ بحث کی خبر یقینی نہیں ہے۔[1] حضرت مقدس موصوف سے نیاز حاصل کرنے کے بعد بسواری گاڑی شہر کو روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ اسباب متعلقہ ڈیرہ ہمراہیان حضرت موصوف کے لدوانے میں صرف ہوا۔ شہر میں پہنچ کر مطبع ریاض ہند کے ملحقہ مکانات میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اگرچہ مکانات تنگ اور قابل گنجائش نہ تھے مگر جب تک کہ کوئی مکان کافی دستیاب نہ ہوسکے سر دست اسی مکان میں ٹھہرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اکثر واردین و صادرین جو اس جنگ میں شریک ہونے کی غرض سے ہمرکاب حضرت مقدس حاضر ہوئے تھے۔ کچھ تو ان مکانات میں فروکش ہوئے اور کچھ دیگر مکانات میں جو علیحدہ تھے مگر قریب اتر پڑے بعض مسافرین کو میاں خیر الدین صاحب مرحوم کی مسجد کے وسیع صحن میں دو تین دن رات بسر کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ اور مسجد موصوف کی کھلی فضا اور کثرت آب سے حظ اٹھانا نصیب ہوا۔ اسی دن بہت سے اشتہارات منجانب مسلمانان جنڈیالہ و دیگر اہالیان امر تسر جن میں ایک دو مولوی صاحبان کے نام بھی تھے مشتہر ہوتے نظر آئے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عیسائی صاحبان نے جو بعد قرارداد شرائط و منظوری بحث کے حضرت مقدس جناب مرزا صاحب

1۔ درحقیقت یہ افواہ محمد حسین بٹالوی صاحب نے خود پھیلائی تھی، جیسا کہ اسی حوالہ کے اگلے الفاظ سے ظاہر ہو رہاہے۔ مؤلف

کے حریف مقابل بننے سے انکار کیا ہے یہ اشتہار عیسائیوں کی روگردانی کا جواب ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کی حمایت اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے فریق مباحث کی منظوری کا اظہار کرنے کے لئے شائع ہوئے ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں نے بعد منظوری بحث یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ ہمارا مقابلہ مسلمانوں سے ہے اور جناب مرزا صاحب کی نسبت جس صورت میں بٹالوی صاحب فتاویٰ کفر مرتب کرا کر مہریں لگا چکے ہیں تو مسلمانوں کی طرف سے ان کا فریق مباحث ہونا کس طرح جائز متصور ہو سکتا ہے۔ اپنی اس وکالت کا پہلے وہ مسلمانوں سے تصفیہ کرلیں پھر ہم سے بحث کریں اور اسی طرح کی اور بھی باتیں نسبت اعتقادیات جناب مرزا صاحب بحوالہ کفرنامہ مولوی بٹالوی، عیسائی صاحبان نے مقرر کرر کھی تھیں۔ مگر امرت سر کے بعض تجربہ کار حالاتِ زمانہ سے واقف مولوی صاحبان نے عیسائیوں کی اس مشت بعد از جنگ کو ان کے اپنے سروں پر ہی دے مارا۔ اور ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ عیسائی صاحب اپنا منہ لے کر رہ گئے اور آخر کار بڑی معذوری اور مجبوری سے ان کو حضرت مقدس جناب مرزا صاحب سے مقابلہ کرنا ہی پڑا۔ اور کسی طرح سے وہ خود اپنی قرارداده شرائط کو ان ناجائز حیلہ سازیوں سے اپنے سروں سے ٹال نہ سکے یہ بات کہ کیوں عیسائی صاحبان باوجود پہلی نہایت یقینی طور پر شرائط مقرر کر چکنے کے یک بیک ہراساں ہو کر بحث سے پہلو تہی کرنے لگے پر سبب نہیں۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کے کمیشن پہنچنے پر بلا مشورہ دیگر معزز عیسائی صاحبان کے ایک فوری جوش میں آکر جناب مرزا صاحب موصوف کی درخواست کو منظور کر لیا تھا۔ شاید وہ حضرت مقدس کے کمالات سے چنداں واقف نہ تھے۔ اور جب سے وہ ولایت سے ہندوستان میں آئے ان کو میرزا صاحب کے کمالات کو پورے طور پر سمجھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا وہ ایک ناواقفی کی حالت میں اتفاقیہ پھندے میں پھنس گئے۔ مگر جب پیچھے سے ان کے دیگر معزز احباب نے انہیں قائل کیا کہ یہ ایک بے جا اور نامناسب حرکت ہوئی ہے تو انہیں فکر پڑی۔ بیرونجات کے بھی اکثر اہل الرائے عیسائی صاحبان نے ان کی اس حرکت پر اظہار پسندیدگی نہ کیا۔ پس جس قدر حیلہ بازیاں اور ناجائز خلاف شرائط عذرات عیسائی صاحبان کی طرف سے حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کو حریف مقابل بنانے کے لئے ظہور میں آئے وہ اسی کا نتیجہ تھے۔ افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہو جانے اور بے اثر ثابت ہو جانے میں بہت سا حصہ شیخ بٹالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہو سکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پانے میں انہوں نے روک تھام کی مگر افسوس کہ عیسائی صاحبان اور شیخ بٹالوی کو اپنی ناجائز اور خلاف شرائط مذہبی کارروائیوں میں ہرگز کامیابی نہیں ہوئی۔ اگر شیخ صاحب اس سے انکار کریں تو اپنا وہ دو ورقہ اشتہار جو انہوں

نے بحث کے ملتوی ہو جانے کی جھوٹی خوشی کے اظہار میں شائع کرانے کے لئے بہت سا چھپوا دیا تھا ملاحظہ کر لیں اور پھر چونکہ بحث بڑے زور و شور سے شروع ہو پڑی اس کی اشاعت مولوی صاحب کو ملتوی کرنی پڑی اور ناحق خرچ طبع اشتہار کی زیر باری انہیں اٹھانی پڑی۔ اور اب پرچہ ہائے بحث کو دیکھ کر ان کو اور بھی شاید شرمندہ اور خجل ہونا پڑے کیونکہ یہی صداقتیں اسلام کی جو پرچوں میں شائع ہوئی ہیں ان کا غالب ارادہ تھا کہ نہ ظاہر ہوں۔ تعجب ہے کہ ان کو حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی عداوت نے کس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ حضرت موصوف کی حمایت سے مذہب اسلام کا بول بالا ہو اور ہادی برحق رسول مطلق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کی جائے۔ اور الوہیت مسیح اور کفّارہ اور تثلیث کے گندے و خلاف عقل اعتقادوں کی بیخ کنی ہو جائے۔" (حیات احمدؑ جلد4 صفحہ 175 تا177)

حضرت اقدس علیہ السلام کی امرتسر میں آمد

حضرت اقدس معہ اہلِ بیت و بزرگان سلسلہ 20 مئی 1893ء بروز شنبہ امرت سر پہنچے سٹیشن پر امرت سر کی جماعت کے افراد کے علاوہ شہر کے بعض ممتاز رؤسا جیسے خان بہادر خواجہ یوسف شاہ صاحب اور حاجی محمود صاحب وغیرہ موجود تھے اور عوام کی بھی ایک جماعت تھی اس لئے کہ عیسائیوں کی اشتہار بازی سے مسلمانوں میں خاص دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ امرت سر میں قیام کا انتظام حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند کے سپرد تھا۔ وہ خود ہال بازار میں شیخ خیر الدین کی مسجد کے پاس رہتے تھے۔ اور جس مکان میں وہ خود اور ان کا مطبع تھا اس بلاک میں چند مکانات تھے جو لالہ گوردیال ساکن فتح گڑھ چوڑیاں کے مملوکہ تھے اس وقت صرف ایک مکان خالی تھا مگر شیخ صاحب نے دوسرے کرایہ داروں کو جو ہندوستانی مسلمان تھے ایک مکان میں اکٹھا کر دیا اور ایک مکان حضرت کے اہلِ بیت کے لئے پورا خالی کرا دیا اور خالی مکان بطور مہمان خانہ استعمال ہونے لگا۔ انتظام بھی شیخ صاحب مرحوم کے سپرد تھا۔ اور وہاں ایک اچھا خاصہ لنگر خانہ جاری ہو گیا اور جن لوگوں کے مکان کو خالی کر دیا گیا وہ سب وہاں ہی سے کھانا کھاتے تھے اور جماعت کے اکثر لوگ مسجد شیخ خیر الدین مرحوم میں رات کو سوتے تھے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

آغاز میں رہائش کے لئے مکانات کی تلاش میں کچھ دقت رہی۔ حضرت اقدسؑ کی مخالفت اور خاص طور پر مخالف مولویوں کے شور شرابے کی وجہ سے امرتسر کے لوگوں نے مکان کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔ محترم شیخ نور احمد صاحبؓ جن کے سپرد رہائش کا انتظام تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ امرتسر کے رئیس

حاجی شیخ محمود صاحب کے پاس وسیع مکان تھا لیکن انہوں نے بھی کرائے پر دینے سے انکار کر دیا۔اسی طرح بعض اور لوگوں نے بھی ۔جس پر مجبوراً شیخ نور احمد صاحب کو اپنے ہی دو مکان اس طرح سے رہائش کے لئے تیار کرنے پڑے کہ ایک مکان حضرت اقدسؑ اور اہلبیت کے لئے اور ایک مہمانوں کے لئے۔اور مہمانوں کی ایک بڑی تعداد مسجد خیر الدین میں سویا کرتی تھی۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجی محمود صاحب کے دل میں کیسے تبدیلی پیدا کر دی۔ اس کی تفصیل محترم شیخ نور احمد صاحبؓ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''......حاجی محمود صاحب بھی دوسرے روز بحث سننے کے لئے آ گئے اور شیخ غلام حسن صاحب بھی۔اس پر میں نے اپنا ٹکٹ حاجی محمود صاحب کو دے دیا اور کسی دوسرے شخص نے اپنا ٹکٹ شیخ غلام حسن صاحب کو دے دیا یہ وہی شیخ صاحب ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ یہ بھی کافر وہ بھی کافر۔اس مباحثہ سے متاثر ہو کر دونوں صاحبان کا انس اور شوق بڑھ گیا۔اور پھر میرے مکان پر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روزانہ آمدورفت رکھی۔

چونکہ گرمیوں کے دن تھے اور جس مکان میں حضرت اقدس قیام پذیر تھے وہ تنگ تھا حاجی محمود صاحب نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ یہ مکان تنگ ہے اور آپ کو اس میں تکلیف ہے میرا مکان وسیع ہے وہاں تشریف لے چلیے حضرت اقدس نے فرمایا ہم شیخ نور احمد صاحب کے مہمان ہیں ان سے دریافت کر لیں شیخ صاحب نے منظور کر لیا حاجی محمود صاحب کھانے کی منظوری لے کر رخصت ہو گئے تھوڑی سی دیر بعد انہوں نے بند گاڑی بھیج دی حضرت اقدس چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے باہر مکان کے جب دیکھا کہ صرف ایک گاڑی ہے اور دوست زیادہ ہیں تو آپ پیدل ہی چل دیئے ہر چند کوچوان نے عرض کیا کہ حضور سوار ہو لیں پس سب دوست حضرت کے ہمراہ ہو لیئے اور میں گاڑی کو اپنے مکان زنانہ کے پاس لے آیا اور حضرت ام المومنین اور صاحبزادگان کو مع اپنی بیوی کے سوار کرا کر اسی مکان میں لے آیا جہاں حضرت تشریف لائے تھے شام کے وقت شیخ محمود صاحب نے تمام مہمانوں کو پر تکلف کھانا کھلایا۔''(ماخوذ از رسالہ نور احمد صفحہ 27 تا 29)

جنگ مقدس کا آغاز اور مقام (22 مئی 1893ء بروز اتوار)

22 مئی کی صبح کو حضرت اقدس ہشاش بشاش ایک جلیل القدر سپہ سالارِ اسلام کی صورت میں باہر تشریف لائے۔اس کے بعد حضرت سید میر حامد شاہ صاحب کے الفاظ میں ہم پڑھتے ہیں کیونکہ یہ ایک

ایسا تفصیلی بیان ہے کہ حضرت میر صاحبؓ نے بڑی وضاحت کے ساتھ ایک ایک چیز بیان کی ہے جو سلسلہ احمدیہ کی ایک روشن تاریخ ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حسب شرائط اقرار نامہ 22 مئی 1893ء کو جلسہ بحث شروع ہو کر جنگ مقدس کا آغاز ہوا میدان مقابلہ ڈاکٹر ہنری مارٹن صاحب کی کوٹھی جو ہال دروازہ سے باہر اسٹیشن ریلوے سڑک سے کسی قدر فاصلہ پر جانب شمال و مشرق برلب سڑک واقع ہے قرار دیا گیا۔ صبح چھ بجے حضرت مقدس خنداں خنداں باہر تشریف لائے اور سب رفقاء کو جو پہلے سے تیار ہو کر دروازہ مکان کے سامنے بَرلَبِ سڑک منتظر کھڑے تھے ہمراہ لے کر دیگر شائقین کے ساتھ ایک فوج کی صورت میں مقابلہ کو پاپیادہ روانہ ہوئے۔ شہر امرتسر میں یہ پہلا ایک نظارہ تھا جس کو عام خاص آنے جانے والے نہایت تعجب سے دیکھتے تھے اور جب یہ سنتے تھے کہ یہ جماعت پاک مذہب اسلام کی طرف سے عیسائی صاحبان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے واسطے جاتی ہے تو بے اختیار ان کے دل میں جوش اسلامی کے اس جماعت میں ہونے کا ایک اعلیٰ یقین ہوتا تھا۔ اور دیگر اسلامی جماعتوں کی غفلت اور عدم توجہی پر انہیں افسوس کرنا پڑتا تھا۔ مرد تو مرد۔ اپنے گھروں کے دروازوں کے آگے کھڑی ہوئی عورتوں کے منہ سے بھی یہ آوازیں نکلتی تھیں کہ یہ جماعت اسلام کی خاطر دینی لڑائی کے واسطے جاتی ہے۔ خیر یہ آمدورفت تو برابر 13 یوم تک جاری رہی اور حضرت مقدس جناب مرزا صاحب کی محبت اور اخلاص دینی اور ان کی اعلیٰ تقدس اور پاکیزگی اور ان کی جماعت کی ہمت اور ہمدردی اسلام کا ایک غالب ثبوت دیتے رہے اور جب تک یہ تحریریں صفحہ دنیا پر قائم ہیں نشان کے طور پر اس جماعت اور اس کے پیشوا کی جان نثاریاں قائم رہیں گی۔ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ کی جماعت کوٹھی ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب پر پہنچی اور ٹکٹوں کے ذریعہ سے ہر ایک شخص داخل ہوا۔ احاطہ کوٹھی میں پہنچ کر نظر آیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کوٹھی کے مغربی برآمدے کو فرش سے آراستہ کیا ہے۔ یہ امر کہ کسی خاص کمرہ کوٹھی کو اس جلسہ کے واسطے مقرر نہ کیا گیا اگرچہ غیر متعلق ہے کیونکہ جو مکان تجویز کیا گیا اور وہ بلحاظ نشست ہر دو فریق کے یکساں تھا مگر اتنا ضرور خیال کیا جاسکتا ہے کہ برآمدہ کی مکانیت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ ایک ایسے مستقل جلسہ کے واسطے اس کو مخصوص کیا جائے۔ خیر اس پر کچھ چنداں اعتراض بھی نہیں ہے۔ شاید ڈاکٹر صاحب کے پاس اس کی کوئی معقول وجوہات ہوں گی کہ جن کی بنا پر انہوں نے بیرونی غلام گردش یا برآمدے کو اپنے اور اپنے مہمان مسافروں کے اجلاس کے واسطے گوارا کیا اور یہ بھی

ممکن ہے کہ ان کی کوئی معذوری قابل پذیرائی ہو۔ 6 بج کر 15 منٹ پر کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔

مسلمانوں کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ نے میر مجلسی کی عزت کو حاصل کیا اور خود حضرت مقدس جناب مرزا صاحب نے ان کو مقرر فرمایا۔ جس کو منشی صاحب موصوف نے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ[1] کے لحاظ سے بخوشی خاطر منظور کر لیا۔ اس منصب کے فرائض کو منشی صاحب نے کیسے پورا کیا یہ آئندہ چل کر اپنے موقعہ پر بیان ہوگا جہاں ہر دو پریذیڈنٹ صاحبان کے فرائض کا مقابلہ کیا جائے گا۔ مگر یہاں اس قدر لکھ دینا مناسب ہے کہ منشی صاحب نے حضرت مقدس جناب مرزا صاحب کی اعلیٰ رضامندی اور آپ کی جماعت اور دیگر شرکاءِ جلسہ کی تعریف کو اپنے وجود پر ایک سچا حق دار بن کر ثابت کر دکھلایا ہے۔ عیسائی صاحبان کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب منصب میر مجلسی پر ممتاز ہوئے ڈاکٹر صاحب موصوف تو یوروپین (یوروپین نما۔ عرفانی) جنٹلمین ہیں ان کی خصوصیات ایسے جلیل منصوبوں کے واسطے ایک مسلّمہ امر ہیں۔ وجاہتِ ذاتی خداداد چیز ہے۔ یہ سب ڈاکٹر صاحب میں موجود تھا اس لئے عیسائی صاحبان کا انتخاب بھی واجب انتخاب تھا۔ اتفاق رائے جلسہ سے حضرت اقدس مرزا صاحب کے لئے تین معاون اور عبداللہ آتھم صاحب کے لئے تین معاون مقرر ہوئے۔ چونکہ رویداد جلسہ مورخہ 22 مئی 1893ء میں ان کے نام نامی درج ہو کر شائع ہو چکے ہیں یہاں بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مگر معاونین کے متعلق ایک سوال کا اس موقعہ پر ذکر ہو جانا خالی از فائدہ نہیں یعنی یہ کہ فریقین کے معاونین نے کیا کیا؟ جن لوگوں نے اس مباحثہ کو دیکھا ہے وہ ضرور اس امر پر اتفاق کریں گے کہ ان معاونین کا صرف یہ کام تھا کہ اصل مضمون میں اگر کسی کتاب سے حوالہ درج کرنے کی ضرورت ہو تو وہ اس کتاب میں باب یا آیت کا پتہ بتاویں یا قرآن مجید میں سے آیات محوّلہ کا مقام کہ کس سیپارہ کس رکوع میں یہ آیت ہے درج کرادیں یا کوئی ایسا کسی امر میں اگر کرنا منظور ہو تو حسب شرائط قرارداده بذریعہ تحریر کان میں کہہ دیں اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت مقدس جناب مرزا صاحب کے معاونین کو بموجب شرائط کارروائی کرنے سے کوئی امر مانع نہ آیا مگر عیسائی صاحبان کی طرف سے عموماً کسی نہ کسی خاص صورت معاونت کی اجازت حاصل کی جاتی تھی اور عیسائی صاحبان کے معاونین کو جس طرح کا مصالحہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے واسطے ہر ایک سوال کی جواب دہی پر تیار کرنا پڑتا

1۔ ترجمہ: حکم ادب سے بالا ہے۔

تھا۔ اور جس طرح کی محنت اس امداد دہی کی ان کی جان پر پڑتی تھی اس قسم کی معاونت یا امداد کا موقع حضرت اقدس نے اپنے معاونین کو نہیں دیا۔ معمولی حوالہ جات کا پتہ تو بتادیا جاتا تھا۔ مگر یہ نہیں ہوتا تھا کہ عیسائی صاحبان کی طرح ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب کے نامکمل بیان پورا کرنے کے لئے فہرستیں تیار کرنی پڑتیں اور علاوہ بیان کے ان کے شامل کرادینے یا کسی اور کو پڑھ کر سنادینے کی اجازت حاصل کرنی پڑتی ہو۔ اس بے ترتیبی میں کبھی کبھی باہم عیسائی صاحبان و ڈپٹی عبد اللہ صاحب کے اختلاف رائے بھی ہو جاتا تھا۔ اور کئی مقامات پیش کردہ معاونین سے ڈپٹی صاحب کو سرِ مجلس نہایت ناراضگی سے رد کرنا پڑتا تھا۔ غرض جس قسم کی سرگوشیاں ہر ایک جواب کی تحریر میں عیسائی صاحبان کو کرنے کی ضرورت واقع ہوتی تھی یا مشورہ کرنے کی ہر بار حاجت پڑتی تھی خدا کا شکر ہے کہ اسلامی جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے عین جلسہ بحث میں اس طرح کے اختلاف رائے کو پیدا نہیں کیا۔ حضرت مقدس کے مسلسل بیانات نہایت متانت سے چلتے اور کسی کو بھی جرأت نہ ہوتی تھی کہ کا، کے، کی یا تھا، تھے، تھی کے حروف بھی اپنی طرف سے زائد لکھا سکیں۔ چپ چاپ بیٹھ کر سنتے جاتے تھے۔ نہایت متانت اور سنجیدگی اور خاص وقار برخلاف عیسائی صاحبان کے معاونین کے۔ اسلامی جماعت کے معاونین میں پایا جاتا تھا۔ اور ایک خاص ادب کی شان نظر آتی تھی۔ دو کاتب اہل اسلام کی طرف سے یعنی خلیفہ نورالدین صاحب ساکن ریاست جموں اور منشی ظفر احمد صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ مقرر ہوئے اور اخیر تک برابر نہایت جانفشانی اور استقلال سے تیرہ روز تک انہوں نے اس خدمت کو انجام دیا۔ مگر افسوس ہے کہ عیسائی کاتبان کی تعداد جو ہر روز یا دوسرے تیسرے دن نئے نئے مقرر ہوتے تھے بیان نہیں کی جاسکتی۔ ایک دو مقرر ہوں تو یاد رہے روز روز کے علاوہ ایک دو گھنٹے کے بعد اکثر تبدیلی ہو جاتی تھی تو پھر کس طرح اسم شماری ہو۔ اگر اس تحریر میں عیسائی کاتبوں کا نام نہ ملے تو عیسائی صاحبان ہمیں اپنی بے ترتیبی پر لحاظ فرما کر معذور سمجھیں بہت سی بے ترتیبیاں جو جلسہ بحث میں عیسائی صاحبان کی طرف سے واقع ہوئیں کچھ تو روئداد جلسہ میں کہیں کہیں مذکور ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کو عمداً اندراج روئداد سے باہر رکھا گیا۔ جن کا ذکرِ مختصر اپنے اپنے موقع پر ان ریمارکس میں آئے گا۔ ہر ایک مضمون لکھے جانے کے بعد بلند آواز سے سنایا بھی جاتا تھا۔ فریقین کی طرف سے سنانے والے صاحبان الگ مقرر ہوئے۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مولوی عبد الکریم صاحب اوّل سے آخر تک برابر بلند آواز سے سناتے رہے مگر عیسائی صاحبان نے بھی اس امر میں وہی پہلو اختیار کیا۔ جو پہلے کاتبوں کے

بارے میں ذکر ہوچکا ہے اس واسطے عیسائی صاحبان کے قاریوں کے نام بتلانے میں بھی وہی معذوری ہے جو ان کے کاتبوں کے نام بتلانے میں ہوئی ہے۔ رہا یہ مقابلہ کہ اسلامی جماعت کے قاری صاحب کیسے رہے اور عیسائی صاحبان کے قاریوں نے کیا لیاقت دکھائی اوّل تو یہ مقابلہ کرتے ہوئے ہی دل رکتا ہے کیونکہ مولوی عبدالکریم صاحب کی لیاقت اور طرز بیان میں ایک قیامت کا اثر پایا جاتا ہے جس کے سامنے عیسائی جماعت کے قاریوں کی لیاقت اور طرز قراءت کو ایک طفلانہ سبق خوانی سے بھی کم رتبہ پر ماننا پڑتا ہے۔ مقابلہ اور موازنہ کرنے کے لئے کچھ تو نسبت ہو۔ کہاں ایک من اور کہاں ایک رتی ماشے تولے۔ اس میں خود پریذیڈنٹ عیسائی صاحبان کی ہی شہادت کافی ہے۔ کہ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب پڑھنے کا حق کیا ادا کرتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی تحریر حق نہ بھی رکھتی ہو تو اپنی لیاقت قراءت سے اس میں حق پیدا کر دیتے ہیں یا یہ کہ کچھ حق سے بھی بڑھ کر ادا کرتے ہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طرز ادائی بیان تیر کی طرح عیسائیوں کو چبھتی تو تھی اور کبھی کبھی اس کے درد سے بے اختیار ہو کر چلا بھی اٹھتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب مناسب موقعہ پر زیادہ وضاحت کے خیال سے فقرہ کو مکرر سہ کرر بھی ادا کرتے تھے۔ یہ طرز عیسائی صاحبان کو بہت ہی شاق گزرتا تھا۔ چنانچہ پادری احسان اللہ صاحب نہ رہ سکے اور انہوں نے گھبرا کر کہہ دیا کہ دو دفعہ یا تین دفعہ لکھا ہوا ہے کہ مکرر سہ کرر پڑھا جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب صرف اسی قدر دیا کہ آپ بیشک چار دفعہ پڑھ لیں اور یہ ہی جواب نہایت مناسب تھا مگر اس خداداد نعمت کو جو مولوی صاحب موصوف میں تھی وہ کسی طور سے رد نہیں کرسکتے تھے۔ یہاں تک تو انعقاد جلسہ اور اس کی ترتیب کا مع متعلقات ضروری کے ذکر ہوا۔ اب یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فریقین کی نشست کا رخ کیا تھا؟ وہ یہ کہ بالمقابل ہر دو جماعت کی نشست جانب مغرب حضرت مرزا صاحب اور ان کے رفقاء۔ جانب شمال ڈپٹی عبداللہ آتھم اور دیگر عیسائی صاحبان درمیان میں دونوں طرف کے کاتبین قلمیں ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے برآمدہ کی مشرقی دیوار کے ساتھ ہر دو پریذیڈنٹان کا اجلاس تھا۔ منشی غلام قادر صاحب فصیح تو برابر فرش ہی پر بیٹھے تھے۔ مگر ڈاکٹر صاحب بسبب فرش پر نہ بیٹھنے کے کوٹھی کے زینہ کے پہلے پایہ پر ذرا اونچے اجلاس فرماتے تھے۔

(حیات احمد جلد 4 صفحہ 179 تا 184)

اس مباحثہ میں احباب جس شوق و ذوق سے شامل ہونے کے لئے آتے اس کا بیان کرتے ہوئے حیات

احمدؑ میں ہے کہ:

"اکثر احباب تو 20 مئی 93ء کو حضرت موصوف کے ہمرکاب ہی امرتسر میں وارد ہوئے مگر بہت سے خادم دور دور کے شہروں سے جلسہ کے دنوں میں بھی آتے رہے چونکہ جلسہ برابر پندرہ روز تک قائم رہا۔ اور کئی احباب قلیل الفرصت یا ملازم پیشہ تھے اس لئے یوں ہی ہوتا رہا کہ ایک ایک دن یا دو دو دن رہ کر چلے جاتے رہے۔ جہلم، رہتاس، سیالکوٹ، وزیر آباد، لاہور، بٹالہ، ضلع گورداسپور، ریاست پٹیالہ، کپورتھلہ، ڈیرہ دون وغیرہ تک کے شائقین نہایت صدق و اخلاص و ادب و نیاز سے حاضر ہوتے رہے۔ لاہور کے احباب نے تو حد کر دی تھی۔ بیچارے ملازم یا کاروباری۔ ملازم تو کچہری کی تعطیل خواہ اتوار ہی کیوں نہ ہو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اگر شرکت جلسہ کا موقعہ مل گیا تو زہے نصیب ورنہ حضرت کی زیارت ہی کر کے دوسرے وقت کی ٹرین پر رخصت ہو جاتے تھے۔ کاروباری احباب آتے دو دو تین تین دن جلسہ میں حاضر رہ کر واپس لاہور جاتے ایک دو دن کام دیکھ بھال دوکانیں بند کر کاروبار چھوڑ حاضر ہو جاتے۔ ان لوگوں کا ایک تار بندھا ہوا تھا۔ کبھی امرتسر کبھی لاہور دن کو یہاں تھے تو شام کو وہاں۔ شوق نے ان کو پرندہ بنا دیا تھا۔ چونکہ مہمانوں کی آمدورفت زیادہ ہوگئی اور حاجی میر محمود صاحب داماد حاجی خان محمد شاہ صاحب بہادر نے جو رؤسا عظام امرت سر میں سے ہیں اور جو برابر حضرت مقدس کی خدمت میں آمدورفت رکھتے تھے جب مکان کی تکلیف کو دیکھا تو ایک دفعہ ہی سب احباب کو مع حضرت مقدس کے جلسہ بحث سے اٹھتے ہی گاڑیوں پر سوار کرا کر ایک بڑے عالیشان فرش فروش سے آراستہ مکان میں جا اتارا۔ نہایت پُرتکلف ضیافت کی اور اسلامی اخوت اور محبت سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حاجی صاحب موصوف کے ذریعہ مکان کی دقت رفع کر دی اور سب احباب موجودہ واردین و صادرین اس عظیم الشان عمارت میں آرام سے رہنے لگے۔ یہ رفقاء کی جماعت حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم کے مکان سے جو قیصر باغ کے پاس واقع ہے چل کر ہمرکاب حضرت مرزا صاحب برابر پاپیادہ کوٹھی ہنری مارٹن کلارک صاحب کی طرف صبح کو چھ بجے سے پیشتر روانہ ہو جاتے اور 11 بجے کے بعد اسی طرح پاپیادہ اپنے مرشد کے ہمرکاب واپس آتے تھے۔ اس جماعت کثیرہ کا نہایت ادب و نیاز سے اپنے مرشد و امام کے پیچھے پیچھے شامل ہو کر ایک عاجزانہ وضع اور چال سے آنا جانا کل امرتسر کو حیرت میں ڈالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے عام و خاص باشندگان امرتسر میں ایک خاص عظمت اس جماعت اور اس کے حلیم و منکسر المزاج مرشد و امام کی پیدا ہو گئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدرتاً ایک ایسا رعب چھایا کہ بڑے بڑے مخالفوں کی زبانیں بھی اس وقت بند پڑ گئیں۔ جس محبت اور اخلاص سے اپنے مرشد و امام کے ساتھ یہ جماعت عین جلسہ بحث میں بھی حاضر ہوتی

تھی وہ سماں بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے ہیں سوائے حاجات ضروری کے نہیں اٹھتے دلوں میں خوف خدا اور منہ میں کلمات دعا گویا کہ اپنے انداز و وضع سے یہ اس تعلق خاطر کو جو اپنے مقدس اور پیارے مرشد سے ان کو ہے ظاہر کر رہے ہیں۔ سینہ میں طپش ہے اخلاص و محبت کی آنکھیں حضرت اقدس کی طرف۔ جلسہ برخاست ہوا۔ حضرت اٹھے اور یہ عاشق بھی پروانہ کی طرح اس شمع کے گرد ہوئے اور حلقہ میں لے کر چل دیئے۔ اللہ اللہ یہ رونق کیا تھی ایک قدرت خدا کا تماشا تھا۔ دن بہ دن اس جماعت مخلصین کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ برعکس اس کے حریف مقابل کے عیسائی صاحبان کی جماعت میں یہ جمعیت خاطر نام کو بھی نہ تھی۔ دو تین دن تو کچھ آدمی معلوم ہوئے۔ پھر ایسی کمی ہونے لگی کہ آخر تک یکا دوکا ہی رہ گئے۔ باقی رفو چکر۔ عیسائی جماعت کی طرف سے مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب اپنے وکیل کی نسبت مجھ کو ادب و نیاز اور اخلاص و محبت کے دیکھنے کی آرزو ہی آرزو رہی اور جس طرح کہ حضرت مقدس جناب مرزا صاحب کے اخلاص مندوں کا قیام برابر تاختم جلسہ قائم رہا عیسائی صاحبان اپنا ایسا استقلال اور قیام بھی نہ دکھا سکے۔" (حیات احمدؑ جلد 4 ص 184 تا 186)

جیسا کہ مذکورہ بالا تفصیلی اقتباس میں ذکر ہے کہ حضرت اقدسؑ اپنی رہائش گاہ سے ڈاکٹر کلارک صاحب کی کوٹھی تک پیدل ہی تشریف لایا کرتے تھے اور یہ دونوں مقام کچھ فاصلہ پر تھے۔ لیکن جب آپؑ کی رہائش گاہ حاجی محمود صاحب کے مکانات میں منتقل ہوگئی تو یہ فاصلہ رسالہ "نور احمد" کے مطابق ایک میل کے قریب بن گیا۔ لیکن حضرت اقدسؑ بدستور پیدل ہی تشریف لاتے۔ بلکہ اسی رسالہ کے مطابق: "جب حضرت اقدس پہلے دن بحث کے لئے تشریف لے جانے لگے تو شیخ حامد علی صاحب کو فرمایا کہ ایک گلاس اور ایک صراحی پانی کی ساتھ لے چلو جب ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بحث کا انتظام کوٹھی کہ برآمدے میں جہاں پر شرطیں طے ہوئی تھیں کیا گیا ہے کیوں کہ وہ کافی کشادہ تھا ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب نے مٹی کے کورے مٹکے منگوائے اور ان میں برف ڈالی اور مصری وغیرہ بھی تا کہ مسلمانوں کی ٹھنڈے شربت سے تواضع کی جائے اس موقع پر حضرت اقدس کے واسطے ڈاکٹر صاحب کا خانساماں ایک گلاس برف آمیز شربت کا لایا تو حضور نے فرمایا کہ ہم اپنے لئے پینے کا پانی ساتھ لائے ہیں ہم اور ہمارے ہمراہی کوئی دوسرا پانی نہیں پئیں گے دوسرے مسلمانوں کو اختیار ہے۔" (رسالہ نور احمد صفحہ 26)

روئداد مباحثہ

یہ مباحثہ 22 مئی کو شروع ہوا اور 5 جون تک حسب شرائط جاری رہا۔ شیخ نور احمد صاحب نے

حضرت اقدسؑ اور پادری صاحبان اور آتھم صاحب کی اجازت سے مباحثہ کی تفصیلات روزانہ شائع کرنا شروع کردی جو لوگ ذوق شوق سے خریدتے اور پڑھتے۔ اور بالآخر کتابی صورت میں جنگ مقدس کے نام سے شائع ہوگئی۔ یکجائی طور پر ان ایام کی روید اد اختصار کے ساتھ حیات احمدؑ جلد چہارم صفحہ 186 تا 196 سے درج ذیل ہے۔

نفس مباحثہ کے لئے جنگ مقدس کو پڑھنا چاہیے۔ ہر رویداد پر دونوں پریذیڈنٹوں کے دستخط ہوتے۔ اور ایک دن پریذیڈنٹ تبدیل ہوا۔

22 مئی 1893ء

22 مئی 1893ء کو سوموار کے روز ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کی کوٹھی میں جلسہ مباحثہ منعقد ہوا۔ سوا چھ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ میر مجلس قرار پائے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب میر مجلس قرار پائے۔

مرزا صاحب کے معاون مولوی نورالدین صاحب حکیم، سید محمد احسن صاحب اور شیخ اللہ دیا صاحب قرار پائے۔ اور ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے معاون پادری جے۔ایل۔ ٹھاکر داس صاحب آج تشریف نہیں لائے تھے اس لئے آج کے دن ان کی بجائے پادری احسان اللہ صاحب معاون مقرر کئے گئے۔ سوا چھ بجے مرزا صاحب نے سوال لکھانا شروع کیا۔ اور سوا سات بجے ختم کیا۔ اور بلند آواز سے جلسہ کو سنایا گیا۔ پھر ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب نے اپنا اعتراض پیش کرنے میں صرف پانچ منٹ خرچ کئے۔ پھر مرزا صاحب نے جواب الجواب لکھایا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پیش ہوا کہ مرزا صاحب نے جو سوال لکھایا ہے وہ شرائط کی ترتیب کے موافق نہیں یعنی پہلا سوال الوہیت مسیح کے متعلق ہونا چاہیے۔ اس پر شرائط کی طرف توجہ کی گئی انگریزی اصلی شرائط اور ترجمہ کا مقابلہ کیا گیا۔ اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے پاس جو ترجمہ ہے اس میں غلطی ہے۔ بنابر آن اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ الوہیت مسیح پر سوال شروع کیا جائے اور جو کچھ اس سے پہلے لکھایا گیا ہے اپنے موقعہ پر پیش ہو۔

8 بج کر 26 منٹ پر مرزا صاحب نے الوہیت مسیح پر سوال لکھانا شروع کیا۔ 9 بج کر 15 منٹ پر ختم کیا۔ اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے 9 بج کر 30 منٹ پر سوال لکھانا شروع کیا اور ان کا جواب ختم نہ ہوا تھا کہ ان کا وقت گزر گیا۔ اس پر میرزا صاحب اور میر مجلس اہل اسلام کی طرف سے اجازت دی گئی کہ مسٹر موصوف اپنا جواب ختم کرلیں اور پانچ منٹ زائد عرصہ میں جواب ختم کیا بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر پریذیڈنٹوں کے دستخط ہوئے اور مصدقہ تحریریں ایک دوسرے فریق کو دی گئیں اور جلسہ برخاست ہوا۔

دستخط بحروف انگریزی ہنری مارٹن کلارک پریذیڈنٹ از جانب عیسائی صاحبان۔

دستخط بحروف انگریزی غلام قادر فصیح پریذیڈنٹ از جانب اہل اسلام۔

23 مئی 1893ء

آج پھر جلسہ منعقد ہوا۔ اور آج پادری جے۔ ایل ٹھاکر داس صاحب بھی جلسہ میں تشریف لائے اور یہ تحریک پیش ہوئی اور باتفاق رائے منظور ہوئی کہ کوئی تحریر جو مباحثہ میں کوئی شخص اپنے طور پر قلمبند کرے قابل اعتبار نہ سمجھی جائے جب تک کہ اس پر ہر دو میر مجلس صاحبان کے دستخط نہ ہوں۔

اس کے بعد 6 بجے 30 منٹ اوپر مرزا صاحب نے اپنا سوال لکھنا شروع کیا۔ اور ان کا جواب ختم نہ ہوا تھا کہ ان کا وقت گزر گیا۔ اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب اور میر مجلس عیسائی صاحبان کی طرف سے اجازت دی گئی کہ مرزا صاحب اپنا جواب ختم کر لیں اور 16 منٹ کے زائد عرصہ میں جواب ختم کیا۔ بعد ازاں یہ قرار پایا کہ مقررہ وقت سے زیادہ کسی کو نہ دیا جائے۔ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے آٹھ بجے 11 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا۔ درمیان میں فہرست آیات کے پڑھے جانے کے متعلق تنازعہ میں وقت صرف ہوا۔ یعنی 5 منٹ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے وقت میں ایزاد کئے گئے اور 9 بجے 16 منٹ پر جواب ختم ہوا۔

مرزا صاحب نے 9 بجے 27 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 10 بجے 27 منٹ پر ختم ہو گیا۔ اور بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط کئے گئے اور تحریریں فریقین کو دی گئیں اور جلسہ برخاست ہوا۔

24 مئی 1893ء

آج 16 منٹ اور چھ بجے مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے اپنا جواب لکھنا شروع کیا۔ اور سولہ منٹ اوپر سات بجے ختم ہوا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے سات بجے پچاس منٹ اوپر جواب لکھنا شروع کیا اور آٹھ بجے چھیالیس منٹ پر ختم کیا گیا اور پھر بلند آواز سے سنا دیا گیا۔

ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے نو بجے 25 منٹ پر شروع کیا۔ اور 10 بجے 25 منٹ پر ختم کیا۔ اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط کیے گئے۔ اور مصدقہ تحریریں فریقین کو دی گئیں۔ بعد ازاں چند ایک تجاویز صورت مباحثہ کے تبدیل کرنے کے متعلق پیش ہوئیں۔ مگر سابقہ صورت ہی بحال رہی اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

25 مئی 1893ء

آج چھ بجے آٹھ منٹ پر میرزا صاحب نے اپنا جواب لکھنا شروع کیا۔ اور سات بجے آٹھ منٹ پر ختم

کیا۔ اس موقع پر یہ تحریر پیش ہوئی اور باتفاق رائے پیش ہوئی کہ چونکہ مضمون سنائے جانے کے وقت کاتب تحریروں کا مقابلہ بھی کرتے ہیں اس لیے ان کی روک ٹوک کی وجہ سے مضمون بے لطف ہو جاتا ہے۔ اور سامعین کو مزہ نہیں آتا۔ بناء بر آں ایسا ہونا چاہیے کہ کاتب پیشتر مضمون سنائے جانے کے باہم تحریروں کا مقابلہ کر لیا کریں۔ پھر ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے 7 بجے 54 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا۔ اور 8 بجے 54 منٹ پر جواب ختم ہوا۔ اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔ پھر مرزا صاحب نے 9 بجے 24 منٹ پر شروع کیا۔ اور 10 بجے ½24 منٹ پر ختم ہوا۔ اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط ہوئے اور مصدقہ تحریریں فریقین کو دی گئیں۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

26 مئی 1893ء

آج 6 بجے گیارہ منٹ پر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے جواب لکھنا شروع کیا۔ 7 بجے 6 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 7 بج کر 22 منٹ پر شروع کیا۔ اور 8 بجے 22 منٹ پر ختم ہوا۔ مرزا صاحب کا مضمون سنائے جانے کے بعد یہ سوال پیش ہوا کہ مرزا صاحب نے جو اپنے مضمون کے اخیر میں عیسائی جماعت کو عام طور پر مخاطب کیا ہے اس کے متعلق بعض عیسائی صاحبوں کو جو خواہش رکھتے ہیں جواب دینے کی اجازت ہو جاوے۔ سب سے پہلے پادری ٹامس ہاول صاحب نے اجازت طلب کی اور مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اجازت دے دی اس کے بعد پادری احسان اللہ صاحب نے کہا کہ شرائط کے بموجب عیسائی صاحبان کے کسی اور کو بولنے کی اجازت نہیں۔ اور اس سوال میں عیسائی صاحبان کو عام طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ جواب ناواجب ہی سمجھا جانا چاہیے اس پر میر مجلس اہل اسلام نے بیان کہا کہ جس ترتیب کے ساتھ سوال ہوا ہے اسی ترتیب کے ساتھ جواب دیا جانا چاہیے یعنی سوال بھی مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے ذریعہ عام طور پر عیسائی صاحبان سے کیا گیا ہے اور جواب بھی انہیں کے ذریعہ اسی ترتیب کے ساتھ دیا جائے۔ یعنی اس سوال کے جواب کے موقع پر کسی عیسائی صاحب کو جو اجازت طلب کرتے ہیں پیش کر دیں۔ اس پر میر مجلس صاحبان نے بیان کیا کہ اس طریق سے مباحثہ کے انتظام میں نقص آئے گا بہتر یہ ہے کہ اس سوال کو ہی نکال دیا جائے اس پر مرزا صاحب نے بیان کیا کہ اس میں اتنی ترمیم کی جا سکتی ہے کہ اس سوال کو صرف مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب تک ہی محدود کیا جائے۔ اور یہ ترمیم باتفاق رائے منظور ہوئی۔ اس کے بعد پادری جے۔ ایل۔ ٹھاکر داس صاحب نے اجازت لے کر بیان کیا کہ مرزا صاحب کو یہ سوال عیسائی صاحبان پر کرنے کا حق ہے۔ مگر چونکہ اس سے پہلے اس امر کا تصفیہ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہی بحال رہا۔ پھر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے جواب آٹھ بجے 51

منٹ پر شروع کیا اور 9 بجے 22 منٹ پر ختم کیا۔ پھر مرزا صاحب نے 9 بجے 30 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 10 بجے 30 منٹ پر ختم کیا۔ بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط کئے گئے اور مصدقہ تحریریں فریقین کو دی گئیں۔ اور جلسہ برخواست ہوا۔

27 مئی 1893ء

آج پھر جلسہ منعقد ہوا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ پادری جے۔ ایل ٹھاکر داس صاحب بوجہ ضروری کام کے گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے ہیں اس لئے ان کی بجائے ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب ناصر مقرر کئے جائیں۔ تجویز منظور ہوئی۔

پھر بہ تحریک ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب ناصر اور بتائید میر حامد شاہ صاحب اور باتفاق رائے حاضرین یہ تجویز منظور ہوئی کہ شرائط مباحثہ میں قرار دیا گیا تھا کہ ہر ایک تقریر پر تقریر کنندوں اور میر مجلس صاحبان کے دستخط ہونے چاہئیں۔ بعوض اس کے میں پیش کرتا ہوں کہ صرف میر مجلس صاحبان کے دستخط ہی کافی متصور ہیں۔

مباحثہ کے متعلق یہ قرار پایا کہ اہل اسلام کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح اور مرزا خدا بخش صاحب اور عیسائی صاحبان کی طرف سے بابو فخر الدین اور شیخ وارث الدین صاحب ایک جگہ بیٹھ کر فیصلہ کریں اور رپورٹ کریں کہ مباحثہ کی کس قدر قیمت مناسب مقرر کی جاسکتی ہے اس کے بعد عیسائی صاحبان کی طرف سے بتایا جائے گا کہ وہ کس قدر کاپیاں خرید سکیں گے اور یہ مباحثہ جسے عیسائی صاحبان خریدیں گے اسی طرح چھپا ہوا ہوگا کہ روئداد اور مصدقہ مضامین میں فریقین کے لفظ بہ لفظ اس میں مندرج ہوں گے۔ کسی فریق کی طرف سے اس میں کمی بیشی وغیرہ نہیں کی جائے گی۔

6 بجے 30 منٹ پر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے جواب لکھنا شروع کیا اور 7 بجے 30 منٹ پر ختم ہوا۔ اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 8 بجے 5 منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا اور 9 بجے 5 منٹ پر ختم ہوا۔ اور اس کے بعد ایک امر پر تنازعہ ہوتا رہا جس کا اسی وقت فیصلہ کر کے ہر دو میر مجلسوں کے اس پر دستخط کئے گئے جو اس کارروائی کے ساتھ ملحق ہے۔

چونکہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب بیمار تھے اور انہوں نے اپنے آخری جواب میں ایک پہلے سے لکھی ہوئی تحریر پیش کر کے کہا کہ کوئی اور صاحب ان کی طرف سے سناویں۔ اس لئے میر مجلس اہل اسلام نے اعتراض کیا کہ ایسی تحریر پہلے سے لکھی ہوئی پیش کی جانی خلاف شرائط ہے۔ چنانچہ اس پر ایک عرصہ تک تنازعہ ہوتا رہا۔ آخر کار

یہ قرار پایا کہ سوموار کا ایک دن اس زمانہ مباحثہ میں ایزاد کیا جائے۔ اور ایسا ہی دوسرے زمانہ میں بھی ایک دن اور بڑھادیا جائے۔ علاوہ برایں یہ بھی مرزا صاحب کی رضامندی سے قرار پایا کہ اس سوموار کے روز مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب خدانخواستہ صحت یاب نہ ہوں تو ان کی جگہ کوئی اور صاحب مقرر کئے جاویں اور اس امر کا اختیار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کو ہو گا۔ یہ بھی قرار پایا کہ 29/ تاریخ کو آخری جواب مرزا صاحب کا ہو گا۔ وقت کا لحاظ نہ ہو گا اور 11 بجے کے اندر اندر کارروائی ختم ہو گی یعنی آخری زمانہ مجیب کا حق ہو گا کہ جواب دے اور اس کے جواب کے بعد وقت بچے تو سائل کو وقت نہیں دیا جائے گا۔ اور جلسہ برخاست کیا جاوے گا۔ اور چونکہ مذکورہ بالا اوّل الذکر امر فیصلہ طلب تھا اس لئے اتفاق رائے سے اس کا یوں فیصلہ ہوا کہ آئندہ کوئی مضمون تحریری پہلے کا لکھا ہوا لفظ بہ لفظ نقل نہیں کرایا جاسکتا۔ اور یہ فیصلہ بہ تراضی فریقین ہوا۔ اور فریقین پر کوئی اعتراض نہیں۔

29 مئی 1893ء

آج پھر جلسہ منعقد ہوا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے تجویز پیش کی کہ چونکہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب بیماری کی وجہ سے تشریف نہیں لاسکے۔ اس لئے ان کی جگہ میں پیش ہوتا ہوں۔ اور میری جگہ پادری احسان اللہ صاحب میر مجلس عیسائی صاحبان مقرر کئے جاویں۔ مرزا صاحب اور میر مجلس اہل اسلام کی اجازت سے تجویز منظور ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے 6 بجے 16 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 7 بجے 15 منٹ پر ختم کیا اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 7 بجے 55 منٹ پر شروع کیا اور 8 بجے 55 منٹ پر ختم کیا۔ اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے 9 بجے 40 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 10 بجے 35 منٹ پر ختم کیا۔ اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر پریذیڈنٹوں کے دستخط کئے گئے اور مباحثہ کے پہلے حصہ کا خاتمہ ہوا۔

30 مئی 1893ء

آج پھر جلسہ منعقد ہوا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب آج اپنے اصلی عہدہ میر مجلسی پر واپس آگئے اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے مباحثہ شروع کیا۔ 6 بجے 9 منٹ پر مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے سوال لکھنا شروع کیا اور 7 بجے 20 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 6 بجے 27 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 7 بجے 27 منٹ پر ختم کیا۔ مرزا صاحب کے جواب لکھانے کے عرصہ میں میر مجلس عیسائی صاحبان نے بدوں میر مجلس اہل اسلام کے ساتھ اتفاق کرنے کے انہیں روکنے کی کوشش کی اور اپنے کاتبوں کو

حکم دیا کہ وہ مضمون لکھنا بند کر دیں۔ مگر میر مجلس اہل اسلام کی اجازت سے مرزا صاحب برابر مضمون لکھاتے رہے اور ان کے کاتب برابر لکھتے رہے۔ میر مجلس عیسائی صاحبان کی یہ غرض تھی کہ مرزا صاحب مضمون کو بند کریں۔ اور میر مجلس عیسائی صاحبان ایک تحریک پیش کریں کیونکہ ان کی رائے میں مرزا صاحب خلاف شرط مضمون لکھاتے رہے تھے۔ لیکن جب ان کی رائے میں مرزا صاحب شرط کے موافق مضمون لکھانے لگے تو انہوں نے اپنے کاتبوں کو مضمون لکھنے کا حکم دے دیا۔ میر مجلس صاحب اہل اسلام کی یہ رائے تھی کہ جب تک مرزا صاحب مضمون ختم نہ کرلیں کوئی امر انہیں روکنے کی غرض سے پیش نہ کیا جائے کیونکہ ان کی رائے میں کوئی امر مرزا صاحب سے خلاف شرائط ظہور میں نہیں آرہا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب برابر مضمون لکھاتے رہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ختم کیا۔ اور مقابلہ کے وقت عیسائی کاتبوں نے اس حصہ مضمون کو جو وہ اپنے میر مجلس کے حکم کے بموجب چھوڑ گئے تھے بموجب ارشاد اپنے میر مجلس کو پھر لکھ لیا۔ اب یہ امر پیش ہوا کہ مرزا صاحب نے جو جواب لکھایا ہے اس کے متعلق میر مجلس عیسائی صاحبان اور عیسائی جماعت کی یہ رائے ہے کہ وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ اوّلاً اس ہفتہ میں وقت ہے کہ مسیحی اہل اسلام سے دین محمدی کے حق میں سوال کریں اور نہ یہ کہ محمدی صاحب مسیحوں سے دین عیسوی کے حق میں جواب طلب کریں۔ ثانیاً فی الحال عبد اللہ آتھم صاحب کی طرف سے سوال مسئلہ رحم بلامبادلہ درپیش ہے اور مرزا صاحب جواب طلب کرتے ہیں دربارہ الوہیت مسیح کے میر مجلس صاحب اسلام کی یہ رائے تھی کہ خلاف شرائط ہرگز نہیں ہے بلکہ عین مطابق شرائط ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب نے بیان فرمایا کہ جواب ہرگز خلاف شرائط نہیں کیونکہ سوال رحم مبادلہ کی بنا الوہیت مسیح ہے اور ہم مسئلہ رحم بلامبادلہ کا پورا رڈ اُس حالت میں کر سکتے ہیں کہ جب پہلے اس بنا کا استیصال کیا جاوے، بنا کو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بے تعلق ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ رحم بلامبادلہ بنائے فاسد پر فاسد ہے۔ عیسائی جماعت تو مرزا صاحب کے مضمون کو خلاف شرائط قرار دینے پر زور دیتی رہی۔ اور اسلامیہ جماعت اس مضمون کو خلاف شرائط قرار نہ دیتی رہی۔ پادری عمادالدین صاحب کی یہ رائے تھی اور انہوں نے کھڑے ہو کر صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میر مجلسوں کا منصب نہیں کہ مباحثین کو جواب دینے سے روکیں مگر میر مجلس عیسائی صاحبان کے سوال کرنے پر انہوں نے یہی کہا کہ مضمون مرزا صاحب کا خلاف شرط ہے اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے کہا کہ کسی قدر خلاف شرط تو ہے تاہم درگزر کرنا چاہیے۔ میر مجلس اہل اسلام نے کہا یہ مضمون ہرگز خلاف شرط نہیں اس لئے ہم آپ کا درگزر نہیں چاہتے۔

ایک عرصہ تک اس امر پر تنازعہ ہوتا رہا۔ اسی عرصہ میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے کہا کہ اگر میرے چیئرمین صاحب مجھے مرزا صاحب کے لفظ لفظ کا جواب دینے دیں گے تو میں دوں گا ورنہ میں نہیں دیتا۔

مگر میر مجلس صاحب اہل اسلام نے ڈپٹی صاحب کو کہا کہ آپ کو جواب لکھنے کے لئے میر مجلسوں سے ہدایت لینے کی کچھ ضرورت نہیں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں جواب دیں۔ لیکن میر مجلس عیسائی صاحبان نے ڈپٹی صاحب کو روکا اور کہا میں اجازت نہیں دیتا۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو میر مجلسی سے استعفیٰ دے دوں گا۔ کیونکہ یہ خلاف شرط ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے تنازعہ ہوتا رہا۔ اور آخرکار یہ قرار پایا کہ آئندہ کے لئے مباحثین میں سے کسی کو جواب دینے سے روکا نہ جائے انہیں اختیار ہے کہ جیسا چاہیں جواب دیں۔ بعد ازاں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب نے 8 بجے 53 منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا اور 9 بجے 50 منٹ پر ختم کیا اور مقابلہ کر کے بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط کئے گئے اور چونکہ مرزا صاحب کے جواب کے لئے پورا وقت باقی نہ تھا اس لئے جلسہ برخاست ہوا۔

31 مئی 1893ء

مرزا صاحب نے 6 بجے 6 منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا۔ اور 7 بجے 6 منٹ پر ختم کیا۔ اور بعد مقابلہ بلند آواز سے سنایا گیا۔

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے 7 بجے 52 منٹ پر شروع کیا۔ اور 8 بجے 52 پر ختم کیا اور سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 9 بجے 26 منٹ پر شروع کیا اور 10 بجے 26 منٹ پر ختم کیا۔ اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں مینیجر نیشنل پریس کی درخواست پیش ہوئی کہ اسے مباحثہ چھاپنے کی اجازت دی جائے قرار پایا کہ اسے اجازت دی جائے۔ اس شرط پر کہ وہ اسی طرح پر مباحثہ چھاپے جس طرح مینجر ریاض ہند پریس چھاپ رہا ہے یعنی بلا کمی وبیشی فریقین کی تحریریں باترتیب چھاپے۔ اس کے بعد تحریروں پر میر مجلسوں کے دستخط ہوئے اور جلسہ برخاست ہوا۔

یکم جون 1893ء

آج پھر جلسہ منعقد ہوا اور ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب نے 6 بجے 8 منٹ پر سوال لکھانا شروع کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعدہٗ مرزا صاحب نے 8 بجے ایک منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا اور 9 بجے ایک منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد اس کے ڈپٹی صاحب نے 9 بجے 27 منٹ پر شروع کیا اور 10 بجے 6 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔

2 جون 1893ء

آج مرزا صاحب نے 6 بجے 9 منٹ پر جواب لکھانا شروع کیا اور 7 بجے 9 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے

سنایا گیا۔ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے 7 بجے40 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 8 بجے 40 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 9 بجے ایک منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 10 بجے ایک منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ بعد ازاں فریقین کی تحریروں پر میر مجلسوں کے دستخط ہو کے جلسہ برخاست ہوا۔

3 جون 1893ء

ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب نے 6 بجے 2 منٹ پر لکھنا شروع کیا اور 6 بجے 40 منٹ پر ختم ہوا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ مرزا صاحب نے 7 بجے 27 منٹ پر لکھنا شروع کیا اور 8 بجے 20 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ اور ڈپٹی صاحب نے 9 بجے 24 منٹ پر شروع کیا اور 10 بجے 20 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ اور تحریروں پر میر مجلس صاحبان کے دستخط ہو کر جلسہ برخاست ہوا۔

5 جون 1893ء

مرزا صاحب نے 6 بجے 10 منٹ پر جواب لکھنا شروع کیا اور 7 بجے 10 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔ اور باہمی اتفاق سے یہ قرار پایا کہ آج بحث ختم ہو اور آج کا دن بحث کا آخری دن سمجھا جاوے۔

مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب نے 7 بجے 55 منٹ پر شروع کیا اور 8 بجے 55 منٹ پر ختم کیا اور بلند آواز سے سنایا گیا۔

مرزا صاحب نے 9 بجے 23 منٹ پر شروع کیا اور 10 بجے 33 منٹ پر ختم کیا۔

جناب خواجہ یوسف شاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ امرت سر نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر فرمائی اور حاضرین جلسہ کی طرف سے دونوں میر مجلسوں کا خصوصاً ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی خوش اخلاقی اور عمدہ انتظام کی وجہ سے یہ جلسہ 15 دن تک بڑی خوش اسلوبی اور خوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اور اگر کسی امر پر اختلاف پیدا ہوا تو میر مجلسوں نے ایک امر پر اتفاق کر کے ہر دو فریق کو رضامند کیا اور ہر طرح انصاف کو مد نظر رکھ کر صورت امن قائم رکھی۔ (حیات احمد جلد 4 صفحہ 190 تا 202)

عیسائیوں کا ایک منصوبہ اور شرمناک ذلت

”لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا“

دوران مباحثہ ایک دن، 26 مئی کو عیسائیوں نے حضرت اقدسؑ کو شرمندہ کرنے کے لئے ایک عجیب چال چلی۔ اور وہ یہ کہ اس دن ایک اندھا، ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا شخص لا مباحثہ میں کھڑا کیا اور عبد اللہ آتھم

نے حضرت اقدسؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تیسرا[3] جناب کے کل کے مباہلہ کا جواب یہ ہے کہ ہم مسیحی تو پرانی تعلیمات کے لئے نئے معجزات کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ ہم اس کی استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں بجز اس کے کہ ہم کو وعدہ یہ ہوا ہے کہ جو درخواست بمطابق رضاء الٰہی کے تم کرو گے وہ تمہارے واسطے حاصل ہو جائے گی اور نشانات کا وعدہ ہم سے نہیں لیکن جناب کو اس کا بہت سا ناز ہے ہم بھی دیکھنے معجزہ سے انکار نہیں کرتے۔ اگر اسی میں مہربانی خلق اللہ کے اوپر ہے کہ نشان دکھلا کر فیصلہ کیا جائے تو ہم نے تو اپنا عجز بیان کیا جناب ہی کوئی معجزہ دکھلا دیں اور اس وقت آپ نے اپنے آخری مضمون دیروزہ میں کہا تھا اور کچھ آج بھی اس پر ایما ہے اب زیادہ گفتگو کی اس میں کیا ضرورت ہے ہم دونوں عمر رسیدہ ہیں آخر قبر ہمارا ٹھکانا ہے خلق اللہ پر رحم کرنا چاہیئے کہ آؤ کسی نشان آسمانی سے فیصلہ کر لیں۔ اور یہ بھی آپ نے کہا کہ مجھے خاص **الہام** ہوا ہے کہ اس میدان میں تجھے **فتح** ہے۔ اور ضرور خدائے راست ان کے ساتھ ہو گا جو راستی پر ہیں ضرور ضرور ہی ہو گا۔ آپ کی تحریر کے خلاصہ کا یہ جواب ہے جیسا کہ ہم آگے بھی لکھ چکے ہیں کہ ہم آپ کو کوئی پیغمبر یا رسول یا شخص ملہم جان کر آپ سے مباحثہ نہیں کرتے آپ کے ذاتی خیالات اور وجوہات اور الہامات سے ہمارا کچھ سروکار نہیں ہم فقط آپ کو ایک محمدی شخص فرض کر کے دین **عیسوی** اور **محمدیت** کے بارہ میں بموجب ان قواعد و اسناد کے جو ان ہر دو میں عام مانی جاتی ہیں آپ سے گفتگو کر رہے ہیں خیر تاہم چونکہ آپ کو ایک خاص قدرت الٰہی دیکھانے پر آمادہ ہو کے ہم کو برائے مقابلہ بلاتے ہیں تو ہمیں دیکھنے سے گریز بھی نہیں یعنی معجزہ یا نشانی۔ پس ہم یہ تین شخص پیش کرتے ہیں جن میں ایک اندھا۔ ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا ہے۔ ان میں سے جس کسی کو صحیح سالم کر سکو کر دو اور جو اس معجزہ سے ہم پر فرض و واجب ہو گا ہم ادا کریں گے آپ بقول خود ایسے خدا کے قائل ہیں جو گفتہ قادر نہیں لیکن در حقیقت قادر ہے تو وہ ان کو تندرست بھی کر سکے گا پھر اس میں تامل کی کیا ضرورت ہے اور ضرور بقول آپ کے راستباز کے ساتھ ہو گا ضرور ہو گا۔ آپ خلق اللہ پر رحم فرمایئے جلد فرمایئے اور آپ کو خبر ہو گی کہ آج یہ معاملہ پڑنا ہے جس خدا نے الہام سے آپ کو خبر دے دی کہ اس جنگ و میدان میں تجھے فتح ہے اس نے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہو گا کہ اندھے و دیگر مصیبت زدوں نے بھی پیش ہونا ہے۔ سو سب عیسائی صاحبان و محمدی صاحبان کے روبرو اسی وقت اپنا **چیلنج** پورا کیجئے.....“

(بحوالہ جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 150،151)

مجلس میں ایک سناٹا تھا۔ اور دونوں طرف کے لوگ منتظر تھے کہ اس کا جواب کیا ہو گا۔ مسلمانوں کی طرف سے خاص طور پر ایک حیرت واستعجاب اور فتح وشکست کے ملے جلے رد عمل کے احساسات چہروں پر ہونا ایک طبعی امر تھا۔

اس مباحثہ کے اندر موجود ایک چشمدید راوی حضرت عرفانی صاحبؓ بھی تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"وہ نظارہ قابل دید تھا۔ مصور کا قلم بھی اس کی صحیح تصویر نہیں کھینچ سکتا۔ حضرت پورے وقار اور سکون کے ساتھ تشریف فرما تھے گویا اس واقعہ کو بھی اپنی فتح کا نشان سمجھ رہے تھے۔"

(حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 207)

میں اگر چشم تصور میں وہ منظر دیکھوں تو یوں احساس ہوتا ہے کہ جیسے موسیٰ کے بالمقابل ساحروں نے اپنی رسیوں کو پھینکا تھا جو سانپ نظر آنے لگ گئے تھے۔ لیکن تائید الٰہی خدا کے اس فرستادے کے ساتھ تھی چنانچہ آپؑ نے دلائل کا جو عصا پھینکا تو ان کے اس سارے سحر کو باطل کر گیا بلکہ خود ہی وہ لولے، گونگے، اندھے ان کو چھپانے اور بھگانے پڑے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس چیلنج کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"اب بعد اس کے واضح ہو کہ میں نے **ڈپٹی عبداللہ** آتھم صاحب کی خدمت میں یہ تحریر کیا تھا کہ جیسے کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ نجات صرف مسیحی مذہب میں ہے۔ ایسا ہی **قرآن** میں لکھا ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے اور آپ کا تو صرف اپنے لفظوں کے ساتھ دعویٰ اور میں نے وہ آیات بھی پیش کر دی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ دعویٰ بغیر ثبوت کے کچھ عزت اور وقعت نہیں رکھتا۔ سو اس بناء پر دریافت کیا گیا تھا کہ **قرآن** کریم میں تو نجات یابندہ کی نشانیاں لکھی ہیں۔ جن نشانوں کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقدس کتاب کی پیروی کرنے والے نجات کو اسی **زندگی** میں پالیتے ہیں مگر آپ کے مذہب میں حضرت عیسیٰؑ نے جو نشانیاں نجات یابندوں یعنی حقیقی **ایمانداروں** کی لکھی ہیں وہ آپ میں کہاں موجود ہیں مثلاً جیسے کہ مرقس باب 16 آیت 17 میں لکھا ہے (اور وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہوہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اٹھالیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہو گا۔ وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے۔) تو اب میں بادب التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارت ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ **تین** بیمار جو آپ نے پیش کئے ہیں یہ علامت تو بالخصوصیت مسیحیوں کے لئے حضرت عیسیٰؑ قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے **ایماندار**

ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے تو وہ چنگا ہو جائے گا۔ اب گستاخی معاف اگر آپ سچے **ایماندار** ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ رکھ دیں۔ اگر وہ چنگے ہو گئے تو ہم قبول کرلیں گے کہ بے شک آپ سچے **ایماندار** اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں کیونکہ حضرت مسیح تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی **ایمان** ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ مگر خیر میں اس وقت پہاڑ کی نقل مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ ہماری اس جگہ سے دور ہیں لیکن یہ تو بہت اچھی تقریب ہو گئی بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے۔ اب آپ ان پر ہاتھ رکھو اور چنگا کر کے دکھلاؤ ورنہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی **ایمان** ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ مگر آپ پر یہ واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے **قرآن کریم** میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہی نشانی ہے کہ جب بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ میں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری **دعائیں** قبول کروں گا اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحت الٰہی کے مخالف ہو تو اس میں اطلاع دی جائے گی۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو چاہو وہی کر گزرو گے۔ مگر حضرت مسیح کا تو یہ حکم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں جیسا کہ **متی** 10 باب 1 میں لکھا ہے پھر اس نے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کے انہیں **قدرت** بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دکھ درد کو دور کریں۔" اب یہ آپ کا فرض اور آپ کی **ایمانداری** کا ضرور نشان ہو گیا کہ آپ ان بیماروں کو چنگا کر کے دکھلاویں یا یہ اقرار کریں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہم میں ایمان نہیں اور آپ کو یاد رہے کہ ہر ایک شخص اپنی کتاب کے موافق مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے **قرآن کریم** میں کہیں نہیں لکھا کہ تمہیں اقتدار دیا جائے گا بلکہ صاف فرما دیا کہ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ (الانعام:110) یعنی ان کو کہہ دو کہ نشان اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جس نشان کو چاہتا ہے اسی نشان کو ظاہر کرتا ہے۔ بندہ کا اس پر زور نہیں ہے کہ جبر کے ساتھ اس سے ایک نشان لیوے یہ جبر اور اقتدار تو آپ ہی کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ بقول آپ کے مسیح اقتداری معجزات دکھلاتا تھا اور اس نے شاگردوں کو بھی اقتدار بخشا اور آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ ابھی حضرت مسیح زندہ حیّ قیّوم قادر مطلق عالم الغیب دن رات آپ کے ساتھ ہے جو چاہو وہی دے سکتا ہے۔ پس آپ حضرت مسیح سے درخواست کریں کہ ان تینوں بیماروں کو آپ

کے ہاتھ رکھنے سے اچھا کر دیویں تا نشانی ایمانداری کی آپ میں باقی رہ جاوے ورنہ یہ تو مناسب نہیں کہ ایک طرف **اہل حق** کے ساتھ بحیثیت سچے عیسائی ہونے کے مباحثہ کریں اور جب سچے عیسائی کے نشان مانگے جائیں تب کہیں کہ ہم میں استطاعت نہیں اس بیان سے تو آپ اپنے پر ایک اقبالی ڈگری کراتے ہیں کہ آپ کا مذہب اس وقت زندہ مذہب نہیں ہے لیکن ہم جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہمارے سچے ایماندار ہونے کے **نشان** ٹھہرائے ہیں اس التزام سے نشان دکھلانے کو تیار ہیں اگر نشان نہ دکھلا سکیں تو جو سزا چاہیں دے دیں اور جس طرح کی چھری چاہیں ہمارے گلے میں پھیر دیں۔"

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 153 تا 155)

مباحثہ کے چشمدید راوی حضرت عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"جب یہ بیان لکھوایا جارہا تھا تو عیسائیوں میں ایک بھاگڑ مچ گئی اور ان بیماروں کو اتنی جلد غائب کر دیا کہ وہ پھر نظر نہ آئے۔ اور جو صاحبان انہیں جمع کر کے لائے تھے پادری وارث دین وغیرہ وہ بھی سب غائب ہو گئے۔ صدر مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا اور مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ کی اس قدرت نمائی کو دیکھ کر قریب تھا کہ بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کرتی مگر انہوں نے دیکھا کہ حضرت اپنے وقار کو قائم رکھے ہوئے ایک کامل اطمینان سے جواب لکھوا رہے ہیں یہ دراصل یوم الفتح تھا۔

مباحثہ ختم ہو چکنے کے بعد مجھے بعض عیسائی صاحبان سے معلوم ہوا کہ اس تجویز کے پیش کرنے والوں کو ڈاکٹر کلارک نے تنبیہ کی اور ڈاکٹر کلارک پر پادری عماد الدین اور ٹھاکر داس صاحب نے بھی نکتہ چینی کی کہ ہم نے تو مباحثہ سے بھی روکا تھا۔ پھر اسی قسم کی خفیف حرکات سے مشن کو سخت نقصان پہنچایا۔ غرض اس طرح پر عیسائیوں نے جن آلاتِ حرب سے اسلام پر حملہ کیا تھا وہ خود ان ہی کے لئے کسر صلیب کا ذریعہ ہو گیا۔"

(حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 209)

مباحثہ کا آخری دن اور عبداللہ آتھم کے متعلق ایک پیشگوئی

مباحثہ کا آخری دن گویا تجلیاتِ الٰہیہ کا ظہور اور کسرِ صلیب کا دن تھا۔ اس روز کثرت سے امرتسر کے عمائد اور رؤسا بھی شریک جلسہ تھے حضرت اقدسؑ نے 9 بجکر 23 منٹ پر اپنا آخری مضمون لکھوانا شروع کیا۔ 10 بجکر 33 منٹ پر ختم فرمایا یہ مضمون چونکہ ایک عظیم الشان نشان کا حامل ہے۔ اس میں آپؑ نے فرمایا:

"آج یہ میرا آخری پرچہ ہے جو میں ڈپٹی صاحب کے جواب میں لکھاتا ہوں مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ جن شرائط کے ساتھ یہ بحث شروع کی گئی تھی ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرا پاس

نہیں فرمایا۔ شرط یہ تھی کہ جیسے میں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کی معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں لیکن وہ کسی موقعہ پر اس شرط کو پورا نہیں کر سکے......"

(جنگ مقدس روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 286۔287)

اور اس کے آخر پر آپؑ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

"بالآخر چونکہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں اور اس کی پیش گوئی سے بھی انکاری ہیں۔ اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھے کر کے دکھلاؤ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ میں قادر مطلق ہوں نہ قرآنِ شریف کے مطابق مؤاخذہ تھا۔ بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی انجیل میں ٹھہرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم مَیں اس کے لئے دعا کرتا رہا۔ اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذِلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سُوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے سو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ اِنسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور

جرأت کرتا ہے اور شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آگیا۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اَب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشین گوئی اور خدا کی پیشین گوئی ٹھہرے گی یا نہیں ٹھہرے گی اور رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجّال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ لیکن اگر میں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو کہ اس کی اوّل اور کھلی کھلی تعلیم کیا ہے۔ اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے۔ اور تمام دنیا کس طرف جھک گئی۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں اس سے زیادہ نہ کہوں گا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔" (جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 291 تا 293)

حضرت عرفانی صاحبؓ اس آخری پرچے کی اس آخری تقریر کے فوری اثر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس وقت حضرت نے یہ فقرہ لکھانا شروع کیا آج رات جو مجھ پر کھلا تو ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اور حاضرین ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ اور آتھم صاحب نے جب پیشگوئی کو سنا تو اس پر ایک حیرت انگیز اثر ہوا وہ سخت گھبرا گیا اور زبان نکالی اور بے اختیار کہہ اٹھا "**میں نے دجّال نہیں کہا**" اور یہ بدحواسی کی علامت تھی۔ وہ اندرونہ بائبل میں ایسا کہہ چکا تھا۔ مگر پیشگوئی کے الفاظ کی ہیبت اور جلالی قوت نے اُسے انکار اور مِنْ وَجْہٍ رجوع کرنے کا موقعہ دیا۔ بہرحال حاضرین پر ایک خاص اثر ہوا۔ حضرت اقدس کا چہرہ اس وقت تجلّیاتِ الٰہیہ کا مظہر معلوم ہوتا تھا۔ آپ کے بیان میں ایک شوکت اور قوت تھی۔ غرض اس پیشگوئی پر یہ مباحثہ ختم ہو گیا۔"

(حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 217)

ایک اور چشمدید راوی حضرت شیخ نوراحمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

”آتھم صاحب نے فوراً زبان باہر نکال لی اور کانوں پر ہاتھ رکھے۔ رنگ زرد ہو گیا آنکھیں پتھرا گئیں اور سر ہلا کر کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں لکھا گویا اسی وقت رجوع الی الحق کا آغاز کر دیا۔“(رسالہ نوراحمد صفحہ 31)

ایک اور چشمدید راوی جو کہ اس مباحثہ میں بطور کاتب کے بھی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ یعنی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

”آتھم کے مناظرہ میں آخری دن جب آتھم کو پیشگوئی سنائی گئی تو اس کا رنگ بالکل زرد ہو گیا اور دانتوں میں زبان دے کر گردن ہلا کر کہنے لگا کہ میں نے حضرت محمد صاحب کو دجّال نہیں کہا۔ حالانکہ اپنی کتاب ”اندرونہ بائیبل“ میں اس نے یہ لفظ لکھا تھا۔ پھر آتھم اٹھا اور گر پڑا۔ حالانکہ وہ بہت قوی آدمی تھا۔ پھر دو عیسائیوں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے اٹھایا۔ ایک شخص جگن ناتھ عیسائی تھا۔ وہ مجھ سے اکثر باتیں کیا کرتا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ یہ کیا ہو گیا؟ وہ کہنے لگا کہ آتھم بے ایمان ہو گیا ہے اور ڈر گیا ہے۔“

(سیرت المہدی جلد2 صفحہ 42روایت نمبر 1044)

اس مباحثہ کے متعلق دیگر روایات سیرت المہدی، رسالہ نوراحمد، حیات احمدؑ جلد 4 بالخصوص اور اصحاب احمد جلد 4و10 اور خاص طور پر حضرت اقدسؑ کی کتب جن میں ایک سچائی کا اظہار، حجۃ الاسلام، انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی کا مطالعہ بہت مفید ہے اور جنگ مقدس جو کہ روحانی خزائن کی جلد 6 میں شامل ہے وہ اس مباحثہ کی مکمل روداد ہے۔

اس مباحثہ کی ایک بنیادی شرط

حضرت اقدس علیہ السلام نے مباحثہ کے آغاز میں پہلے ہی دن ایک ایسا اصول پیش فرمایا جو علم کلام کے بنیادی اصولوں میں سے شمار کیا جانا چاہیے۔ اور در حقیقت اس سے مناظروں اور مباحثات کا طریق ہی بدل کر رکھ دیا۔ چنانچہ پہلے ہی روز آپ نے اپنی تقریر کے آغاز میں بیان فرمایا:

اَمَّابَعد واضح ہو کہ آج کا روز 22 مئی 1893ء ہے اس مباحثہ اور مناظرہ کا دن ہے جو مجھ میں اور ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب میں قرار پایا ہے۔ اور اس مباحثہ سے مدعا اور غرض یہ ہے کہ حق کے طالبوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اسلام اور عیسائی مذہب میں سے کون سا مذہب سچا اور زندہ اور کامل اور منجانب اللہ ہے اور نیز حقیقی نجات کس مذہب کے ذریعہ سے مل سکتی ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اسی امر میں جو مناظرہ کی علّتِ غائی ہے۔ انجیل شریف اور قرآن کریم کا مقابلہ اور موازنہ کیا جائے لیکن یہ بات یاد رہے

کہ اس مقابلہ اور موازنہ میں کسی فریق کو ہر گز یہ اختیار نہیں ہو گا کہ اپنی کتاب سے باہر جاوے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہو گا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جاوے جو الہامی قرار دی گئی ہے۔ اور جو دلیل پیش کریں وہ دلیل بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ کیوں کہ یہ بات بالکل سچی اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلّی خاموش اور ساکت ہو۔

یہ مباحثہ جنگ مقدس کی صورت میں شائع شدہ موجود ہے۔ ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ اور خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کی طرف سے پیش کردہ اس اصولی شرط نے پہلے دن ہی حضور علیہ السلام کی فتح کی بنیاد رکھ دی۔ کیونکہ سارا مباحثہ پڑھ لیا جائے عبد اللہ آتھم صاحب بے چارے ہاتھ پاؤں مارتے رہے وہ اس شرط پر نہ قائم رہے اور نہ قائم رہ سکتے تھے۔ جبکہ حضورؑ کی طرف سے دعویٰ بھی قرآن سے اور دلیل بھی قرآن سے پیش کی۔ آتھم صاحب دلیل کیا دیتے اور دعویٰ کیا پیش کرتے کئی جگہوں پر تو یوں لگتا ہے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں فرق ہی سمجھ نہیں رہے۔ اور وہ اس شرط پر قائم رہتے ہوئے مباحثہ کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔

چنانچہ اس مباحثہ کے آخری دن اپنے پرچہ میں حضورؑ نے یہ لکھا کہ:

> **”شرط یہ تھی کہ جیسے میں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کے معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں لیکن وہ کسی موقعہ پر اس شرط کو پورا نہیں کر سکے۔“**

حضرت بانیٔ سلسلہ کا آنحضرت ﷺ سے عشق و غیرت دینی کا ایک واقعہ

جس روز یہ مباحثہ ختم ہوا ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے اسی روز حضرت اقدسؑ کو مع اراکین مباحثہ چائے کی دعوت پیش کی مگر آپؑ نے اس دعوت کو رد کر دیا اور فرمایا آنحضرت ﷺ کی تو بے ادبی کرتے ہیں اور نعوذ باللہ آپؐ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چاء کی دعوت دیتے ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اس کے کہ ان کے غلط عقائد کی تردید کریں۔

(ماخوذ از حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 221، 222)

مباحثہ امرتسر کے متعلق کچھ دیگر متفرق امور

حضرت اقدسؑ کا لباس دوران مباحثہ

"مباحثہ کے دوران اور مباہلہ تک آپ قمیص اور صدری کے بعد ایک سفید چغہ پہنے ہوئے تھے۔ اور یہ سفید چغہ آخری وقت تک تھا۔ اور ایک طرف سے پھٹا ہوا بھی تھا۔ مگر آپ کو کبھی اس کی طرف توجہ نہ ہوئی اس لئے کہ آپ سادگی پسند تھے۔ اور نمائش کا کبھی خیال بھی نہ آسکتا تھا۔ اس سادگی میں نظافت اور طہارت کا خیال مقدم رہتا تھا۔" (حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 246)

ناسازئ طبع

"مباحثہ کے آخری ایام میں خصوصاً آخری دن سے پہلے آپ پر اسہال کا شدید دورہ ہوا۔ اور رات بھر تکلیف رہی جس سے قدرتی طور پر ضعف ہوا۔ مگر آپ حسب معمول پیدل تشریف لے گئے۔ اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دعا کی تھی کہ دوران بحث میں حاجت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور مباحثہ خیر و خوبی سے ختم ہو گیا۔" (حیات احمدؑ جلد 4 صفحہ 246)

میاں نبی بخشؓ صاحب کی بیعت

وہ حضرت کی مجلس میں آتے تھے اور خاموشی سے حالات کا مطالعہ کرتے تھے۔ وہ کچھ بہت لکھے پڑھے آدمی نہ تھے مگر صاحبِ شعور تھے اور سینہ صاف تھے قبول حق کے لئے کوئی روک نہ ہو سکتی تھی۔ انہوں نے بیعت میں مسابقت کی اور حضرت اقدس اور آپ کے موجودہ خدام کی ایک شاندار دعوت کی۔ جس کو پشمینہ کی چادروں سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ (حیات احمد جلد 4 صفحہ 244)

حضور علیہ السلام کی سادگی اور کرنیل الطاف خان صاحب کا عیسائیت سے تائب ہونا

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

غالباً کریم بخش ایک رئیس کی کوٹھی پر ہم ٹھہرے ہوئے تھے تو کرنیل الطاف علی خاں ہمارے ساتھ ہو لئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت صاحب سے تخلیہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ کرنیل صاحب کوٹ پتلون پہنے اور ڈاڑھی مونچھ منڈائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ اندر چلے جائیں۔ باہر سے ہم کسی کو آنے نہ دیں گے۔ چنانچہ کرنیل صاحب اندر چلے گئے اور آدھ گھنٹہ کے قریب حضرت صاحب کے پاس تخلیہ میں

رہے۔ کرنیل صاحب جب باہر آئے تو چشم پُر آب تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کیا باتیں کیں جو ایسی حالت ہے۔ وہ کہنے لگے کہ جب میں اندر گیا تو حضرت صاحب اپنے خیال میں بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے حالانکہ بوریہ پر صرف آپ کا گھٹنا ہی تھا اور باقی حصہ زمین پر تھا۔ میں نے کہا حضور زمین پر بیٹھے ہیں! اور حضور نے یہ سمجھا کہ غالباً میں (کرنیل صاحب) بوریے پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا اس لئے حضور نے اپنا صافہ بوریے پر بچھا دیا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔ یہ حالت دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے۔ اور میں نے عرض کی کہ اگرچہ میں ولایت میں Baptize ہو چکا ہوں (یعنی عیسائیت قبول کر چکا ہوں) مگر اتنا بے ایمان نہیں ہوں کہ حضور کے صافے پر بیٹھ جاؤں۔ حضور فرمانے لگے کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ بلا تکلف بیٹھ جائیں۔ میں صافے کو ہاتھ سے ہٹا کر بوریہ پر بیٹھ گیا۔ اور میں نے اپنا حال سنانا شروع کیا۔ کہ میں شراب بہت پیتا ہوں اور دیگر گناہ بھی کرتا ہوں، خدا، رسول کا نام نہیں جانتا۔ لیکن میں آپ کے سامنے اس وقت عیسائیت سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ مگر جو عیوب مجھے لگ گئے ہیں ان کو چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ استغفار پڑھا کرو۔ اور پنجگانہ نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ جب تک میں حضور کے پاس بیٹھا رہا۔ میری حالت دگرگوں ہوتی رہی اور میں روتا رہا۔ اور اسی حالت میں اقرار کر کے کہ میں استغفار اور نماز ضرور پڑھا کروں گا، آپ کی اجازت لے کر آگیا۔ وہ اثر میرے دل پر اب تک ہے۔ (ماخوذ از اصحابِ احمد جلد 4 صفحہ 150، 151)

یہ کرنیل صاحب اسی مباحثہ آتھم میں شریک ہوتے تھے اور عیسائیوں کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عرفانی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

"میں آتھم کے مباحثہ میں شریک تھا۔ اس بوریئے کو میں نے دیکھا تھا۔ دوپہر کے وقت جب آپ مباحثہ کر کے واپس آتے۔ تو چونکہ مکان میں مہمانوں کی وجہ سے جگہ نہ ہوتی۔ کوٹھے کے اوپر دیوار کے سایہ میں اسے بچھا لیتے۔ اسی پر بیٹھ کر کچھ نوٹ لکھتے۔ اور اسی پر تھوڑی دیر آرام کرتے اور وہی بوریا بیت الدعاء کا کام دیتا۔ جب پہلا مکان تبدیل کر کے حاجی محمود کے مکان میں جو بڑا عالیشان تھا تشریف لائے تو ایک روز صبح کو بعض حوالہ جات بائیبل دکھانے کو گیا۔ یہ غالباً آخری دن تھا یا اس سے ایک دن اول کا۔ آپ کو اسہال آرہے تھے اور اس بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے۔ نہ تکیہ تھا نہ بستر کمر تک بوریئے پر تھے۔ اور باقی جسم مبارک زمین پر تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین پر لیٹنا اور بوریئے کے نشانات کا بدن مبارک پر ہو جانا یاد آگیا۔ اور میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ عرفانی"

(الحکم جلد 37 مورخہ 21 اپریل 1934ء صفحہ 4)

جنڈیالہ کا سفر 8 جون بروز جمعرات

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"جلسہ مناظرہ سے فراغت پاکر حضرت قریباً ایک ہفتہ امرت سر میں مقیم رہے۔ چونکہ آپ کی شہرت امرت سر کے گردو جوانب میں دور دور تک پھیل گئی تھی اور خصوصاً قصبہ جنڈیالہ کے ساکنین بلحاظ اس خصوصیت کے جو عیسائیوں کی بحث کے ساتھ ان کو تھی اور درحقیقت وہی محرک اس عظیم الشان انسان یعنی حضرت مقدس کے امرت سر میں آنے کے ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے محمد بخش صاحب پانڈہ نے درخواست کی کہ ساکنین جنڈیالہ کی غالب آرزو ہے کہ آپ ایک دن کے واسطے قصبہ جنڈیالہ میں تشریف لے چلیں تاکہ مشتاقان زیارت جناب کے ارشادات سے فیضیاب ہوں حضرت اقدس نے اس کو منظور فرمالیا اس تجویز کے تین دن بعد قصبہ جنڈیالہ سے پھر ایک خاص آدمی حاضر ہوا کہ لوگ بہت مشتاق ہورہے ہیں۔ حضور فرمادیں کہ کب تشریف لے چلیں گے۔ بمنظوری حضرت اقدس جمعرات کا دن مقرر کیا گیا۔ آپ یوم مقررہ کو صبح کی نماز سے فراغت پاکر مع رفقاء اور خدّام درگاہ کے گاڑیوں پر سوار ہو کر قریب 8 بجے کے جنڈیالہ میں پہنچے۔ اس قصبہ کے اکثر معزز لوگ آگے استقبال کو کھڑے تھے بہت عزت و ادب سے آپ کو ہمراہ لے گئے اور ایک جدید بنے ہوئے مکان میں جو مسجد میں ہے اتارا۔ مکان کے ایک دالان اور کوٹھڑی میں فرش بچھا ہوا تھا۔ کوٹھڑی میں تو حضرت اقدس فروکش ہوئے اور چارپائی پر آرام فرمایا۔ کچھ احباب مع حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مسجد ملحقہ مکان میں آکر بیٹھ گئے اور سب معزز لوگ نہایت شوق سے مسجد میں جمع ہوئے اور بحث کے متعلق حالات سننے لگے حضرت مولوی صاحب موصوف نہایت دیر تک وعظ فرماتے رہے اور حالات سناتے رہے۔ بہت ہی تواضع اور خاطر سے سب لوگ پیش آئے اور وہ لوگ اس قدر خوش معلوم ہوتے تھے کہ گویا ان کے واسطے آج عید کا دن ہے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر حضرت مقدس جناب مرزا صاحب بھی مسجد میں آبیٹھے چند ایک فہمیدہ اور لائق آدمی استفادہ کی نیت سے حضرت کی دعاوی کی نسبت سوال کرتے گئے اور جو باتیں کہ دھوکہ دہی کی غرض سے مولویوں نے پھیلا رکھی تھیں ان کی اصلیت خود حضرت اقدس نے انہیں سمجھائی اور بخوبی یہ ظاہر کیا کہ حضرت عیسیٰ وفات پاگئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں صریح قطعی نصوص موجود ہیں۔ غرضکہ دیر تک بیان کرنے سے ان لوگوں کی خوب تسلی ہوئی اور وہ نہایت شکر گزار ہوئے۔ چونکہ

آپ کی تشریف آوری کی دیہات گردونواح میں خبر پہنچ چکی تھی قریب قریب دیہات کے لوگ بغرض مسؤل شرفِ زیارت کو آتے تھے اور زیارت کر کے چلے جاتے تھے مسجد کے دروازوں پر عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا۔ ساری مسجد اندر باہر سے انبوہ خلایق سے بھری ہوئی تھی عصر کی نماز تک حضرت مقدس جنڈیالہ میں مقیم رہے بعد فراغت نماز عصر تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس امرت سر ہو گئے بعض باخبر اور واقف کار لوگوں کی تحریک سے رات کو مولوی نورالدین صاحب کے وعظ کے واسطے رہ جانے کی اجازت حضرت اقدس سے مانگی گئی آپ نے مولوی صاحب کو اجازت دے دی اور حکم دیا کہ آپ نے صبح کو چلے آنا۔ مولانا صاحب۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب اور یہ عاجز راقم معہ محمد شاگرد مولوی صاحب رات کو رہ گئے...... تجویز ہوئی کہ رات کے وقت عام طور پر سرِبازار مولوی صاحب لیکچر دیں چنانچہ حسب قرارداد بہت رات تک حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے رہے آپ کے لیکچر کا انداز عام فہم تھا آریہ اور عیسائیوں کی تردید اس میں مقصود تھی سب لوگ سنکر بہت محظوظ ہوئے اور دوسرے دن صبح کو ہم لوگ بھی جنڈیالہ سے واپس آ گئے۔“

(حیات احمد جلد 4 صفحہ 225،227)

نوٹ: حیات احمدؑ میں یا دوسری ابتدائی بنیادی کتب اور تاریخ احمدیت میں خاکسار کو جنڈیالہ جانے کی تاریخ نہیں مل سکی۔ البتہ اسی مذکورہ بالا اقتباس میں یہ ذکر ہے کہ تجویز کے تیسرے دن جمعرات کے روز حضورؑ جنڈیالہ تشریف لے گئے۔ تو اس حساب سے 5 جون کو مباحثہ 11 بجے کے قریب ختم ہوا اور 5 جون کو پیر کا دن تھا۔ اور اس کے تیسرے دن، جمعرات کو 8 جون بنتی ہے۔

اللہ تجھے مبارک باد دیتا ہے

الغرض امرتسر میں کم و بیش ایک ماہ کے قیام کے بعد جس میں علاوہ علم و معرفت کے موتی لٹانے کے دو معرکۃ الآراء کارنامے سرانجام دینے کے بعد..... آتھم کے ساتھ جو تحریری مباحثہ ہوا اس کی فتح تو ساتھ کے ساتھ ظاہر ہوتی رہی اور جس نے بھی پڑھا وہ جان گیا کہ اس بحث میں فتح و کامرانی کا سہرا کس کے سر رہا۔ لیکن اس میں ایک اس سے بھی کہیں بڑھ کر اور عظیم الشان فتح اور روشن نشان تو ابھی ظاہر ہونا تھا جو آتھم اور اس کے فریق کا ذلت کے ساتھ ہاویہ میں گرایا جانا تھا۔ اور دوسرا ایک عظیم الشان مباہلہ کا تائید الٰہی نشان تھا جو عبدالحق غزنوی کے ساتھ ہوا۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ اور ایک اور انتہائی اہم قابل ذکر یہ امر تھا کہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان یہ مباحثہ ہوا۔ امرتسر کے لوگوں نے اور دوسرے لوگوں نے یہ مباحثہ دیکھا

اور سنا۔ کچھ متاثر ہوئے کچھ نہ ہوئے۔ اپنی اپنی رائے تھی اور اپنا اپنا فیصلہ تھا۔ لیکن یہ زمینی باتیں اور زمینی فیصلے تھے۔ ایک فیصلہ اسی مباحثہ کے آخری روز آسمانوں پر ہوا اور عرش کے خدا نے اسی روز یہ فیصلہ سنا بھی دیا۔ چنانچہ جلسہ مباحثہ سے واپس آنے کے بعد قریب ایک بجے دن کے حضرت اقدس کو اس مباحثہ کی فتح پر بشارت بخش الہام ہوا۔ جو حضور نے اسی وقت حاضرین کو آکر سُنایا۔ اور وہ تھا۔

هَنَّأَكَ اللهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے مبارکباد دیتا ہے۔

(تذکرہ صفحہ 193)

سو اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، خدائی مبارکباد کی خلعت فاخرہ پہنے ہوئے فتح و کامرانی کے ساتھ جون 1893ء کے دوسرے ہفتہ میں قادیان واپس تشریف لے آیا۔

عبداللہ آتھم صاحب اور عیسائی فریق کے بارہ میں حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی۔ یہ کسی اور شمارہ میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

تعارف کتاب: الطَّبَقَاتُ الكُبْرىٰ لِابْنِ سَعْد

مصنّفہ: محمد بن سعد بن مَنِیع بَصْری ہاشمی (168ـ230ھ 784-ـ845ء)

(ابواشعر)

دوسری صدی ہجری کے آخر اور تیسری صدی کی ابتداء میں جن محدثین عظام نے دین اسلام کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ان میں ایک معتبر نام حافظ محمد بن سعد کا بھی ہے۔ جنہوں نے "الطبقات الکبریٰ" جیسی عظیم اور جامع کتاب تالیف کی جو اس فن کے امہات میں شمار ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

تعارف مصنّف:

ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن مَنِیع بَصْری۔ بنو ہاشم کے مَوالی (مولیٰ کی جمع۔ آزاد کیا ہوا غلام) میں سے تھے۔ کَاتِبُ الْوَاقِدِی سے معروف تھے۔ طویل عرصہ تک واقدی کی مصاحبت میں رہے اور ان کے لیے لکھتے رہے۔ عراق کے مشہور شہر بَصْرہ میں 168 ہجری میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کا آغاز بَصْرہ ہی سے کیا۔ اس کے علاوہ طلبِ علم کے لئے مدینہ اور کوفہ کا سفر کیا اور بغداد میں وفات تک آپ کا قیام رہا۔ 230 ہجری میں باسٹھ (62) سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی۔

اساتذہ: ابنِ سعد کے اساتذہ کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ محمد بن عمر واقدی (وفات 207ھ)، سفیان بن عُیَیْنَہ (وفات 197ھ)، ابو ولید طَیَالِسِیؒ (وفات 227ھ) ابو جعفر محمد بن سعدان کوفی (230ھ)، وکیع بن جرّاح (وفات 197ھ) یہ امام بخاری کے استاد اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے، سلیمان بن حرب (وفات 224ھ)، ابو نعیم فضل بن دُکَیْن (وفات 219ھ)، ولید بن مسلم (وفات 194ھ)، معن بن عیسیٰ (وفات 198ھ)

تلامذہ: احمد بن عبید بن ناصح بغدادی نحوی (وفات 270ھ)، احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذُری (وفات 279ھ) یہ مشہور مؤرخ تھے، فُتُوحُ الْبُلْدَان، اَنْسَابُ الْاَشْرَاف جیسی کتابوں کے مصنف تھے، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بغدادی (وفات 281ھ) ابن ابی الدنیا کے نام سے معروف ہیں، حارث بن محمد بن ابو اسامہ

بغدادی (وفات 282 ھ) یہ طبقات ابنِ سعد کے راوی ہیں، حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فہم بغدادی (وفات289ھ) یہ بھی طبقات ابنِ سعد کے راوی ہیں۔

ابنِ سعد کے متعلق علماء کی آراء:

ابنِ سعد حدیث، علوم حدیث، تاریخ، مغازی و سِیَر میں یکساں مہارت اور کمال رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی (وفات463ھ) لکھتے ہیں: كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ، وَصَنَّفَ كِتَابًا كَبِيرًا فِي طَبَقَاتِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَالْخَالِفِينَ إِلَى وَقْتِهِ، فَأَجَادَ فِيهِ وَأَحْسَنَ۔ یعنی اہلِ علم و فضل میں سے تھے، طبقات صحابہ اور تابعین کے بارے میں ایک بہترین عمدہ اور جید کتاب تصنیف فرمائی۔

ابن خلّکان (681ھ) لکھتے ہیں: كَانَ أَحَدَ الْفُضَلَاءِ النُّبَلَاءِ الْأَجِلَّاءِ... وَكَانَ صَدُوقًا ثِقَةً۔ یعنی فضلاء، شرفاء اور اکابرین میں شمار ہوتے تھے، صدوق اور ثقہ تھے۔

حافظ ذہبی (وفات 748 ھ) نے علامہ، حُجَّہ اور حافظ کا خطاب دے کر لکھا ہے: وَكَانَ مِنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ، وَمَنْ نَظَرَ فِي (الطَّبَقَاتِ)، خَضَعَ لِعِلْمِهِ۔ یعنی علم کے خزانوں میں سے تھے۔ جو "الطبقات" کو دیکھے گا۔ آپ کے کثرت علم کے لیے جھک جائے گا۔

حافظ ابْنِ حَجَر عَسْقَلَانِي لکھتے ہیں: أَحَدُ الْحُفَّاظِ الْكِبَارِ الثِّقَاتِ الْمُتَحَرِّيْنَ یعنی (ابن سعد حدیث کے) حافظ، ثقہ، اور تحقیق کرنے والے راویوں میں سے ایک تھے۔

کتب:

الطبقات الکبریٰ ابنِ سعد کی مشہور کتاب ہے جس سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ متعدد مؤرخین و مصنفین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ طبقات ابنِ سعد کے راوی حسین بن فہم نے طبقات میں آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي أَلَّفَ هٰذَا الْكِتَابَ - كِتَابَ الطَّبَقَاتِ - وَاسْتَخْرَجَهُ، وَصَنَّفَهُ، وَرُوِيَ عَنْهُ

(الطبقات الکبری جلد7 صفحہ 258 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

یعنی ابنِ سعد نے اس کتاب یعنی طبقات کو تصنیف کیا، اس کی تخریج کی اور اُن سے اس کتاب کی روایت کی گئی۔ یہ کتاب متعدد ناموں سے مشہور ہے جیسے: طبقات، طبقات ابن سعد، طبقات الکبیر اور طبقات الکبریٰ۔

(الکامل فی التاریخ جلد6 صفحہ 94 دار الکتاب العربي 1997، الاعلام للزرکلی جلد6 صفحہ 137 دار العلم للملایین 2002، تذکرۃ الحفاظ لذھبی جلد2 صفحہ 11 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1998)

207ھ سے 227ھ کے درمیان بیس سال کے عرصہ میں بغداد میں لکھی گئی۔
(طبقات ابن سعد مترجم جلد 1 صفحہ 3 نفیس اکیڈمی)

محمد بن سعد کی ایک اور کتاب الطبقات الصغیر کے عنوان سے ہے۔ اور ابنِ ندیم نے تیسری کتاب اخبار النبی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے بارے میں بعض سوانح نگاروں نے کہا ہے کہ وہ ان کی کتاب الطبقات الکبریٰ کا اوّلین حصہ ہے۔ مؤلفین نے ابنِ سعد کی بعض دوسرے علوم و فنون جیسے غریب الحدیث، فقہ، لغت اور انساب پر تحریروں کا ذکر کیا ہے اور ابنِ سعد کو صاحب تصانیف کثیرہ کہا ہے مگر ان تصانیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(مصادر سیرت نبوی ﷺ حصہ اول ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صفحہ 175 تا 176 دار النوادر 2016، نقوش رسول نمبر جلد 1 شمارہ نمبر 130 دسمبر 1982ء صفحہ 502)

طبقات اور اس کی تدوین:

طبقات دراصل تراجم رجال کی تدوین کا وہ طریقہ ہے جس میں افراد کے نام پُشتوں اور طبقات کے لحاظ سے درج کئے جاتے ہیں۔ مثلاً طبقہ محدثین، طبقہ فقہاء، طبقہ مفسرین وغیرہ۔ یا انھیں شہروں کی رعایت سے تقسیم کیا جاتا ہے، کوفی، بَصری، شامی اور مدنی وغیرہ۔ ابنِ سعد نے تراجم کو اصحاب اور تابعین کے طبقات میں تقسیم کیا اور پھر ان کی ذیلی تقسیم علمی و دینی مراکز کے اعتبار سے کی ہے۔

اس کتاب کو ابنِ سعد نے اپنے استاد واقدی کی کتاب الطبقات کے نمونے پر ترتیب دیا اور اس پر ان روایات کا اضافہ کیا جو ابن سعد نے فراہم کیں۔ ابنِ سعد کی کتاب اس موضوع پر قدیم ترین کتاب ہے کیونکہ واقدی کی کتاب نہیں ملتی۔ طبقات حارث بن محمد بن ابو اسامہ بغدادی (وفات 282ھ) اور حسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فَہم بغدادی (وفات 289ھ) کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے۔۔ اس کتاب کا ایک حصہ 1891ء میں آگرہ سے چھپ کر شائع ہوا لیکن یہ کام جاری نہ رہ سکا۔ 1903ء میں جرمن مستشرقین کی ایک جماعت نے ایڈورڈ زخاؤ (Edward Sachau) کی نگرانی میں طبقات کی ترتیب و تحقیقِ متن کا کام شروع کیا۔ مختلف جلدوں کی ترتیب میں بارہ علماء نے اعانت کی ان میں جوزف ہورووتس (Joseph Horovitz)، بروکلمان (Karl Brocklemann) شوالے (Schwalley) لبرٹ (Lebret) وغیرہ شامل ہیں۔ ان حضرات کے سامنے طبقات کے پانچ مخطوطات تھے۔ ان کی کوشش سے طبقات کی آٹھ جلدیں لیڈن (ہالینڈ)

سے (1904ء تا 1918ء) میں شائع ہوئیں۔ پانچویں اور چھٹی جلد کے علاوہ ہر جلد کے دو حصے ہیں۔ نویں جلد فہارس پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ، جو فہارس پر مشتمل تھا، 1920ء میں شائع ہوا، اور دوسرا حصہ آٹھ سال بعد یعنی 1928ء میں شائع ہوا، جس میں مقامات، قبائل، رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور کتاب میں مذکور قرآنی آیات کے فہارس شامل تھے۔ پھر 1940ء میں نویں حصے کا تیسرا حصہ شائع ہوا، جس میں ان شخصیات کے ناموں کا اشاریہ تھا جن کا ذکر کتاب میں آیا ہے مگر وہ اسانید کا حصہ نہیں ہیں۔

اس کے بعد طبقات دار صادر بیروت سے 1957ء میں آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ دار الکتب العلمیہ بیروت سے 1990ء میں محمد عبد القادر عطا کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ دار احیاء التراث العربی بیروت سے 1996ء میں بھی اشاعت ہوئی۔ اور دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع سے 2012ء میں بھی اشاعت ہوئی۔

(نقوش رسول نمبر جلد 1 شمارہ نمبر 130 دسمبر 1982ء صفحہ 515،502۔ سیرت نگاری آغاز وارتقاء۔ نِگار سجاد ظہیر صفحہ 213 تا 214 قرطاس 2010۔ سیرۃ النبی از شبلی صفحہ 46 مکتبہ اسلامیہ۔ طبقات ابن سعد مترجم جلد 1 صفحہ 3 نفیس اکیڈمی الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 323 دار الکتب العلمیہ)

تقسیم طبقات:

طبقات کی پہلی دو جلدوں میں سیرت نبوی کا بیان ہے۔ تیسری جلد سے آٹھویں جلد تک صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے حالات ہیں۔ آخری جلد صرف خواتین کے حالات پر مشتمل ہے۔

ابنِ سعد نے اس کتاب میں تین ہزار افراد کے حالات زندگی بیان کئے ہیں۔ تکرار کے ساتھ یہ تعداد چار ہزار سات سو پچیس (4725) بن جاتی ہے۔ سب سے پہلے مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ اور آخری ذکر رقیقہ بنت عبد الرحمن کا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 4، جلد 8 صفحہ 359 دار الکتب العلمیہ)

یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت سے آٹھ جلدوں میں طبع ہوئی۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے۔

پہلی جلد: سیرت النبی　　　**دوسری جلد:** مغازی

تیسری جلد: مہاجرین میں سے بدری صحابہ کا طبقہ۔، تعداد 134، اور انصار میں سے بدری صحابہ کا طبقہ، تعداد 259۔

چوتھی جلد: مہاجرین اور انصار کا دوسرا طبقہ، تعداد 98، فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے صحابہ

تعداد :143 ہے۔

پانچویں جلد: اس میں مدینہ منورہ کے تابعین کے سات طبقات، مکہ مکرمہ کے تابعین کے پانچ طبقات اور طائف ویمن میں اقامت اختیار کرنے والے صحابہ اور تابعین کے تراجم ہیں۔

چھٹی جلد: اس جلد میں کوفہ میں آباد ہونے والے صحابہ اور اسکے تابعین کا تذکرہ ہے۔

ساتویں جلد: اس میں بصرہ، مدائن، بغداد، خراسان، رے اور انبار وغیرہ کے صحابہ وتابعین کا ذکر ہے۔

آٹھویں جلد: خواتین کے لیے مختص ہے جس میں ازواج و بنات رسول ﷺ اور مہاجر اور انصار خواتین اور نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والی عورتوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

(ششماہی السیرۃ عالمی شمارہ 11 اپریل 2004ء صفحہ 350-349)

[ابنِ سعد نے اپنی کتاب میں سیرت نبوی کے تمام چھوٹے بڑے واقعات بڑے اہتمام اور سلیقے کے ساتھ بیان کئے ہیں، شروع میں کائنات کی تخلیق کا ذکر ہے، حضرت آدم، حوا، حضرت نوح، حضرت ادریس وغیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات بھی ہیں، انبیاء کے قصوں میں ہِشَام بن محمد بن سَائِب کَلْبی کی روایات کو بنیاد بنایا گیاہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب بھی لکھے گئے ہیں، آنحضرت ﷺ کے والدین کے نسب نامے بھی اس کتاب میں شامل ہیں، تمام غزوات کا ذکر تفصیل سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے امراء وملوک کو صحابہ کے ذریعے جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان کا متن بھی ابن سعد نے لکھاہے، قاصدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام اور سفر کے دوران جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل ہمیں ابنِ سعد کی کتاب میں ملتی ہے، اہل کتاب سے مسلمانوں کے تعلقات کی کیا نوعیت رہی، اس موضوع پر بھی ابن سعد نے کافی مواد فراہم کیا ہے، کتاب میں آپ ﷺ کے اخلاق وعادات اور آپ کے فضائل و کمالات کا بھی بھرپور تذکرہ ہے۔

ابنِ سعد نے جو روایات سنیں وہ سب مِن و عَن اپنی کتاب میں نقل کی ہیں خواہ وہ مختصر رہی ہوں یا طویل، آپ ﷺ کے حلیہ مبارک، شمائل وفضائل اور عادات واخلاق سے متعلق روایات چودہ صفحات پر بیان کی ہیں۔

(ماخوذ از سیرت نگاری اور سیرت کی کتابیں صفحہ 56 تا 57 مولانا ندیم الواجدی دارالکتاب دیوبند 2024۔ الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 314 تا 327 دارالکتب العلمیہ 1990ء)]

طبقات کی تقسیم دو طرح پر ہوئی ہے۔

1۔ زمانی تقسیم　　　2۔ مکانی تقسیم

زمانی تقسیم تو ابواب میں شروع سے آخر تک ملحوظ رہی ہے۔ اس کے ساتھ صحابہ کے حالات بیان کرنے میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی ترتیب کو اختیار کیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب دیوان مرتب کیا۔ سپاہیوں کی فہرستیں بنائیں۔ تو پہلے وہ صحابہ شامل کئے جو حضور ﷺ کے خاندان کے تھے۔ پھر وہ جو حضور ﷺ سے قریب کی رشتہ داری رکھتے تھے۔ پھر وہ جو ان کے بعد حضور ﷺ سے قرب رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کی قرابت کی نسبت سے انہوں نے فہرست بنائی تھی۔ ابنِ سعد نے بھی یہی ترتیب رکھی ہے۔ سب سے پہلے خاندان بنی ہاشم کو رکھا ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا ذکر حضرت حمزہؓ بن عَبۡدُ الۡمُطَّلِب، تیسرا حضرت علیؓ بن اَبِي طَالِب اور چوتھا ذکر حضرت زید بن حارثہؓ کا ہے۔ اس کے بعد بَنِي مُطَّلِب بن عَبۡدِ مَنَاف کا ذکر ہے۔ اس کے بعد بَنِي عَبۡد شَمۡس بن عَبۡدِ مَنَاف کا ذکر ہے۔ ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ صحابہؓ کے حالات میں "السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ" جنہیں اسلام لانے کا شرف پہلے نصیب ہوا، کا ذکر پہلے ہے۔ اسی طرح مہاجرین وانصار میں سب سے پہلے بدری اصحاب کو لیا ہے۔

زمانی تقسیم کے بعد مکانی تقسیم ہے اس میں اصحابؓ و تابعین کا تذکرہ اُن کے شہروں کے لحاظ سے کیا گیا ہے مثلاً مکہ، مدینہ، طائف، یمن، یمامہ، کوفہ، بصرہ، دمشق اور مصر وغیرہ۔ اس مکانی ترتیب میں بھی زمانی درجہ بندی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

اس تقسیم میں ایک ہی شخص کا حال متعدد مقامات پر آ سکتا ہے مثلاً کوئی صحابی بدری تھے، ایام رسول ﷺ میں فتویٰ دیتے تھے اور پھر کسی دوسرے شہر میں جا کر بس گئے تھے، اس صورت میں ان کا ذکر تین جگہ ہو گا۔ ابنِ سعد نے ایسی شخصیت کا ترجمہ ایک طبقہ میں تفصیل سے درج کیا ہے اور دوسرے طبقات میں صرف چند امور کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

مثلاً حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا 41ویں نمبر پر آٹھ صفحوں میں تفصیلی ذکر ہے اور 1826ویں نمبر پر کوفہ میں آکر آباد ہونے والوں میں مختصر ذکر ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا 367ویں نمبر پر دس صفحوں میں تفصیلی ذکر ہے اور 1833ویں نمبر پر کوفہ میں آکر آباد ہونے والوں میں مختصر ذکر ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد جو مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے، ان میں بھی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ذکر ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 111 تا 118۔ جلد 6 صفحہ 94، 95۔ جلد 2 صفحہ 262 دار الکتب العلمیہ)

ابن سعد نے صحابہ کے حالات خاصی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں اور ہر صحابی کے بارے میں متعدد روایات

یکجا کردی ہیں مگر جیسے جیسے وہ اپنے زمانے سے قریب تر ہوتے گئے، بیان میں تفصیلات کا رجحان بھی کم تر ہوتا چلا گیا ہے۔

اکثر روایات پر ابن سعد نے تعلیقات یا (NOTES) نہیں لکھے ہیں مگر کہیں کہیں وہ محاکمہ کرتا ہے اور اگر دو آراء معارض ہوتی ہیں تو اپنی رائے یا ترجیح کا اظہار کر دیتا ہے مثلاً وہ ہِشَام کَلْبِی سے روایت لیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد کے انتقال کے متعلق مختلف روایات بیان کر کے ابن سعد کہتا ہے: وَالْأَوَّلُ أَثْبَتُ أَنَّهُ تُوُفِّيَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمْلٌ۔ یعنی پہلی روایت زیادہ ثابت ہے کہ جب والد ماجد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن مادر میں تھے۔

اسی طرح ایک روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں روئے۔ ابن سعد کہتا ہے کہ یہ غلط ہے: لَيْسَ قَبْرُهَا بِمَكَّةَ. وَقَبْرُهَا بِالْأَبْوَاءِ یعنی ان کی قبر مکہ میں نہیں بلکہ ابواء میں ہے۔

ابنِ سعد نے اپنی روایات میں اشعار کا استعمال بھی خاصی مقدار میں کیا ہے مگر یہ بہر حال ابنِ اسحٰق سے بہت کم ہیں جس کی کتاب المغازی کا پانچواں حصہ شاعری پر مشتمل ہے اور یقیناً اس نے واقدی کی بہ نسبت بھی اشعار کم استعمال کئے ہیں۔

طبقات کی اہمیت:

ابنِ سعد کی اس تالیف کی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے اس سے پہلے طبقات کے موضوع پر واقدی کی تالیف کے سوا کوئی کتاب نہیں ہے اور واقدی کی یہ تالیف نہیں ملتی۔ طبقات کی تقسیم کے انداز پر جو کتابیں بعد میں لکھی گئیں، ابنِ سعد اُن سب کے لئے نمونہ بنا رہا۔ علامہ بلاذُری کی کتب أَنْسَابُ الْأَشْرَاف اور فُتُوحُ الْبُلْدَان پر ابنِ سعد کا واضح اثر موجود ہے۔

سیرت میں بھی ابنِ سعد نے جو فصول قائم کی ہیں اور جس طرح کے ابواب میں سیرت کے مواد کو تقسیم کیا ہے، بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے اسی انداز پر اپنی کتابیں مرتب کی ہیں مثلاً ابو نُعَیم (وفات 430ھ) اور بَیْہَقِی (وفات 458ھ) وغیرہ۔ ابو نُعَیم اصبہانی کی کتاب حلیۃ الاولیاء کا انداز ابنِ سعد والا ہے اور اسناد کا بھی وہی طریقہ استعمال کیا گیا ہے جو ہمیں ابنِ سعد کے ہاں ملتا ہے۔

ابن اثیر مؤلف اُسد الغابہ نے اپنی کتاب میں ابنِ مندہ (وفات 470 ھ)، ابو نُعَیم اور ابن عبد البرّ (وفات 463ھ) کی تالیفات سے اخذ کیا ہے۔ گویا بالواسطہ ابنِ سعد کی کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ابن

عساکر (وفات 571 ھ) کی تاریخ دمشق، ذہبی کی تاریخ الاسلام، تجرید اسماء الصحابہ اور سِیَر اَعلام النبلاء اورابْنِ حَجَر (وفات 852ھ) کی الاِصابہ، تہذیب التہذیب وغیرہ کے اہم ترین مصادر میں سے ایک طبقات ابنِ سعد بھی ہے۔ ابن کثیر (وفات 774ھ) نے اپنی تاریخ میں بھی اس سے اقتباسات لیئے ہیں۔ اسی طرح مقریزی (وفات 845ھ) کی کتاب امتاع الاسماع اور دوسری کتب رجال کا حال ہے کہ ان سب نے طبقات ابن سعد سے خوب استفادہ کیا ہے۔ (نقوش رسول نمبر جلد 1 شمارہ نمبر 130 دسمبر 1982ء صفحہ 511 تا514۔ ماخوذ از محاضرات سیرت ڈاکٹر محمود احمد غازی صفحہ 280 الفیصل ناشران 2015)

ابنِ سعد کا "الطبقات" میں منہج:

ابنِ سعد راوی کے ذکر میں راوی کا نام، باپ اور دادا کا نام، کنیت، نسب اور بعض حالات میں ماں کا نام بھی نیز قبیلہ یا شہر کی طرف نسبت یا دونوں ذکر کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 40 دارالکتب العلمیہ)

راوی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے بھائی، یا دیگر مشہور رشتہ داروں کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 323 دارالکتب العلمیہ)

علمی اسفار، محل وفات اور دفن کی تفصیل، تاریخ وفات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 263 دارالکتب العلمیہ)

بسا اوقات صاحب ترجمہ کا عہدہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 322 دارالکتب العلمیہ)

امام ابنِ سعد ہم عصر رواۃ میں اگر دوستی اور تعلق پایا جاتا ہو تو اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 234 دارالکتب العلمیہ)

صحابہ کرامؓ کے ذکر میں مکان ، اقامت اور روایت کے لحاظ سے معلومات مہیا کرتے ہیں، بعض احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں، غزوات اور فتوحات میں ان کی شرکت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 11 دارالکتب العلمیہ)

راویوں کے حالات کے بیان میں ابنِ سعد بہت اختصار سے کام لیتے ہیں ، صرف اہم معلومات مہیا کرتے ہیں جیسے مشہور اساتذہ اور تلامذہ تاکہ راوی کے طبقہ کا تعین ہو سکے ، بعض حالات میں راوی کی جسمانی، اخلاقی اور عقلی کیفیت بھی بیان کرتے ہیں، اور بعض مرتبہ راویوں کے عقائد و آراء کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 217، 244 دارالکتب العلمیہ)

بعض اوقات راوی کے مناقب، تعریفی اقوال، امتیازی اوصاف واعمال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 263 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد راویوں کے بارے میں جرح و تعدیل بھی کرتے ہیں اور بعض کے بارے میں سکوت بھی اختیار کرتے ہیں، اور کلمات جرح و تعدیل میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔(الطبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 43 دارالکتب العلمیہ)

راوی کے بارے میں جرح یا تعدیل زیادہ تر خود کی ہے۔ بہت کم کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں۔(الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 177 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد کے اقوال جرح و تعدیل غالباً اعتدال پر مبنی ہوتے ہیں، بعض حالات میں سختی آجاتی ہے۔(الطبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 358 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد راوی کا ذکر کرتے وقت اس کی احادیث کی کثرت اور قلت کو بھی بیان کرتے ہیں۔(الطبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 363، 310 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد روایت کی جگہ اور وقت کا تعین کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں تاکہ راوی اور اس کے استاد کے درمیان ملاقات کے امکان کو ثابت کیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی تقسیم بلدان پر رکھی ہے۔(الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 246 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد نے تراجم میں احادیث اور آثار اسناد کے ساتھ ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

محدثین کے علمی اسفار اور علمی مراکز میں آمد ورفت اور حج میں ملاقات کا تذکرہ کرتے ہیں۔(الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 263 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد تاریخ وفات کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کے برعکس تاریخ ولادت بہت کم ذکر کی ہے۔ اگر تاریخ وفات کا تعین نہ ہوسکے تو وفات کے زمانے کو کسی حادثے سے مربوط کر دیتے ہیں تاکہ اس وقت کا تصور کیا جاسکے۔(الطبقات الکبریٰ جلد 7 صفحہ 345 دارالکتب العلمیہ)

ابنِ سعد نے تاریخی مواد کی فراہمی کے سلسلے میں واقدی پر سب سے زیادہ انحصار کیا ہے بالخصوص آنحضرت کی مدنی زندگی کے واقعات میں ان کا مرجع واقدی ہی ہے۔ ابنِ سعد نے بعض دیگر روایات جمع کر کے حضور کی مدنی زندگی کے حوادث واحوال کو زیادہ وقیع اور جامع بنا دیا ہے۔ واقدی کے علاوہ ابنِ سعد نے زعیم بن یزید سے ابنِ اسحٰق (وفات 150ھ) کی، حسین بن محمد سے اَبُو مَعْشَر نجیح سندھی (وفات 170ھ) کی اور اسماعیل بن عبداللہ سے موسیٰ بن عُقْبَہ (وفات 141ھ) کی روایات اخذ کی ہیں۔ ابنِ اسحاق کے بارے میں ابنِ سعد کا

رویہ واقدی کے مقابلے میں زیادہ دیانت دارانہ اور محققانہ ہے کیونکہ واقدی نے کہیں ابنِ اسحٰق کا نام نہیں لیا اور ابنِ سعد نے کہیں ابنِ اسحٰق کا نام حذف نہیں کیا۔

(اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ ڈاکٹر انور محمود خالد صفحہ 124 تا 125 اقبال اکادمی پاکستان لاہور 1989۔ محاضرات سیرت ڈاکٹر محمود احمد غازی صفحہ 237 الفیصل ناشران 2020)

الطبقات الکبریٰ کا اردو ترجمہ:

الطبقات الکبریٰ کا اردو ترجمہ، نفیس اکیڈمی سے چار جلدوں میں آٹھ حصوں میں شائع ہوا۔ ہر حصہ الگ بھی دستیاب ہے۔ پانچ حصوں کا ترجمہ علامہ عبد اللہ عمادی نے کیا اور تین حصوں کا ترجمہ علامہ نذیر الحق میرٹھی نے کیا۔ پہلے پانچ حصوں کا ترجمہ سب سے پہلے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے 1944ء میں شائع کیا تھا۔

حصہ اول: اخبار النبی ﷺ۔ 396 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم: اخبار النبی ﷺ (مواخات سے آنحضرت ﷺ کی وفات تک) 304 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ سوم: سیرت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام (بدری صحابہ وغیرہ) 292 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ چہارم: مہاجرین و انصار۔ 392 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ پنجم: تابعین و تبع تابعین۔ 392 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ ششم: کوفہ کے صحابہ و تابعین۔ 264 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ ہفتم: دورِ آخر کے صحابہ، تابعین و فقہاء۔ 328 صفحات پر مشتمل ہے۔

حصہ ہشتم: صالحات و صحابیاتؓ۔ 320 صفحات پر مشتمل ہے۔

بعد میں مشتاق بک کارنر نے یہ ترجمہ دو جلدوں میں شائع کیا۔ دونوں جلدیں 4 حصوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد 1160 صفحات اور دوسری جلد 1136 صفحات پر مشتمل ہے۔

طبقات اور ابن سعد کے متعلق آراء:

معروف سیرت نگار شبلی نعمانی (1857۔1914ء) لکھتے ہیں:

"واقدی ... کے تلامذۂ خاص میں سے ابن سعد نے آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔ ابن سعد مشہور محدث ہیں، محدثین نے عموماً لکھا ہے کہ گو ان کے استاد (واقدی) قابل اعتبار نہیں، لیکن وہ خود قابل سند ہیں،... ان کی کتاب کا نام طبقات ہے ۔12 جلدوں میں ہے، دو جلدیں خاص آنحضرت ﷺ کے حالات میں ہیں اور یہ حصہ دراصل سیرت نبوی

ہے، باقی جلد میں صحابہؓ (وتابعین) کے حالات میں ہیں اور چونکہ صحابہؓ کے حالات میں ہر جگہ آنحضرت ﷺ کا ذکر آتا ہے، اس لئے ان حصوں میں بھی سیرت کا بڑا سرمایہ موجود ہے۔...اس کتاب کا بڑا حصہ واقدی سے ماخوذ ہے لیکن چونکہ تمام روایتیں بہ سند مذکور ہیں، اس لئے واقدی کی روایتیں بہ آسانی الگ کر لی جا سکتی ہیں۔" (سیرۃ النبی از شبلی صفحہ 45 تا 46 مکتبہ اسلامیہ)

ابن الصلاح لکھتے ہیں: وَ كِتَابُ الطَّبَقَاتِ الْكَبِيْرُ لِمُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ كَاتِبِ الْوَاقِدِيِّ كِتَابٌ حَفِيلٌ كَثِيرُ الْفَوَائِدِ، وَهُوَ ثِقَةٌ۔ (معرفة أنواع علوم الحديث، لابن الصلاح صفحہ 398 دار الفکر 1986ء)

محمد بن سعد کاتبِ واقدی کی کتاب الطبقات الکبیر جامع اور کثیر الفائدہ کتاب ہے۔ اور ابن سعد ثقہ ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی (وفات 2010ء) لکھتے ہیں:

"واقدی کے شاگردوں میں سب سے مشہور نام محمد بن سعد کا ہے... ابن سعد اپنے استاد سے زیادہ مستند سمجھے گئے۔ اپنی تحقیق کے معیار اور علمی سطح کے اعتبار سے ان کو نسبتاً زیادہ اونچا مقام ملا۔ انہوں نے سیرت، تذکرہ اور صحابہ کی سوانح عمری کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے دلائل نبوت پر مواد جمع کیا۔ حضور کے معجزات اور نبوت کے دلائل پر وقیع معلومات جمع کئے۔ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے شمائل نبوی پر سب سے پہلے اتنا بڑا مجموعہ فراہم کیا۔" (محاضرات سیرت ڈاکٹر محمود احمد غازی صفحہ 237 الفیصل ناشران 2020)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی تصنیف سیرت خاتم النبیینؐ میں متعدد جگہ پر ابن سعد اور طبقات کا ذکر کیا ہے ہیں:

"ابنِ سعد... عموماً اپنے استاد واقدی کی اتباع کرتا ہے۔" "ابنِ سعد خود اپنی ذات میں ثقہ ہے مگر اس کے راویوں میں ایک راوی واقدی ہے جس کے غیر ثقہ اور ناقابلِ اعتماد بلکہ جھوٹا ہونے کے متعلق محققین نے قریباً قریباً اجماع کیا ہے"۔ "ابنِ سعد، واقدی کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور ان کے سیکرٹری بھی تھے مگر باوجود اس نسبت کے خود ثقہ اور معتبر سمجھے گئے ہیں ان کی کتاب بارہ جلدوں میں ہے اور بہت تفصیلی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ پہلی دو جلدیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ہیں اور باقی آپؐ کے صحابہ کے حالات میں۔ اگر واقدی کی روایتوں کو الگ کر دیا جائے تو یہ کتاب بہت اچھی اور مستند ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 33، 425، 329)

قسط چہارم

قرآن کریم کے حسن و جمال کا تذکرہ روحانی خزائن میں

(سید میر محمود احمد ناصر۔ مرحوم)

(17) انسان پیدائش میں حسن روحانی اور حسن بشری دونوں حسن پائے جاتے ہیں اس مضمون کی حسن ترتیب کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

”انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حُسن ہیں۔ ایک حُسنِ معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتی الوسع اُن کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں رَاعُون کا لفظ اِسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوق عباد میں تقویٰ سے کام لے۔ یہ حُسنِ معاملہ ہے یا یُوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے جو درجہ پنجم وجود روحانی میں نمایاں ہوتی ہے مگر ہنوز پورے طور پر چمکتی نہیں اور وجود رُوحانی کے درجہ ششم میں بوجہ کامل ہونے پیدائش اور رُوح کے داخل ہو جانے کے یہ خوبصورتی اپنی تمام آب و تاب دکھلا دیتی ہے۔ اور یاد رہے کہ مرتبہ ششم وجود روحانی میں رُوح سے مراد وہ محبتِ ذاتیہ الٰہیہ ہے جو انسان کی محبتِ ذاتیہ پر ایک شعلہ کی طرح پڑتی اور تمام اندرونی تاریکی دُور کرتی اور روحانی زندگی بخشتی ہے اور اس کے لوازم میں سے رُوح القدس کی تائید بھی کامل طور پر ہے۔

دوسرا حُسن انسان کی پیدائش میں حُسنِ بشرہ ہے۔ اور یہ دونوں حُسن اگرچہ رُوحانی اور جسمانی پیدائش درجہ پنجم میں نمودار ہو جاتے ہیں لیکن آب و تاب اُن کی فیضانِ رُوح کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ جسمانی وجود کی رُوح جسمانی قالب طیار ہونے کے بعد جسم میں داخل ہوتی ہے ایسا ہی روحانی وجود کی رُوح روحانی قالب طیار ہونے کے بعد انسان کے رُوحانی وجود میں داخل ہوتی ہے۔ یعنی اُس وقت جب کہ انسان شریعت کا تمام جُوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام حدودِ الٰہیہ کے قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے اور ورزش شریعت اور بجا آوری احکامِ کتاب اللہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خُدا کی روحانیت اس کی طرف توجہ فرماوے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبتِ ذاتیہ سے اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبتِ ذاتیہ کا مستحق ٹھہرا لیتا ہے جو

برف کی طرح سفید اور شہد کی طرح شیریں ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وجود رُوحانی خشوع کی حالت سے شروع ہوتا ہے اور روحانی نشوونما کے چھٹے مرتبہ پر یعنی اس مرتبہ پر کہ جب کہ رُوحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک رُوح کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے کمال کو پہنچتا ہے اور تبھی روحانی حُسن اپنا پورا جلوہ دکھاتا ہے۔ لیکن یہ حُسن جو روحانی حُسنِ ہے جس کو حُسنِ معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے ہیں یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حُسنِ بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حُسنِ بشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ روحانی حُسن جس کو حُسنِ معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے اور قبولیت دُعا کی بھی در حقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا رُوحانی حُسن والا انسان جس میں محبتِ الٰہیہ کی رُوح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اُس دُعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسنِ رُوحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اُس کی دُعائیں اُن تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علمِ طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانع مطلق نے عالمِ اجسام کو ذرّات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرّہ رُوحانی حُسن کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی۔ کیونکہ وہ حُسن تجلّی گاہِ حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ (البقرۃ:35) اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اِس حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔ نوح میں وہی حُسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزت جلّ شانہٗ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ بھی وہی حُسن رُوحانی لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیّد الانبیاء و خیر الوریٰ مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک عظیم الشان روحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔ دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم:9،10) یعنی وہ نبی جنابِ الٰہی سے بہت نزدیک چلا گیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوں کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حُسن

رُوحانی ظاہر کیا۔ اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو گیا۔ یعنی دونوں قوسوں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا جیسے یہ اس حُسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (الاعراف:199) یعنی تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آخر وہ سب اندھے ہلاک ہو گئے۔

اس جگہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ کیوں کامل لوگوں کی بعض دُعائیں منظور نہیں ہوتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کی تجلّی حُسن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے۔ پس جس جگہ یہ تجلی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں اُن کا حُسن جوش میں آتا ہے اور اپنی چمک دکھلاتا ہے تب اس چمک کی طرف ذرّاتِ عالم کھنچے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں۔ مگر یہ جوشِ روحانی ہمیشہ اور ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ اُن کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت اُن کی جوش نہیں مارتی اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ مگر اُس کی تحریک اُن کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بارہا چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادہ الٰہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں اور وہ بے نیازی ان کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خوبصورت برقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اِسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریر انسان اُن پر بدظنی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اُس بدظنی کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ تخلّق باخلاق اللہ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرۃ:11) جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ اُن سے ظاہر ہو تو اُن کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کے لئے سخت کرب اور قلق اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تب وہ بے نیازی کا برقع اپنے مُنہ پر سے اُتار لیتے ہیں اور وہ حُسن اُن کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں پر اور ذرّہ ذرّہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا مُنہ پر سے برقع اٹھانا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفا کے ساتھ اور اِس رُوحانی حُسن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارق عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی اُن میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف

کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھنچا چلا آتا ہے۔ اور اُن کی عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھادیتی ہے اور اُن کی دردیں جو رعد کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملاء اعلیٰ میں ڈال دیتی ہیں تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہوجاتے ہیں جن سے رحمتِ الٰہی کا وہ مینہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ اُن کی روحانیت جب اپنے پورے سوز و گداز کے ساتھ کسی عقدہ کشائی کے لئے توجہ کرتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بباعث اس کے جو خدا سے ذاتی محبت رکھتے ہیں محبوبانِ الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ تب ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔ اُن کی مدد کے لئے جوش مارتی ہے اور رحمتِ الٰہی محض اُن کی مراد پوری کرنے کے لئے ایک خلق جدید کے لئے تیار ہوجاتی ہے۔ اور وہ امور ظاہر ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں غیر ممکن معلوم ہوتے ہیں اور جن سے سفلی علوم محض ناآشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تو نہیں کہہ سکتے مگر قرب اور علاقہ محبت اُن کا کچھ ایسا صدق اور صفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے گویا خدا اُن میں اُتر آتا ہے۔ اور آدم کی طرح خدائی رُوح اُن میں پُھونکی جاتی ہے مگر یہ نہیں کہ وہ خدا ہیں لیکن درمیان میں کچھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ لوہے کو جب کہ سخت طور پر آگ سے افروختہ ہوجائے اور آگ کا رنگ اُس میں پیدا ہوجائے آگ سے تعلق ہوتا ہے۔ اس صورت میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیرِ حکم ہیں اُن کے زیر حکم ہوجاتی ہیں۔ اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں اور ہوا اور آگ تک اُن کی آواز کو سُنتے اور ان کو شناخت کرتے اور اُن کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبعاً اُن سے پیار کرتی ہے اور عاشقِ صادق کی طرح اُن کی طرف کھنچی جاتی ہے۔ بجز شریر انسانوں کے جو شیطان کا اوتار ہیں۔ عشق مجازی تو ایک منحوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مر جاتا ہے۔ اور نیز اس کی بنا اُس حُسن پر ہے جو قابلِ زوال ہے۔ اور نیز اُس حُسن کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ مگر یہ کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حسن روحانی جو حُسن معاملہ اور صدق و صفا اور محبتِ الٰہیہ کی تجلّی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے وہ مستعد دلوں کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہد چیونٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرّہ ذرّہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے۔ اور ابھی حسن اُس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برداشت نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں جو فرقان مجید ہے فرماتا ہے کہ مومنوں کا نور اُن کے چہروں پر دوڑتا ہے۔ اور مومن اس حُسن سے شناخت کیا جاتا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں نور ہے۔

اور مجھے ایک دفعہ عالمِ کشف میں پنجابی زبان میں اِسی علامت کے بارہ میں یہ موزوں فقرہ سُنایا گیا۔ ’’عِشق الٰہی وَسّے مُنہ پر ولیاں ایہہ نشانی‘‘ مومن کا نور جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے وہ وہی روحانی حُسن و جمال ہے جو مومن کو وجودِ رُوحانی کے مرتبہ ششم پر کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ جسمانی حُسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حُسن ہے جس کے خریدار کروڑہارُوحیں ہو جاتی ہیں۔ اِسی روحانی حُسن کی بنا پر بعض نے سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نعت میں یہ شعر کہے ہیں اور اُن کو ایک نہایت درجہ حسین اور خوبصورت قرار دیا ہے اور وہ اشعار یہ ہیں

آن تُرکِ عجم چون زِ مئےِ عشق طرب کرد
غارت گر ییٔ کوفہ و بغداد و حلب کرد
صد لالہ رُخ بود بصد حُسنِ شگفتہ
نازان ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی اس بارہ میں ایک شعر کہا ہے جو حُسنِ روحانی پر بہت منطبق ہوتا ہے اور وہ یہ ہے

صورت گر دیبائے چیں رو صورتِ زیباش بین
یا صورتے برکش چنیں یا توبہ کن صورت گری

اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حُسنِ معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کے کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کے تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اُس کی پوشاک اور اُس کی خوراک میں اور اس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔ اور ہر ایک اعتراض جو اس پر ہو اُس کا آپ جواب دیتا ہے۔ وہ اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اور اُس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اُس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ دشمنوں

پر حملہ کرتا ہے۔ وہ اُس کے دشمنوں کے مقابل پر آپ نکلتا ہے اور شریروں پر جو اُس کو دُکھ دیتے ہیں آپ تلوار کھینچتا ہے۔ ہر میدان میں اس کو فتح دیتا ہے اور اپنی قضاء و قدر کے پوشیدہ راز اس کو بتلاتا ہے۔ غرض پہلا خریدار اس کے رُوحانی حُسن و جمال کا جو حُسنِ معاملہ اور محبتِ ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بد قسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج اُن پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔

بعض نادان یہ اعتراض بار بار پیش کرتے ہیں کہ محبوبانِ الٰہی کی یہ علامت ہے کہ ہر ایک دُعا اُن کی سُنی جاتی ہے۔ اور جس میں یہ علامت نہیں پائی جاتی وہ محبوبانِ الٰہی میں سے نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ مُنہ سے تو ایک بات نکال لیتے ہیں مگر اعتراض کرنے کے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایسے جاہلانہ اعتراض خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً ہر ایک نبی کی یہ مراد تھی کہ تمام کفّار ان کے زمانہ کے جو ان کی مخالفت پر کھڑے تھے مسلمان ہو جائیں۔ مگر یہ مراد اُن کی پوری نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:04) یعنی ”کیا تو اِس غم سے اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کفار کے ایمان لانے کے لئے اس قدر جانکاہی اور سوز و گداز سے دُعا کرتے تھے کہ اندیشہ تھا کہ آنحضرت ﷺ اس غم سے خود ہلاک نہ ہو جاویں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے اس قدر غم نہ کر اور اس قدر اپنے دل کو دردوں کا نشانہ مت بنا کیونکہ یہ لوگ ایمان لانے سے لاپرواہیں اور ان کے اغراض اور مقاصد اَور ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ اے نبی (علیہ السلام)! جس قدر تو عقد ہمت اور کامل توجہ اور سوز و گداز اور اپنی رُوح کو مشقت میں ڈالنے سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دُعا کرتا ہے تیری دعاؤں کے پُر تاثیر ہونے میں کچھ کمی نہیں ہے لیکن شرط قبولیت دُعا یہ ہے کہ جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے سخت متعصب اور لاپروا اور گندی فطرت کا انسان نہ ہو ورنہ دُعا قبول نہیں ہو گی اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ نے دعاؤں کے بارے میں علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

اوّل: دُعا کرنے والا کامل درجہ پر متقی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعار تقویٰ ہو اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو مضبوط پکڑا ہو اور جو امین اور متقی اور صادق العہد ہونے کی وجہ سے منظور نظر الٰہی ہو۔ اور محبتِ ذاتیہ الٰہیہ سے معمور اور پُر ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی عقدِ ہمت اور توجہ اس قدر ہو کہ گویا ایک شخص کے زندہ کرنے کے

لئے ہلاک ہو جائے اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گور میں داخل ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اس کی ماں کو پیارا ہوتا ہے۔ پس جب کہ خدائے کریم ورحیم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اُس کا ایک شخص کی جان بچانے کے لئے روحانی مشقتوں اور تضرعات اور مجاہدات کی وجہ سے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اُس کی جان نکل جائے تو اُس کو علاقۂ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اسی حال میں اُس کو ہلاک کر دے۔ تب اس کے لئے اس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا پس اگر وہ کسی مہلک بیماری میں گرفتار ہے یا اور کسی بلا میں اسیر ولاچار ہے تو اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس سے رہائی ہو جائے اور بسا اوقات اُس کا ارادہ ایک شخص کے قطعی طور پر ہلاک کرنے یا برباد کرنے پر قرار یافتہ ہوتا ہے لیکن جب ایک مصیبت زدہ کی خوش قسمتی سے ایسا شخص پُر درد تضرعات کے ساتھ درمیان میں آپڑتا ہے جس کو حضرت عزت میں وجاہت ہے تو وہ مِثل مقدمہ جو سزا دینے کے لئے مکمل اور مرتب ہو چکی ہے چاک کرنی پڑتی ہے کیونکہ اب بات اغیار سے یار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ خدا اپنے سچے دوستوں کو عذاب دے۔

تیسری شرط استجابتِ دُعا کے لئے ایک ایسی شرط ہے جو تمام شرطوں سے مشکل تر ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا خدا کے مقبول بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اُس شخص کے ہاتھ میں ہے جو دعا کرانا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہایت صدق اور کامل اعتقاد اور کامل یقین اور کامل ارادت اور کامل غلامی کے ساتھ دُعا کا خواہاں ہو اور یہ دل میں فیصلہ کرلے کہ اگر دُعا قبول بھی نہ ہو تاہم اس کے اعتقاد اور ارادت میں فرق نہیں آئے گا۔ اور دُعا کرانا آزمائش کے طور پر نہ ہو بلکہ سچے اعتقاد کے طور پر ہو اور نہایت نیاز مندی سے اس کے دروازے پر گرے اور جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے مال سے خدمت سے ہر ایک طور کی اطاعت سے ایسا قرب پیدا کرے کہ اس کے دل کے اندر داخل ہو جائے اور بایں ہمہ نہایت درجہ پر نیک ظن ہو اور اُس کو نہایت درجہ کا متقی سمجھے اور اس کی مقدس شان کے برخلاف ایک خیال بھی دل میں لانا کفر خیال کرے اور اس قسم کی طرح طرح کی جاں نثاری دکھلا کر سچے اعتقاد کو اُس پر ثابت اور روشن کر دے اور اس کی مثل دنیا میں کسی کو بھی نہ سمجھے اور جان سے مال سے آبرو سے اُس پر فدا ہو جائے۔ اور کوئی کلمہ کسر شان کا کسی پہلو سے اس کی نسبت زبان پر نہ لائے اور نہ دل میں۔ اور اس بات کو اس کی نظر میں بپایۂ ثبوت پہنچادے کہ درحقیقت وہ ایسا ہی معتقد اور مرید ہے اور بایں ہمہ صبر سے انتظار کرے اور اگر پچاس دفعہ بھی اپنے کام میں نامراد رہے پھر بھی اعتقاد اور یقین میں سُست نہ ہو۔ کیونکہ یہ قوم سخت

نازک دل ہوتی ہے اور اُن کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ اُن کے دل خدا نے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہیں کہ متکبّر اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اس قوم سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس قدر غلامانہ اطاعت اُن کی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مر ہی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بد ظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔

اب ہم اس تقریر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے مومن کے وجود روحانی کے مراتبِ ستّہ بیان کرکے ان کے مقابل پر وجودِ جسمانی کے مراتبِ ستّہ دکھلائے ہیں یہ ایک علمی معجزہ ہے اور جس قدر کتابیں دنیا میں کُتب سماوی کہلاتی ہیں یا جن حکیموں نے نفس اور الٰہیات کے بارے میں تحریریں کی ہیں اور یا جن لوگوں نے صوفیوں کی طرز پر معارف کی باتیں لکھی ہیں کسی کا ذہن ان میں سے اس بات کی طرف سبقت نہیں لے گیا کہ یہ مقابلہ جسمانی اور روحانی وجود کا دکھلاتا۔ اگر کوئی شخص میرے اس دعوے سے منکر ہو اور اس کا گمان ہو کہ یہ مقابلہ روحانی اور جسمانی کسی اَور نے بھی دکھلایا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس علمی معجزہ کی نظیر کسی اَور کتاب میں سے پیش کرکے دکھلاوے۔ اور مَیں نے توریت اور انجیل اور ہندوؤں کے وید کو بھی دیکھا ہے۔ مگر مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس قسم کا علمی معجزہ میں نے بجز قرآن شریف کے کسی کتاب میں نہ پایا۔ اور صرف اِسی معجزہ پر حصر نہیں بلکہ تمام قرآن شریف ایسے ہی علمی معجزات سے پُر ہے جن پر ایک عقل مند نظر ڈال کر سمجھ سکتا ہے کہ یہ اُسی خدائے قادرِ مطلق کا کلام ہے جس کی قدرتیں زمین و آسمان کی مصنوعات میں ظاہر ہیں۔ وہی خدا جو اپنی باتوں اور کاموں میں بے مثل و مانند ہے پھر جب ہم ایک طرف ایسے ایسے معجزات قرآن شریف میں پاتے ہیں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمیّت کو دیکھتے ہیں اور اس بات کو اپنے تصور میں لاتے ہیں کہ آپ نے ایک حرف بھی کسی اُستاد سے نہیں پڑھا تھا اور نہ آپ نے طبعی اور فلسفہ سے کچھ حاصل کیا تھا بلکہ آپ ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے کہ جو سب کی سب اُمّی اور ناخواندہ تھی اور ایک وحشیانہ زندگی رکھتی تھی اور باایں ہمہ آپ نے والدین کی تربیت کا زمانہ بھی نہیں پایا تھا۔ تو ان سب باتوں کو مجموعی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر ایک ایسی چمکتی ہوئی بصیرت ہمیں ملتی ہے اور اس کا علمی معجزہ ہونا ایسے یقین کے ساتھ ہمارے دل میں بھر جاتا ہے کہ گویا ہم اس کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں۔ غرض جب کہ بدیہی طور پر ثابت ہے کہ سورۃ المؤمنون کی یہ تمام آیات جو ابتدائے سورۃ سے لے کر آیت فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (المؤمنون:15) تک ہیں علمی معجزہ ہیں۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ آیت فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

علمی معجزہ کی ایک جزو ہے اور بباعث معجزہ کے جزو ہونے کے معجزہ میں داخل ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اور یاد رہے کہ یہ علمی معجزہ مذکورہ بالا ایک ایسی صاف اور کھلی کھلی اور روشن اور بدیہی سچائی ہے کہ اب خدا تعالیٰ کی کلام کی رہبری اور یاد دہانی کے بعد عقل بھی اپنے معقولی علوم میں بہت فخر کے ساتھ اس کو داخل کرنے کے لئے طیار ہے۔ کیونکہ عندالعقل یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے پہلے جو ایک سعید الفطرت آدمی کے نفس کو خدا تعالیٰ کی طرف اس کی طلب میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ خشوع اور انکسار ہے اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے فروتنی اور تواضع اور تضرع کی حالت اختیار کی جائے اور جو اس کے مقابل پر اخلاقِ ردّیہ ہیں جیسے تکبّر اور عُجب اور ریا اور لاپروائی اور بے نیازی ان سب کو خدا تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دیا جائے اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب تک انسان اپنے اخلاق ردّیہ کو نہیں چھوڑتا اس وقت تک اُن اخلاق کے مقابل پر جو اخلاق فاضلہ ہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اُن کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ دو ضدّیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اِسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی ابتدا میں اس نے فرمایا۔ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (البقرۃ:3) یعنی قرآن شریف ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو متقی ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو تکبّر نہیں کرتے اور خشوع اور انکسار سے خدا تعالیٰ کے کلام میں غور کرتے ہیں وہی ہیں جو آخر کو ہدایت پاتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ان آیات میں چھ جگہ اَفۡلَحَ کا لفظ ہے۔ پہلی آیت میں صریح طور پر جیسا کہ فرمایا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ (المؤمنون:2، 3) اور بعد کی آیتوں میں عطف کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اَفۡلَحَ کے لُغت میں یہ معنے ہیں اُصِیۡرَ اِلَی الۡفَلَاحِ یعنی فوز مرام کی طرف پھیرا گیا اور حرکت دیا گیا۔ پس ان معنوں کی رُو سے مومن کا نماز میں خشوع اختیار کرنا فوزِ مرام کے لئے پہلی حرکت ہے جس کے ساتھ تکبّر اور عُجب وغیرہ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اس میں فوزِ مرام یہ ہے کہ انسان کا نفس خشوع کی سیرت اختیار کر کے خدائے تعالیٰ سے تعلق پکڑنے کے لئے مستعد اور طیار ہو جاتا ہے۔

دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوّتِ ایمانی پہنچتی ہے اور پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کرلے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذّت ہے اُس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دست بردار ہو سکے جن سے دست بردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذّت ہے۔ پس اِس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترکِ تکبّر ہے

دوسرا درجہ ترکِ لغویات ہے۔ اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفْلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوت ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے۔

پھر تیسرا کام مومن کا جس سے تیسرے درجے تک قوتِ ایمانی پہنچ جاتی ہے عقل سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف لغو کاموں اور لغو باتوں کو ہی خدا تعالیٰ کے لئے نہیں چھوڑتا بلکہ اپنا عزیز مال بھی خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لغو کاموں کے چھوڑنے کی نسبت مال کا چھوڑنا نفس پر زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ محنت سے کمایا ہوا اور ایک کارآمد چیز ہوتی ہے۔ جس پر خوش زندگی اور آرام کا مدار ہے اس لئے مال کا خدا کے لئے چھوڑنا بہ نسبت لغو کاموں کے چھوڑنے کے قوتِ ایمانی کو زیادہ چاہتا ہے اور لفظ اَفْلَحَ کا جو آیات میں وعدہ ہے اس کے اس جگہ یہ معنی ہوں گے کہ دوسرے درجہ کی نسبت اس مرتبہ میں قوت ایمانی اور تعلق بھی خدا تعالیٰ سے زیادہ ہو جاتی ہے اور نفس کی پاکیزگی اس سے پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اپنے ہاتھ سے اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کے خوف سے نکالنا بجز نفس کی پاکیزگی کے ممکن نہیں۔

پھر چوتھا کام مومن کا جس سے چوتھے درجہ تک قوت ایمانی پہنچ جاتی ہے عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ صرف مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ترک نہیں کرتا بلکہ وہ چیز جس سے وہ مال سے بھی بڑھ کر پیار کرتا ہے یعنی شہوات نفسانیہ اُن کا وہ حصہ جو حرام کے طور پر ہے چھوڑ دیتا ہے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر ایک انسان اپنی شہواتِ نفسانیہ کو طبعاً مال سے عزیز تر سمجھتا ہے اور مال کو اِن کی راہ میں فدا کرتا ہے۔ پس بلاشبہ مال کے چھوڑنے سے خدا کے لئے شہوات کو چھوڑنا بہت بھاری ہے اور لفظ اَفْلَحَ جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اُس کے اِس جگہ یہ معنی ہیں کہ جیسے شہواتِ نفسانیہ سے انسان کو طبعاً شدید تعلق ہوتا ہے ایسا ہی ان کے چھوڑنے کے بعد وہی شدید تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص کوئی چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں کھوتا ہے اُس سے بہتر پالیتا ہے۔

لُطفِ او ترک طالبان نہ کند
کس بہ کارِ رہش زیان نہ کند
ہر کہ آن راہ جُست یافتہ است
تافت آن رو کہ سر نتافتہ است

پھر پانچواں کام مومن کا جس سے پانچویں درجہ تک قوتِ ایمانی پہنچ جاتی ہے عند العقل یہ ہے کہ

صرف ترک شہواتِ نفس ہی نہ کرے بلکہ خدا کی راہ میں خود نفس کو ہی ترک کر دے اور اس کے فدا کرنے پر طیار رہے۔یعنی نفس جو خدا کی امانت ہے اسی مالک کو واپس دیدے اور نفس سے صرف اس قدر تعلق رکھے جیسا کہ ایک امانت سے تعلق ہوتا ہے اور دقائق تقویٰ ایسے طور پر پوری کرے کہ گویا اپنے نفس اَور مال اور تمام چیزوں کو خدا کی راہ میں وقف کر چکا ہے۔اِسی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون:09) پس جبکہ انسان کے جان ومال اور تمام قسم کے آرام خدا کی امانت ہے جس کو واپس دینا امین ہونے کے لئے شرط ہے لہٰذا ترکِ نفس وغیرہ کے یہی معنے ہیں کہ یہ امانت خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے اس طور سے یہ قربانی ادا کر دے اور دوسرے یہ کہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے وقت اس کا عہد تھا اور جو عہد اور امانتیں مخلوق کی اس کی گردن پر ہیں اُن سب کو ایسے طور سے تقویٰ کی رعایت سے بجالاوے کہ وہ بھی ایک سچی قربانی ہو جاوے کیونکہ دقائقِ تقویٰ کو انتہا تک پہنچانا یہ بھی ایک قسم کی موت ہے۔اور لفظ اَفْلَحَ کا جو اس آیت سے بھی تعلق رکھتا ہے اِس کے اس جگہ یہ معنے ہیں کہ جب اس درجہ کا مومن خدا تعالیٰ کی راہ میں بذلِ نفس کرتا ہے اور تمام دقائقِ تقویٰ بجالاتا ہے۔تب حضرتِ احدیت سے انوارِ الٰہیہ اُس کے وجود پر محیط ہو کر روحانی خوبصورتی اُس کو بخشتے ہیں جیسے کہ گوشت ہڈیوں پر چڑھ کر ان کو خوبصورت بنا دیتا ہے اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اِن دونوں حالتوں کا نام خدا تعالیٰ نے لباس ہی رکھا ہے۔تقویٰ کا نام بھی لباس ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔لِبَاسُ التَّقْوٰی (الاعراف:27)اور جو گوشت ہڈیوں پر چڑھتا ہے وہ بھی لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (المؤمنون:15) کیونکہ کَسَوْت جس سے کَسَوْنَا کا لفظ نکلا ہے لباس کو ہی کہتے ہیں۔

اب یاد رہے کہ منتہا سلوک کا پنجم درجہ ہے۔اور جب پنجم درجہ کی حالت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد چھٹا درجہ ہے جو محض ایک موہبت کے طور پر ہے اور جو بغیر کسب اور کوشش کے مومن کو عطا ہوتا ہے اور کسب کا اس میں ذرّہ دخل نہیں۔اور وہ یہ ہے کہ جیسے مومن خدا کی راہ میں اپنی رُوح کھوتا ہے ایک رُوح اس کو عطا کی جاتی ہے۔کیونکہ ابتدا سے یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ کھوئے گا وہ اُسے پائے گا۔اس لئے رُوح کو کھونے والے رُوح کو پاتے ہیں۔پس چونکہ مومن اپنی محبتِ ذاتیہ سے خدا کی راہ میں اپنی جان وقف کرتا ہے اس لئے خدا کی محبت ذاتیہ کی رُوح کو پاتا ہے جس کے ساتھ رُوح القدس شامل ہوتا ہے۔خدا کی محبتِ ذاتیہ ایک رُوح ہے اور رُوح کا کام مومن کے اندر کرتی ہے اس لئے وہ خود رُوح ہے اور رُوح القدس اس سے جُدا نہیں۔کیونکہ اس محبت اور رُوح القدس میں کبھی انفکاک ہو ہی نہیں سکتا۔اِسی وجہ سے ہم نے اکثر جگہ صرف محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا ذکر کیا ہے اور رُوح القدس کا نام نہیں لیا کیونکہ ان کا باہم تلازم ہے اور جب رُوح کسی

مومن پر نازل ہوتی ہے تو تمام بوجھ عبادات کا اس کے سر پر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اُس میں ایک ایسی قوت اور لذت آجاتی ہے جو وہ قوت تکلّف سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے یادالٰہی اُس سے کراتی ہے اور عاشقانہ جوش اُس کو بخشتی ہے۔ پس ایسا مومن جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہر وقت آستانہ الٰہی کے آگے حاضر رہتا ہے اور حضرت عزت کی دائمی ہمسائیگی اس کے نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اِس درجہ کے بارے میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المؤمنون:10) یعنی مومن کامل وہ لوگ ہیں کہ ایسا دائمی حضور اُن کو میّسر آتا ہے کہ ہمیشہ وہ اپنی نماز کے آپ نگہبان رہتے ہیں۔ یہ اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اس درجہ کا مومن اپنی رُوحانی بقا کے لئے نماز کو ایک ضروری چیز سمجھتا ہے اور اس کو اپنی غذا قرار دیتا ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتا۔ یہ درجہ بغیر اس رُوح کے حاصل نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن پر نازل ہوتی ہے کیونکہ جب کہ مومن خدا تعالیٰ کے لئے اپنی جان کو ترک کر دیتا ہے تو ایک دوسری جان پانے کا مستحق ہوتا ہے۔

اِس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ یہ مراتب سِتّہ عقلِ سلیم کے نزدیک اُس مومن کی راہ میں پڑے ہیں جو اپنے وجود روحانی کو کمال تک پہنچانا چاہتا ہے اور ہر ایک انسان تھوڑے سے غور کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ ضرور مومن پر اس کے سلوک کے وقت چھ حالتیں آتی ہیں۔ وجہ یہ کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ سے کامل تعلّق نہیں پکڑتا تب تک اُس کا نفس ناقص پانچ خراب حالتوں سے پیار کرتا ہے اور ہر ایک حالت کا پیار دُور کرنے کے لئے ایک ایسے سبب کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس پیار پر غالب آجائے۔ اور نیا پیار پہلے پیار کا علاقہ توڑ دے۔

چنانچہ پہلی حالت جس سے وہ پیار کرتا ہے یہ ہے کہ وہ ایک غفلت میں پڑا ہوتا ہے اور اس کو بالکل خدا تعالیٰ سے بُعد اور دُوری ہوتی ہے اور نفس ایک کفر کے رنگ میں ہوتا ہے اور غفلت کے پردے تکبّر اور لاپروائی اور سنگدلی کی طرف اس کو کھینچتے ہیں اور خشوع اور خضوع اور تواضع اور فروتنی اور انکسار کا نام ونشان اس میں نہیں ہوتا اور اسی اپنی حالت سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے اور پھر جب عنایتِ الٰہیہ اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرتی ہے تو کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے یا کسی آفت کے نازل ہونے سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا اس کے دل پر اثر پڑتا ہے اور اس اثر سے اُس پر ایک حالت خشوع پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے تکبّر اور گردن کشی اور غفلت کی عادت کو کالعدم کر دیتی ہے اور اس سے علاقہ محبت توڑ دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر وقت دنیا میں مشاہدہ میں آتی رہتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ جب ہیبتِ الٰہی کا تازیانہ کسی خوفناک لباس میں نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شریروں کی گردن جُھکا دیتا ہے اور خوابِ غفلت سے جگا کر خشوع اور خضوع کی حالت بنا دیتا ہے یہ وہ پہلا مرتبہ رجوع الی اللہ کا ہے جو عظمت اور ہیبت الٰہی کے مشاہدہ کے

بعد یا کسی اور طور سے ایک سعید الفطرت کو حاصل ہو جاتا ہے اور گو وہ پہلے اپنی غافلانہ اور بے قید زندگی سے محبت ہی رکھتا تھا۔ مگر جب مخالف اثر اُس پہلے اثر سے قوی تر پیدا ہوتا ہے تو اس حالت کو بہر حال چھوڑنا پڑتا ہے۔

پھر اس کے بعد دوسری حالت یہ ہے کہ ایسے مومن کو خدا تعالیٰ کی طرف کچھ رجوع تو ہو جاتا ہے مگر اس رجوع کے ساتھ لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو شغلوں کی پلیدی لگی رہتی ہے جس سے وہ اُنس اور محبت رکھتا ہے۔ ہاں کبھی نماز میں خشوع کے حالات بھی اس سے ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف لغو حرکات بھی اس کے لازمِ حال رہتی ہیں اور لغو تعلقات اور لغو مجلسیں اور لغو ہنسی ٹھٹھا اس کے گلے کا ہار رہتا ہے۔ گویا وہ دو رنگ رکھتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند

چوں بخلوت مے روند آن کارِ دیگر مے کنند

پھر جب عنایتِ الٰہیہ اس کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تو پھر ایک اَور جلوہ عظمت اور ہیبت اور جبروتِ الٰہی کا اُس کے دل پر نازل ہوتا ہے جو پہلے جلوہ سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور قوّتِ ایمانی اُس سے تیز ہو جاتی ہے اور ایک آگ کی طرح مومن کے دل پر پڑ کر تمام خیالات لغو اس کے ایک دم میں بھسم کر دیتی ہے۔ اور یہ جلوہ عظمت اور جبروتِ الٰہی کا اس قدر حضرتِ عزت کی محبت اُس کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ لغو کاموں اور لغو شغلوں کی محبت پر غالب آ جاتا ہے اور ان کو دفع اور دُور کر کے اُن کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور تمام بیہودہ شغلوں سے دل کو سرد کر دیتا ہے تب لغو کاموں سے دل کو ایک کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر لغو شغلوں اور لغو کاموں کے دُور ہونے کے بعد ایک تیسری خراب حالت مومن میں باقی رہ جاتی ہے جس سے وہ دوسری حالت کی نسبت بہت محبت رکھتا ہے یعنی طبعاً مال کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی اور آرام کا مدار مال کو ہی سمجھتا ہے اور نیز اس کے حاصل ہونے کا ذریعہ صرف اپنی محنت اور مشقت خیال کرتا ہے پس اس وجہ سے اس پر خدا تعالیٰ کی راہ میں مال کا چھوڑنا بہت بھاری اور تلخ ہوتا ہے۔

پھر جب عنایتِ الٰہیہ اس ورطۂ عظیمہ سے اُس کو نکالنا چاہتی ہے تو رازقیتِ الٰہیہ کا علم اُس کو عطا کیا جاتا ہے اور توکّل کا بیج اُس میں بویا جاتا ہے اور ساتھ اس کے ہیبتِ الٰہیہ بھی کام کرتی ہے اور دونوں تجلّیات جمالی اور جلالی اُس کے دل کو اپنے قابو میں لے آتی ہیں۔ تب مال کی محبت بھی دل میں سے بھاگ جاتی ہے اور مال دینے والے کی محبت کا تخم دل میں بویا جاتا ہے اور ایمان قوی کیا جاتا ہے۔ اور یہ قوتِ ایمانی درجہ سوم کی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ مومن صرف لغو باتوں کو ہی ترک نہیں کرتا بلکہ اُس مال کو ترک کرتا ہے جس

پر اپنی خوش زندگی کا سارا مدار سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کے ایمان کو قوّتِ توکّل عطا نہ کی جاتی اور رازقِ حقیقی کی طرف آنکھ کا دروازہ نہ کھولا جاتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ بخل کی بیماری دُور ہو سکتی۔ پس یہ قوتِ ایمانی نہ صرف لغو کاموں سے چھڑاتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے رازق ہونے پر ایک قوی ایمان پیدا کر دیتی ہے اور نورِ توکّل دل میں ڈال دیتی ہے۔ تب مال جو ایک پارۂ جگر سمجھا جاتا ہے بہت آسانی اور شرح صدر سے مومن اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے اور وہ ضعف جو بخل کی حالت میں نومیدی سے پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ پر بہت سی امیدیں ہو کر وہ تمام ضعف جاتا رہتا ہے۔ اور مال دینے والے کی محبت مال کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

پھر بعد اس کے چوتھی حالت ہے جس سے نفسِ امّارہ بہت ہی پیار کرتا ہے اور جو تیسری حالت سے بدتر ہے کیونکہ تیسری حالت میں تو صرف مال کا اپنے ہاتھ سے چھوڑنا ہے۔ مگر چوتھی حالت میں نفس امّارہ کی شہواتِ محرّمہ کو چھوڑنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مال کا چھوڑنا بہ نسبت شہوات کے چھوڑنے کے انسان پر طبعاً سہل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ حالت بہ نسبت حالات گذشتہ کے بہت شدید اور خطرناک ہے اور فطرتاً انسان کو شہوات نفسانیہ کا تعلق بہ نسبت مال کے تعلق کے بہت پیارا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مال کو جو اُس کے نزدیک مدارِ آسائش ہے بڑی خوشی سے شہوات نفسانیہ کی راہ میں فدا کر دیتا ہے۔ اور اس حالت کے خوفناک جوش کی شہادت میں یہ آیت کافی ہے۔ وَ لَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ۔ (یوسف 25) یعنی یہ ایسا مُنہ زور جوش ہے جو اِس کا فرو ہونا کسی برہانِ قوی کا محتاج ہے۔ پس ظاہر ہے کہ درجہ چہارم پر قوّتِ ایمانی بہ نسبت درجہ سوم کے بہت قوی اور زبردست ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا مشاہدہ بھی پہلے کی نسبت اُس میں زیادہ ہوتا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ بھی اس میں نہایت ضروری ہے کہ جس لذّت ممنوعہ کو دُور کیا گیا ہے اس کے عوض میں روحانی طور پر کوئی لذّت بھی حاصل ہو۔ اور جیسا کہ بخل کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی رازقیت پر قوی ایمان درکار ہے۔ اور خالی جیب ہونے کی حالت میں ایک قوی توکّل کی ضرورت ہے تا بخل بھی دُور ہو اور غیبی فتوح پر اُمید بھی پیدا ہو جائے۔ ایسا ہی شہوات ناپاک نفسانیہ کے دُور کرنے کے لئے اور آتشِ شہوت سے مخلصی پانے کے لئے اس آگ کے وجود پر قوی ایمان ضروری ہے جو جسم اور رُوح دونوں کو عذاب شدید میں ڈالتی ہے اور نیز ساتھ اس کے اُس رُوحانی لذّت کی ضرورت ہے جو ان کثیف لذّتوں سے بے نیاز اور مستغنی کر دیتی ہے۔ جو شخص شہوات نفسانیہ محرّمہ کے پنجہ میں اسیر ہے وہ ایک اژدہا کے مُنہ میں ہے جو نہایت خطرناک زہر رکھتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جیسا کہ لغو حرکات کی بیماری سے بخل کی بیماری بڑھ کر ہے اِسی طرح بخل کی بیماری کے مقابل پر شہوات نفسانیہ محرّمہ کے پنجہ میں اسیر ہونا سب بلاؤں سے زیادہ بلا ہے جو

خدائے تعالیٰ کے ایک خاص رحم کی محتاج ہے اور جب خدا تعالیٰ کسی کو اس بلا سے نجات دینا چاہتا ہے تو اپنی عظمت اور ہیبت اور جبروت کی ایسی تجلّی اس پر کرتا ہے جس سے شہواتِ نفسانیہ محرّمہ پارہ پارہ ہو جاتی ہیں اور پھر جمالی رنگ میں اپنی لطیف محبت کا ذوق اس کے دل میں ڈالتا ہے اور جس طرح شیر خوار بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد صرف ایک رات تلخی میں گذارتا ہے بعد اس کے اس دودھ کو ایسا فراموش کر دیتا ہے کہ چھاتیوں کے سامنے بھی اگر اس کے مُنہ کو رکھا جائے تب بھی دودھ پینے سے نفرت کرتا ہے۔ یہی نفرت شہواتِ محرّمہ نفسانیہ سے اُس راستباز کو ہو جاتی ہے جس کو نفسانی دودھ چھڑا کر ایک روحانی غذا اس کے عوض میں دی جاتی ہے۔

پھر چوتھی حالت کے بعد پانچویں حالت ہے جس کے مفاسد سے نہایت سخت اور شدید محبت نفسِ امّارہ کو ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ پر صرف ایک لڑائی باقی رہ جاتی ہے اور وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ حضرت عزّت جلّ شانہٗ کے فرشتے اس وجود کی تمام آبادی کو فتح کر لیں اور اُس پر اپنا پورا تصرّف اور دخل کر لیں اور تمام نفسانی سِلسلہ کو درہم برہم کر دیں۔ اور نفسانی قویٰ کے قریہ کو ویران کر دیں۔ اور اس کے نمبرداروں کو ذلیل اور پست کر کے دکھلا دیں اور پہلی سلطنت پر ایک تباہی ڈال دیں۔ اور انقلاب سلطنت پر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ۔ (النمل:35) اور یہ مومن کے لئے ایک آخری امتحان اور آخری جنگ ہے جس پر اُس کے تمام مراتب سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا سِلسلہ ترقیات جو کسب اور کوشش سے ہے انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور انسانی کوششیں اپنے اَخیر نقطہ تک منزل طے کر لیتی ہیں۔ پھر بعد اس کے صرف موہبت اور فضل کا کام باقی رہ جاتا ہے جو خلق آخر کے متعلق ہے۔ اور یہ پانچویں حالت چوتھی حالت سے مشکل تر ہے کیونکہ چوتھی حالت میں تو صرف مومن کا کام یہ ہے کہ شہوات محرّمہ نفسانیہ کو ترک کرے مگر پانچویں حالت میں مومن کا کام یہ ہے کہ نفس کو بھی ترک کر دے اور اس کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف واپس کرے اور خدا کے کاموں میں اپنے نفس کو وقف کر کے اس سے خدمت لے اور خدا کی راہ میں بذل نفس کرنے کا ارادہ رکھے اور اپنے نفس کی نفی وجود کے لئے کوشش کرے۔ کیونکہ جب تک نفس کا وجود باقی ہے گناہ کرنے کے لئے جذبات بھی باقی ہیں جو تقویٰ کے بر خلاف ہیں۔ اور نیز جب تک وجود نفس باقی ہے ممکن نہیں کہ انسان تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مار سکے یا پورے طور پر خدا کی امانتوں اور عہدوں یا مخلوق کی امانتوں اور عہدوں کو ادا کر سکے۔ لیکن جیسا کہ بخل بغیر توکّل اور خدا کی رازقیت پر ایمان لانے کے ترک نہیں ہو سکتا اور شہوات نفسانیہ محرّمہ بغیر استیلاء ہیبت اور عظمتِ الٰہی اور لذاتِ روحانیہ کے چھوٹ نہیں سکتیں ایسا ہی یہ مرتبہ عظمیٰ کہ ترکِ نفس کر کے تمام امانتیں خدا تعالیٰ کی اس کو واپس دی جائیں

کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک تیز آندھی عشقِ الٰہی کی چل کر کسی کو اس کی راہ میں دیوانہ نہ بنا دے۔ یہ تو در حقیقت عشقِ الٰہی کے مستوں اور دیوانوں کے کام ہیں دنیا کے عقلمندوں کے کام نہیں۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا۔ (الاحزاب:73) ہم نے اپنی امانت کو جو امانت کی طرح واپس دینی چاہیئے تمام زمین و آسمان کی مخلوق پر پیش کیا۔ پس سب نے اُس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرے کہ امانت کے لینے سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو مگر انسان نے اس امانت کو اپنے سر پر اٹھا لیا کیونکہ وہ ظلوم اور جہول تھا۔ یہ دونوں لفظ انسان کے لئے محل مدح میں ہیں نہ محل مذمت میں اور ان کے معنے یہ ہیں کہ انسان کی فطرت میں ایک صفت تھی کہ وہ خدا کے لئے اپنے نفس پر ظلم اور سختی کر سکتا تھا۔ اور ایسا خدا تعالیٰ کی طرف جُھک سکتا تھا کہ اپنے نفس کو فراموش کر دے اس لئے اُس نے منظور کیا کہ اپنے تمام وجود کو امانت کی طرح پاوے اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ اور اس پانچویں مرتبہ کے لئے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ۔ (المومنون:5) یعنی مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارے میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے۔ یہ اس امانت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اُس نے دی ہیں اور جس وقت وہ چاہے اپنی امانتوں کو واپس لے سکتا ہے۔ پس ان تمام امانتوں کا رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک در باریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خدمت میں نفس اور اُس کے تمام قویٰ اور جسم اور اس کے تمام قویٰ اور جوارح کو لگایا جائے اِس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اُس کی نہیں بلکہ خدا کی ہو جائیں اور اُس کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے موافق ان تمام قویٰ اور اعضاء کا حرکت اور سکون ہو اور اس کا ارادہ کچھ بھی نہ رہے بلکہ خدا کا ارادہ اُن میں کام کرے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اس کا نفس ایسا ہو جیسا کہ مُردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور یہ خود رائی سے بے دخل ہو اور خدا تعالیٰ کا پورا تصرّف اس کے وجود پر ہو جائے یہاں تک کہ اُسی سے دیکھے اور اُسی سے سُنے اور اُسی سے بولے اور اُسی سے حرکت یا سکون کرے اور نفس کی دقیق در دقیق آلائشیں جو کسی خوردبین سے بھی نظر نہیں آ سکتیں دُور ہو کر فقط رُوح رہ جائے۔ غرض مہیمنت خدا کی اس پر احاطہ کر لے اور

اپنے وجود سے اس کو کھو دے اور اُس کی حکومت اپنے وجود پر کچھ نہ رہے اور سب حکومت خدا کی ہو جائے اور نفسانی جوش سب مفقود ہو جائیں اور الوہیت کے ارادے اُس کے وجود میں جوش زن ہو جائیں۔ پہلی حکومت بالکل اُٹھ جائے اور دوسری حکومت دل میں قائم ہو اور نفسانیت کا گھر ویران ہو اور اُس جگہ پر حضرت عزّت کے خیمے لگائے جائیں اور ہیبت اور جبروت الٰہی تمام اُن پودوں کو جن کی آب پاشی گندے چشمۂ نفس سے ہوتی تھی اس پلید جگہ سے اکھیڑ کر رضا جوئی حضرتِ عزّت کی پاک زمین میں لگا دئے جائیں اور تمام آرزوئیں اور تمام ارادے اور تمام خواہشیں خدا میں ہو جائیں اور نفسِ امّارہ کی تمام عمارتیں منہدم کر کے خاک میں ملادی جائیں اور ایک ایسا پاک محل تقدس اور تطہّر کا دل میں طیار کیا جاوے جس میں حضرت عزّت نازل ہو سکے اور اس کی رُوح اس میں آباد ہو سکے اس قدر تکمیل کے بعد کہا جائے گا کہ وہ امانتیں جو منعم حقیقی نے انسان کو دی تھیں وہ واپس کی گئیں۔ تب ایسے شخص پر یہ آیت صادق آئے گی وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ (المومنون: 5) اس درجہ پر صرف ایک قالب تیار ہوتا ہے اور تجلّی الٰہی کی رُوح جس سے مراد محبتِ ذاتیہ حضرت عزّت ہے بعد اس کے مع رُوح القدس ایسے مومن کے اندر داخل ہوتی اور نئی حیات اُس کو بخشتی ہے اور ایک نئی قوت اس کو عطا کی جاتی ہے اور اگرچہ یہ سب کچھ رُوح کے اثر سے ہی ہوتا ہے لیکن ہنوز رُوح مومن سے صرف ایک تعلّق رکھتی ہے اور ابھی مومن کے دل کے اندر آباد نہیں ہوتی۔

پھر بعد اس کے وجود رُوحانی کا مرتبہ ششم ہے یہ وہی مرتبہ ہے جس میں مومن کی محبتِ ذاتیہ اپنے کمال کو پہنچ کر اللہ جلّ شانہٗ کی محبتِ ذاتیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب خدا تعالیٰ کی وہ محبت ذاتی مومن کے اندر داخل ہوتی ہے اور اس پر احاطہ کرتی ہے جس سے ایک نئی اور فوق العادت طاقت مومن کو ملتی ہے اور وہ ایمانی طاقت ایمان میں ایک ایسی زندگی پیدا کرتی ہے جیسے ایک قالبِ بے جان میں رُوح داخل ہو جاتی ہے بلکہ وہ مومن میں داخل ہو کر درحقیقت ایک رُوح کا کام کرتی ہے۔ تمام قویٰ میں اس سے ایک نُور پیدا ہوتا ہے۔ اور رُوح القدس کی تائید ایسے مومن کے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ باتیں اور وہ علوم جو انسانی طاقت سے برتر ہیں وہ اس درجہ کے مومن پر کھولے جاتے ہیں اور اس درجہ کا مومن ایمانی ترقیات کے تمام مراتب طے کر کے ان ظلّی کمالات کی وجہ سے جو حضرت عزت کے کمالات سے اُس کو ملتے ہیں آسمان پر خلیفۃ اللہ کا لقب پاتا ہے کیونکہ جیسا کہ ایک شخص جب آئینہ کے مقابل پر کھڑا ہوتا ہے تو تمام نقوش اس کے مُنہ کے نہایت صفائی سے آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی اس درجہ کا مومن جو نہ صرف ترک نفس کرتا ہے بلکہ نفیء وجود اور ترکِ نفس کے کام کو اس درجہ کے کمال تک پہنچاتا ہے کہ اس کے وجود میں سے کچھ بھی نہیں رہتا اور صرف آئینہ کے

رنگ میں ہو جاتا ہے۔ تب ذاتِ الٰہی کے تمام نقوش اور تمام اخلاق اس میں مندرج ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہونے والے مُنہ کے تمام نقوش اپنے اندر لے کر اس مُنہ کا خلیفہ ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مومن بھی ظلّی طور پر اخلاق اور صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر لے کر خلافت کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظلّی طور پر الٰہی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اور اپنی ذات میں وراء الوراء ہے ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے۔ دنیا اس کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کے دائرہ سے بہت ہی دُور چلا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا جو غیر متبدل اور حیّ و قیّوم ہے وہ مومن کامل کی اُس پاک تبدیلی کے بعد جب کہ مومن خدا کے لئے اپنا وجود بالکل کھو دیتا ہے اور ایک نیا چولا پاک تبدیلی کا پہن کر اُس میں سے اپنا سر نکالتا ہے۔ تب خدا بھی اس کے لئے اپنی ذات میں ایک تبدیلی کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا کی ازلی ابدی صفات میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ قدیم سے اور ازل سے غیر متبدل ہے۔ لیکن یہ صرف مومن کامل کے لئے جلوۂ قدرت ہوتا ہے اور ایک تبدیلی جس کی ہم کُنہ نہیں سمجھ سکتے مومن کی تبدیلی کے ساتھ خدا میں بھی ظہور میں آجاتی ہے مگر اس طرح پر کہ اُس کی غیر متبدل ذات پر کوئی گرد و غبار حدوث کا نہیں بیٹھتا۔ وہ اسی طرح غیر متبدل ہوتا ہے جس طرح وہ قدیم سے ہے لیکن یہ تبدیلی جو مومن کی تبدیلی کے وقت ہوتی ہے یہ اس قسم کی ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مومن خدائے تعالیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے تو خدا اس کی نسبت تیز حرکت کے ساتھ اُس کی طرف آتا ہے اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تبدیلیوں سے پاک ہے ایسا ہی وہ حرکتوں سے بھی پاک ہے۔ لیکن یہ تمام الفاظ استعارہ کے رنگ میں بولے جاتے ہیں اور بولنے کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ تجربہ شہادت دیتا ہے کہ جیسے ایک مومن خدائے تعالیٰ کی راہ میں نیستی اور فنا اور اِستہلاک کرکے اپنے تئیں ایک نیا وجود بناتا ہے اس کی ان تبدیلیوں کے مقابل پر خدا بھی اس کے لئے ایک نیا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملات کرتا ہے جو دوسرے کے ساتھ کبھی نہیں کرتا۔ اور اس کو اپنے ملکوت اور اسرار کا وہ سَیر کراتا ہے جو دوسرے کو ہرگز نہیں دکھلاتا۔ اور اس کے لئے وہ کام اپنے ظاہر کرتا ہے جو دوسروں کے لئے ایسے کام کبھی ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس قدر اس کی نصرت اور مدد کرتا ہے کہ لوگوں کو تعجب میں ڈالتا ہے۔ اس کے لئے خوارق دکھلاتا ہے اور معجزات ظاہر کرتا اور ہر ایک پہلو سے اس کو غالب کر دیتا ہے اور اس کی ذات میں ایک قوتِ کشش رکھ دیتا ہے جس سے ایک جہان اُس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور وہی باقی رہ جاتے ہیں جن پر شقاوتِ ازلی غالب ہے۔

پس اِن تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ مومن کامل کی پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالیٰ بھی ایک نئی صورت

کی تجلّی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اُسی دن سے بلکہ اُسی گھڑی سے بلکہ اُسی دم سے خدا تعالیٰ کا رجوع اُس کی طرف شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اُس کا متولّی اور متکفّل اور حامی اور ناصر بن جاتا ہے۔ اور اگر ایک طرف تمام دنیا ہو اور ایک طرف مومنِ کامل تو آخر غلبہ اُسی کو ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنی محبت میں صادق ہے اور اپنے وعدوں میں پورا۔ وہ اس کو جو در حقیقت اُس کا ہو جاتا ہے ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ ایسا مومن آگ میں ڈالا جاتا ہے اور گلزار میں سے نکلتا ہے۔ وہ ایک گرداب میں دھکیل دیا جاتا ہے اور ایک خوشنما باغ میں سے نمودار ہو جاتا ہے۔ دشمن اس کے لئے بہت منصوبے کرتے اور اس کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا ان کے تمام مکروں اور منصوبوں کو پاش پاش کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہر قدم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے آخر اُس کی ذلّت چاہنے والے ذلّت کی مار سے مرتے ہیں اور نامرادی اُن کا انجام ہوتا ہے۔ لیکن وہ جو اپنے تمام دل اور تمام جان اور تمام ہمّت کے ساتھ خدا کا ہو گیا ہے وہ نامراد ہرگز نہیں مرتا اور اُس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے اور ضرور ہے کہ وہ جیتا رہے جب تک اپنے کاموں کو پورا کر لے۔ تمام برکتیں اخلاص میں ہیں اور تمام اخلاص خدا کی رضا جوئی میں اور تمام خدا کی رضا جوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں۔ یہی موت ہے جس کے بعد زندگی ہے مبارک وہ جو اس زندگی میں سے حصّہ لے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 218 تا 243)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح پر 79 کے قریب لکھی جانے والی کتب کا تعارف

قسط چہارم

(اے۔ ولیم)

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا

26: Life of Ahmad Founder of the Ahmadiyya Movement

مصنفہ: A.R.Dard.M.A. Ex Imam London Mosque

کل صفحات: 622

سوانحی تعارف:

آپ کی پیدائش 1894ء میں لدھیانہ میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام حضرت ماسٹر قادر بخش صاحبؓ تھا۔ آپ کا پیدائشی نام رحیم بخش تھا بعد میں اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تبدیل کر کے عبد الرحیم رکھا۔ اور درد تخلص بھی حضورؓ نے ہی رکھا۔

1914ء میں آپ نے لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کر لیا۔ آپ 1919ء میں زندگی وقف کر کے قادیان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔ 1922ء سے لے کر 1924ء تک پرائیویٹ سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے۔ 1924ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہمراہ ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن روانہ ہوئے۔ اور اکتوبر 1924ء سے آپ کو انگلستان کے مبلغ انچارج کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ نے سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی حیثیت سے مسلمانانِ کشمیر کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ 1933ء میں آپ دوبارہ انگلستان روانہ ہوئے۔ اور اس قیام کے دوران حضور کی تحریک پر آپ نے قائد اعظم کو واپسی پر آمادہ کیا۔

اور آپ 9 نومبر 1938ء کو واپس تشریف لائے۔ 1939ء میں خلافت جوبلی کمیٹی تشکیل دی گئی اور آپ اس کے سیکرٹری مقرر کئے گئے۔

7 دسمبر 1955ء کو وفات پائی اگلے روز نمازِ ظہر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے احاطہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور کافی دور تک کندھا دیا۔ قبر تیار ہونے پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے دعا کرائی۔

تصانیف: متعدد مقالہ جات و مضامین کے علاوہ 10 کے قریب اردو اور 18 کے قریب انگلش زبان میں کتب تالیف کیں چند ایک کے نام یہ ہیں: رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ قادیان، بانی سلسلہ اور انگریز وغیرہ

تعارف کتاب:

محترم حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ سابق امام مسجد فضل لندن کی انگریزی زبان میں زبردست علمی و تحقیقی تصنیف ہے۔ جو کہ 622 صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں مزید 5 صفحات کا ضمیمہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے 313 صحابہؓ کے اسماء اور مزید 2 صفحات ان 101 اسماء کی فہرست پر مشتمل ہے جنہوں نے منارۃ المسیح کی تعمیر میں مالی اعانت کی سعادت پائی۔ یہ کتاب نفیس پرنٹرز 26 پٹیالہ گراؤنڈ لاہور نے شائع کی۔ اس کتاب کی بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مصنف نے خود حضرت اقدسؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا گو کہ چھوٹی عمر تھی۔ اسی طرح بہت سے کبار صحابہؓ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا۔ اس کتاب کی تصنیف کے لئے بہت سا تاریخی ریکارڈ آپ نے تلاش کیا، کھنگالا، ڈھونڈا، جانچا، پرکھا اور ایک مستند تاریخ فراہم کی۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

مصنف بہت سے ایسے لوگوں سے ذاتی طور پر ملاقات کر چکے تھے جو سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ مثال کے طور پر مولوی ثناء اللہ صاحب، مولوی عبد اللہ ٹونکی صاحب، کرنل ڈگلس اور ریورنڈ وائٹ بریخت سٹانٹن (Weitbrecht Stanton, Ph.D, D.D.Distt: Missonary Batala 1884-96) وغیرہ۔

الغرض 622 صفحات کی 77 ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہے جو 1901ء تک کے اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ مصنف نے یہ کتاب Part I کے طور پر لکھی تھی۔ لیکن افسوس کہ دوسرا حصہ منظر عام پر نہ آ سکا۔ یہ کتاب عملاً تو 1945ء میں مکمل ہو چکی تھی اور بعد میں 1947ء تک نصف سے زائد کتاب پرنٹ بھی ہو چکی تھی کہ ملکی حالات کی ابتری اور افراتفری سے اس کی اشاعت مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی گئی اور مزید طبع

نہ ہو سکی اور یوں 25 دسمبر 1948ء کو لاہور میں اس کی اشاعت مکمل ہو سکی۔ اس کتاب کے شروع میں حضرت اقدسؑ کے آباؤ اجداد پر مشتمل ایک شجرہ نسب ہے اور کتاب کے مختلف صفحات پر 32 تصاویر ہیں جن میں سے بعض تو بہت ہی نایاب ہیں: جیسے لالہ ملاوامل، سوامی دیانند، لالہ شرمپت رائے، کیپٹن ڈگلس، مرزا امام الدین، مرزا نظام الدین، پنڈت اگنی ہوتری وغیرہ۔ لیکن ان تصاویر کی طباعت بہت عمدہ نہیں ہے۔ شاید کہ اس کی وجہ طباعت کے وقت وہ ملکی حالات آڑے رہے ہوں جن کا ذکر مصنف نے اس کتاب کے دیباچہ میں بھی کیا ہے۔ جہاں وہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The book was completed by the end of 1945 but the scarcity of paper and the lack of funds delayed its being sent to the press. It took about twelve months to complete the arrangements and the actual printing began in 1947. When 480 pages were printed there broke out catastrophic disturbances throughout the Punjab"

(Life of Ahmad by A. R Dard, Foreword Page b)

[ترجمہ] یہ کتاب تو 1945ء کے آخر میں مکمل ہو چکی تھی لیکن کاغذ کی عدم دستیابی اور فنڈز کی کمی کے باعث پریس میں بھیجنے میں تاخیر ہوگئی۔ ان انتظامات کی تکمیل میں تقریباً بارہ مہینے لگ گئے اور طباعت کا کام 1947ء میں شروع ہوا۔ اور جب 480 صفحات طبع ہو چکے تھے تو پنجاب کے طول و عرض میں خوفناک فسادات پھوٹ پڑے...

اب 2008ء میں Islam International Publications UK کے زیر اہتمام اس کتاب کو نئے ٹائپ سیٹ میں شائع کیا گیا ہے۔ جس کے شروع میں مصنف کا تعارف بھی شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح کتاب کے پیش لفظ میں صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب وکیل اشاعت کی طرف سے کتاب کی اہمیت وافادیت کے متعلق بھی ایک نوٹ ہے۔ اس نئے ایڈیشن کے 900 صفحات ہیں۔

27: بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز

مصنفہ: حضرت مولانا عبدالرحیم دردؓ ایم۔اے　　　　کل صفحات: 96

تعارف کتاب:

خاکسار کے پاس جو کتاب ہے اس پر پرنٹر اور پریس کا نام وغیرہ موجود نہیں نیز اس کتاب کا آخری

ٹائٹل پیج بھی موجود نہیں، ممکن ہے کہ اس پر کوئی معلومات ہوں۔ البتہ ٹائٹل پیج پر ملنے کا پتہ: احمدیہ کتابستان ربوہ درج ہے اور تعداد اشاعت اور بار اول لکھا ہے۔ اصل میں یہ ایک تقریر ہے جو 28 دسمبر 1953ء کے جلسہ سالانہ (ربوہ) کے موقعہ پر کی گئی جیسا کہ کتاب ہذا کے صفحہ چھ پر لکھا ہوا ہے۔

چھیانوے صفحات کے اس چھوٹے سائز کے کتابچہ میں مولانا صاحب نے ٹھوس شواہد اور بیسیوں حوالہ جات کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا زبردست دفاع کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ انگریزوں کی خوشامد اور ایجنٹ ہونے کا الزام بددیانتی اور جہالت کے باعث لگایا جاتا ہے۔ کتاب کے آخر پر 9 صفحات کا ضمیمہ ہے جو ان کتب کی فہرست پر مشتمل ہے جو کرسچین مشنز کی طرف سے شائع کی گئی ہیں۔

28: سیرت احمد علیہ السلام

مرتبہ: حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ	کل صفحات: 292
طبع اول: دسمبر 1962ء	مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

سوانحی تعارف:

حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ کی پیدائش ریاست پٹیالہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ سنور میں قریباً 1882ء کو ہوئی۔ آپ کا نام آپ کے دادا حضرت حافظ شیر محمد صاحب نے قدرت اللہ رکھا اور آپ کے والد صاحب حضرت محمد موسیٰ صاحب نے آپ کا نام غلام مصطفیٰ رکھا مگر دادا کا نام لوگوں میں زیادہ مشہور ہو گیا۔ نقشہ نویسی کی تعلیم حاصل کی جس کے بعد آپ ریاست پٹیالہ میں ملازم ہو گئے۔ 1898ء میں آپ نے بیعت کا خط حضور علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور آپ کی بیعت قبول ہوئی۔ البتہ 1898ء کے آخر میں قادیان جا کر دستی بیعت بھی کی۔ 1935ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو ناصر آباد اسٹیٹ کا پہلا مینیجر مقرر کیا۔ آپ نے 1947ء تک وہاں خدمات سرانجام دیں۔

وفات: ایک مختصر بیماری کے بعد 19 نومبر 1968ء کو کراچی میں آپ کی وفات ہوئی۔ 21 نومبر 1968ء کو حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ نے صبح 9 بجے آپ کی نماز جنازہ ربوہ میں پڑھائی اور آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔

تعارف کتاب:

اس کتاب میں 80 کے قریب صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایات درج ہیں، حضرت مسیح موعودؑ کے کچھ خطوط ہیں جو بعض صحابہؓ کے نام لکھے گئے۔ اور آخر پر 50 صفحات پر مشتمل حضرت مولوی قدرت

اللہ سنوری صاحبؓ کی خود نوشت سوانح بھی ہے۔

29:ذکرِ حبیبؑ

مصنفہ: حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ   کل صفحات:16

مطبع:ضیاء الاسلام پریس ربوہ (بار دوم:1966ء)

سوانحی تعارف:

آپ کی پیدائش 1887ء پٹیالہ میں ہوئی، اپنے والد صاحب کے ہمراہ 1899ء میں حضورؑ کی بیعت کی جبکہ آپ کی عمر بارہ سال تھی۔ 20 اپریل 1908ء کو میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جنازے کے ساتھ قادیان آنے اور جنازے کو کندھا دینے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کے معالج ہونے کا بھی شرف حاصل رہا۔ 1918ء میں حضرت مصلح الموعودؓ نے آپ کو پٹیالہ سے قادیان بلوایا اور 2 فروری 1919ء کو آپ نور ہسپتال قادیان کے میڈیکل آفیسر انچارج مقرر ہوئے اور 1954ء تک اس عہدے پر مقرر رہے۔ 13 اپریل 1967ء بروز جمعرات بعمر اسّی [80] سال وفات ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد مبارک میں پڑھائی۔ اور 14 اپریل بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عشاء بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

تعارف کتاب:

یہ جلسہ سالانہ ربوہ 1964ء کے موقعہ پر کی جانے والی تقریر ہے جو کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے۔ ٹائٹل پر بار دوم لکھا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس میں مقرر نے حضرت اقدسؑ کے ساتھ اپنے واقعات و روایات کا ذکر کرتے ہوئے سیرت و سوانح کے مضمون میں اضافہ فرمایا ہے۔

30:ذکرِ حبیبؑ: سیرت مہدوی

مصنفہ: حضرت محمد فاضل صاحبؓ   کل صفحات:16

پبلشر: ”محمد فاضل ریٹائرڈ میونسپل انجینئر فیروز پور حال ربوہ محلہ دارالرحمت وسطی“

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔

سوانحی تعارف:

محترم حضرت محمد فاضل صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر 1903ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا، دو مرتبہ حج بیت اللہ کرنے کی سعادت بھی ملی۔ اردو اور پنجابی کے شاعر تھے۔ آپ نے بچوں کے لئے بہت سی نظمیں لکھیں جو شائع شدہ ہیں۔ آپ نے تاریخ احمدیت کے واقعات کو بھی منظوم شکل میں ڈھالا۔ دارالرحمت وسطی اور غربی ربوہ میں قیام رہا، 22 فروری 1975ء کو وفات ہوئی۔ آپ کی عمر 78 سال تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کی نماز جنازہ 23 فروری بعد از نماز ظہر پڑھائی اور آپ کی تدفین قطعہ صحابہؓ بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

تعارف کتاب:

یہ کتابچہ پنجابی منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ اور حضورؑ کی شروع جوانی کی چند ایمان افروز باتوں کا بیان ہے۔ مثلاً آپؑ کی کثرت عبادت کی وجہ سے مسجد میں دیر تک قیام کرنے کے باعث آپؑ کو مسیتڑ کہا جانا، حضرت اقدسؑ کا اپنے والد صاحب کے زمانے میں ایک مقدمہ کے لئے کچہری تشریف لے جانا اور مقدمہ کی پیروی، سیالکوٹ میں حضورؑ کی ملازمت کا زمانہ وغیرہ کا ذکر منظوم کلام کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تاریخ اشاعت مذکور نہیں البتہ اس کے صفحہ نمبر 2 سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابت ملک عنایت اللہ صاحب نے لاہور میں کی ہے اور سن 58ء لکھا ہوا ہے۔

31: In the Company of Promised Messiah

مصنفہ: Ch.Ali Muhammad BA. BT صفحات: 344

سوانحی تعارف:

1892ء میں لدھیانہ کے ہٹھور نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ 1906ء میں تحریری بیعت اور 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مارچ 1911ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان دیا۔ 1913ء میں سینٹرل ٹریننگ کالج سے فارغ ہو کر تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ملازمت کا آغاز کیا اور یہاں 1945ء تک خدمات سر انجام دیں۔ 1947ء میں جامعہ احمدیہ میں بطور انگریزی کے استاد مقرر ہوئے۔ 1920ء میں قریباً چھ ماہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ اسی طرح ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر بھی رہے اور 1951ء سے 1974ء تک ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹوریل سٹاف میں

بھی کام کیا۔ 14 جنوری 1979ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

تعارف کتاب:

ابتدائی چار صفحات میں مصنف حضرت چوہدری علی محمد صاحبؓ بی اے، بی ٹی نے اپنے خاندانی حالات درج کئے ہیں۔ جس کے مطابق انہوں نے 1907ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر قادیان جاکر بیعت کی اور 1911ء میں قادیان سے ہی میٹرک کا امتحان پاس کیا اور 1913ء سے 1974ء تک صدر انجمن احمدیہ قادیان اور ربوہ کی ملازمت کی توفیق پاتے رہے۔ کتاب کا یہ مسودہ کچھ اقساط کی صورت میں ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع ہوتا رہا جس کی پہلی قسط ستمبر 1971ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ جیسا کہ مصنف نے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ کتاب 20 ابواب پر مشتمل ہے۔ بیسواں اور آخری باب خلافت کے موضوع پر ہے اور ابواب میں سن وار اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سال میں بیعت کرنے والے بعض مشہور صحابہ کے سوانح بھی اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کی Ac-knowledgment[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 9 دسمبر 1977ء کو شائع ہوئی ہو گی۔

32: ایقاظ الناس

مصنف: السید الشیخ محمد السعیدی الطرابلسی الشامی　　　صفحات: 72

سن اشاعت: رجب 1311ھ فروری 1894ء　مطبع: ریاض ہند پریس امرتسر

سوانحی تعارف:

حضرت مولوی محمد سعید رضی اللہ عنہ نہایت درجہ بزرگ اور عالم تھے۔ اور فخر الشعراء اور مجد الادباء کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب طرابلس سے براہ کراچی، کرنال گئے۔ (طرابلس (شام) بیروت سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے) وہاں سے دہلی بغرض علاج حکیم اجمل خان دہلوی کے پاس گئے اور دہلی کے مشہور مدرسہ فتح پوری میں علوم عربیہ کی تدریس کے فرائض بجالاتے رہے۔ انہیں ڈیرہ دون میں حضرت حافظ محمد یعقوب صاحبؓ نے "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں مندرجہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں نعتیہ قصیدہ سے تعارف کروایا جسے پڑھ کر آپ بے اختیار پکار اٹھے کہ عرب بھی اس سے بہتر کلام نہیں لاسکتے۔ ازاں بعد آپ کو سیالکوٹ جانے کا اتفاق ہوا جہاں حضرت میر حسام الدین صاحبؓ نے انہیں آئینہ کمالات اسلام کے

1۔ سیاق وسباق کے مطابق یہ لفظ "کتاب کے پیش لفظ" کے معنوں میں معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عربی حصہ کارڈ لکھنے کا ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بھی وہاں موجود تھے۔ جن سے حضرت مولوی محمد سعید صاحب نے حضرت اقدسؑ کے بارے میں تعارف حاصل کیا اور قادیان حاضر ہوگئے۔ آپ قریباً سات ماہ تک تحقیق میں مصروف رہے۔ حضرت اقدسؑ کو نہایت قریب سے دیکھا اور حضورؑ کے علمی فیضان سے متمتع ہوئے اور بالآخر بعض مبشر رؤیا کی بنا پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ ایقاظ الناس کے علاوہ آپ کی ایک اور کتاب ''اَلْاِنْصَافُ بَیْنَ الْاَحِبَّاء'' بھی ہے۔ آپ تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست میں شامل تھے۔ آپ کا فہرست میں 55 نمبر پر نام ہے۔

تعارف کتاب:

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ لیکن انتہائی جامع اور مختصر کتاب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حالات و سوانح، عقیدہ اور خاص طور پر آپکی صداقت کے دلائل اور قرآن و حدیث سے اس زمانے کی علامات اور وفات مسیح وغیرہ کے دلائل مذکور ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس کتاب اور اس کے مصنف کی بابت اپنی ایک تصنیف میں فرماتے ہیں:

''میں نے ان کتابوں کو صرف زمین عرب کے جگر گوشوں کے لئے تالیف کیا ہے اور میری بڑی مراد یہی تھی کہ ان مقدس جگہوں اور مبارک شہروں میں میری کتابیں شائع ہو جائیں۔ پس میں نے دیکھا کہ کتابوں کا ان ملکوں میں شائع ہونا ایک ایسے نیک انسان کے وجود کی فرع ہے جو شائع کرنے والا ہو۔ اور میں نے یقین کیا کہ میری کتابوں کا صلحاء عرب میں شائع ہونا ایک امر محال ہے بجز اس صورت کے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے میرے لئے ان میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے کوئی مدد دینے والا مقرر کرے سو میں تضرع کے ہاتھ اٹھاتا اور دعائیں عاجزی سے کرتا تھا کہ یہ آرزو اور مراد میرے لئے حاصل اور متحقق ہو۔ یہاں تک کہ میری دعا قبول کی گئی۔ اور میری مراد مجھے دی گئی اور میری طرف خدا کا فضل ایک ایسے آدمی کو کھینچ لایا جو صاحب علم اور فہم اور مناسبت تھا اور نیک بختوں میں سے تھا۔ اور میں نے اس کو پاک اصل اور پسندیدہ خلق والا اور پاک فطرت والا اور دانا اور پرہیز گار پایا۔ سو میں اس کی ملاقات سے جو میری عین مراد تھی خوش ہوا۔ اور اپنی دعا کا پہلا پھل میں نے اس کو خیال کیا۔ اور آنے والی خیر اور بچانے والے فضل کے لئے میں نے اس کو ایک نیک فال سمجھا۔ اور کثرت خوشی نے مجھ کو ہلا دیا۔ اور اس دن میں اُن لوگوں میں سے ہو گیا جو خوش ہوتے ہیں۔ سو میں نے اپنے نفس کو اس وقت مبارک باد دی اور خدا کا شکر کیا اور کہا کہ اے تمام جہانوں کے خدا تیرا شکر ہے۔ اور اس مجمل بیان کی تفصیل یہ ہے کہ بلاد شام سے ایک جوان صالح

خوش رو میرے پاس آیا یعنی طرابلس سے۔ اور حکیم و علیم اس کو میری طرف کھینچ لایا اور قریب سات مہینے کے۔ یعنی اس وقت تک میرے پاس رہا۔ اور میں نے فراست سے اس کے وجود کو باخیر دیکھا اور اس میں رشد پایا۔ اوراس کے چہرہ میں صلاحیت کے انوار پائے اور صلحاء کے نشان پائے۔ پھر میں نے اس کے حال اور قال میں غور کی اور اس کے ظاہر اور باطن میں تفحص کیا۔ اور اس نور اور الہام کے ساتھ دیکھاجو مجھ کو عطا کیا گیاہے سو میں نے مشاہدہ کیا کہ وہ حقیقت میں نیک ہے اور متانت عقلی اس کو حاصل ہے اور آدمی نیک بخت ہے۔ جس نے جذبات نفس پر لات ماری اور ان کو الگ کر دیاہے اور ریاضت کش انسان ہے۔ پھر خدا نے اس کو کچھ حصہ میری شناخت کا عطا کیا۔ سو وہ بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ہماری معرفت کی باتوں میں سے ایک عجیب دروازہ اس پر کھول دیا۔ اور اس نے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ایقاظ الناس رکھا اور وہ کتاب اس کے وسعت معلومات پر دلیل واضح ہے۔ اور اس کی رائے صائب پر ایک روشن حجت ہے۔ اور وہ کتاب ہر ایک مباحث کے لئے ہر ایک میدان میں کفایت کرتی ہے۔ اور جب اس نے اس کتاب کا تالیف کرنا شروع کیا۔ تو بہت سی کتابیں حدیث اور تفسیر کی جمع کیں۔ اور ہر ایک امر میں پوری پوری غور کی سو یہ کتاب اس کے فکروں کا ایک دودھ اور اس کی نظروں کا ایک نور ہے۔ اور عارف کی علامت اس کی معرفت کی باتیں ہی ہوتی ہیں اور جب میں نے اس کی کتاب کو پڑھا اور صفحہ صفحہ کرکے اس کے باب دیکھے۔ اور اس کی چادر اٹھائی تو میں نے اس کے بیان کو ملیح پایا۔ اور اس کی شان کی میں نے تعریف کی۔ اور میں نے اس میں کوئی ایسی بات نہ پائی کہ جو اس کو بٹّہ لگاوے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کی کتاب کو میری کتابوں کے ساتھ شائع کرے۔ اور اس میں قبولیت رکھ دیوے۔ اور اس میں اپنی طرف سے ایک روح داخل کرے۔ اور بعض دل پیدا کرے جو اس کی طرف جھک جاویں۔ اور اس کے مؤلف کو دونوں جہانوں میں بدلہ دے۔ اور اس کے مقاصد میں برکت ڈالے۔ اور اس کو مقبولوں میں داخل کرے۔ اور جب وہ اپنی تالیف سے فارغ ہوا تو اس کے اخلاص نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ ہماری معرفت کی باتوں کو اپنے وطن کے علماء تک پہنچاوے اور ہماری خبریں ان میں پھیلاوے۔ اور منادی بن کر ہر ایک طرف آوازیں پہنچاوے اور کتابوں کو شائع کرے تا ان لوگوں پر حقیقت کھل جاوے۔ اور یہ وہی مراد ہے جس کے لئے ہم دن رات دعائیں کرتے تھے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص اپنے قول اور وعدہ میں مرد صادق ہے بے ہودہ کلام سے پرہیز کرتا ہے۔ اور زبان کو ہر ایک چراگاہ میں مطلق العنان نہیں چھوڑتا اور خدا تعالیٰ نے ہماری محبت اس کے دل میں ڈال دی۔ سو ہم سے وہ محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے اور جو کچھ اس نے کہا

اور وعدہ کیا میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اس کا اہل ہے۔ اور جیسا کہ کہا ویسا ہی کرے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس کو ہمارے بیج کی نشو و نما اور ترو تازگی کا باعث کرے اور ہمارا دودھ اس کے ذریعہ سے خوشگوار ہو جاوے۔ اور خدا سب مسببوں سے نیک تر ہے اور میں نے دیکھا کہ یہ شخص ریاضت کش اور صابر ہے۔ شکوہ اور جزع فزع اس کی سیرت نہیں۔ اور میں نے بارہا دیکھا کہ یہ شخص ادنیٰ چیزوں کے کھانے پر کفایت کرتا ہے۔ اور ایسا ہی ادنیٰ ملبوسات پر اگر لحاف نہ ہو تو اس کو مانگتا نہیں بلکہ دھوپ میں بیٹھنے اور آگ سینکنے سے گذارہ کر لیتا ہے۔ اور تکلیف اٹھا کر اپنے تئیں سوال سے باز رکھتا ہے۔ میں نے اس میں فروتنی اور حلم اور انابت اور نرمیٔ دل کو پایا۔ اور خدا بہتر جانتا ہے اور وہ اس کا حسیب ہے۔ میں نے جو دیکھا سو کہا پس خدا کی رحمت سے کچھ تعجب مت کرو کہ وہ اس شخص کی سعی سے ان حرجوں کو اٹھا دے جو ہمیں پہنچ گئے۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے جس بات کو وہ چاہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ اور جو کچھ وہ دیوے کوئی اس کو رد نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے دین کا حافظ ہے اور تمام ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کریں۔"

(نور الحق حصہ اول رخ جلد 8 ص 24-20)

33: سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مصنفہ: صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب　　　صفحات: 71

مطبوعہ: سن رائز آرٹ پرنٹرز لاہور

سوانحی تعارف:

حضرت مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی، 9 مئی 1914ء کو حضرت ام ناصرؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ اور پھر مولوی فاضل کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اول آئے۔ آپ نے اپنی زندگی وقف کی اور تحریک جدید کے مختلف شعبوں میں خدمات سلسلہ کی توفیق پائی جن میں بطور وکیل الصنعت، وکیل زراعت، وکیل التبشیر و التجارت، وکیل الدیوان، وکیل اعلیٰ اور صدر مجلس تحریک جدید نمایاں ہیں۔ آپ صدر مجلس انصار اللہ بھی رہے۔ مورخہ 21 جون 2004ء بعمر 90 سال وفات پائی۔

تعارف کتاب:

اس کتاب میں حضرت اقدسؑ کے عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ خدام سے شفقت، مخلوق سے ہمدردی، دوستی اور وفاداری، اکرامِ ضیف اور قبولیت دعا جیسے سیرت کے پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اندرونی ٹائٹل پیج پر لکھا ہوا ہے۔ پیشکش: وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان۔ سن طباعت الگ سے

توکوئی درج نہیں ہے، البتہ کتاب کے آخر پر مصنف نے تاریخ لکھی ہے جو کہ 7 اکتوبر 1968ء ہے۔

34: ذکرِ حبیبؑ

مصنفہ: صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید

صفحات: 47 طبع اول: مارچ 1977ء

طابع: محمد محسن لاہور پریس انارکلی لاہور زیر اہتمام: محمد شفیق قیصر

تعارف کتاب:

محترم صاحبزادہ صاحبؒ نے جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر 1972ء سے "ذکر حبیب" کے موضوع پر ایک سلسلہ تقاریر شروع فرمایا تھا۔ اس سلسلہ کی تین تقاریر پہلے شائع ہو چکی تھیں، اب یہ چوتھی تقریر ہے جو کتابی صورت میں وکالت تبشیر شعبہ تصنیف کی طرف سے شائع کی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کے دو پہلو، خدمت قرآن اور محبت الٰہی کا بیان ہے۔

35: The Promised Messiah

مصنفہ: صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

انگریزی میں لکھی جانے والی یہ کتاب 53 صفحات پر مشتمل ہے۔ انگلینڈ میں طبع ہوئی۔

Printed in England by Lonsdale and Published by Kent Publications Bartholomew Printing Limited.

تعارف کتاب:

یہ دراصل خطاب ہے جو محترم صاحبزادہ صاحب نے جکارتہ میں ہونے والے انڈونیشیا کے سالانہ جلسہ میں 22 اکتوبر 1968ء کو کیا۔ اس میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے جس میں آپؑ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق رسول ﷺ اور دیگر متفرق اخلاق کا بیان ہے۔

ہستی باری تعالیٰ

اسلام کا پیش کردہ تصورِ خدا

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

”مدبر بالارادہ“

عبد الباری

ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اَب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے، اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بعض ایسی ہیں جو محض عقیدے کا حصہ بن کر نہیں رہتیں بلکہ ہر صاحبِ نظر انسان کے لیے مشاہدے اور ادراک کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ایک کھلی آنکھ اور تعصب سے پاک دل کے ساتھ جب انسان کائنات پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ہر سمت خدائے تعالیٰ کی کاریگری، حکمت اور تدبیر کے آثار نمایاں دکھائی دیتے ہیں، اور یہی آثار اسے اپنے خالق تک پہنچانے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ انہی جلیل القدر صفات میں ایک نہایت لطیف اور معنی خیز صفت اُس کا مدبّر بالارادہ ہونا ہے۔ زمین کی وسعتوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک، مخلوقات کی ساخت سے لے کر واقعات کے مربوط تسلسل تک، جہاں بھی نگاہ ٹھہرتی ہے، وہاں اسی صفت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اسلام نے بھی بارہا انسان کو اس تدبیرِ الٰہی میں غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اس صفت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، تاہم اس سے پہلے ضروری ہے کہ اس صفت کے لغوی مفہوم پر ایک نظر ڈالی جائے تاکہ اس کے حقیقی معانی پوری طرح واضح ہو سکیں۔

تدبیر / مدبّر کے لغوی معنی: تاج العروس (علامہ زبیدی)

التَّدْبِيرُ: النَّظَرُ فِي عَوَاقِبِ الأُمُورِ، وَتَقْدِيرُ الشَّيْءِ عَلَى مَا يَكُونُ فِيهِ صَلَاحُ عَاقِبَتِهِ

یعنی تدبیر سے مراد کسی معاملے کے انجام اور عاقبت پر غور کرنا اور اسے اس طرح ترتیب دینا ہے کہ اس کا نتیجہ درست اور مستحکم رہے۔ "مدبر بالارادہ" وہ ہستی ہے جو ارادے کے ساتھ کائنات کے انجام کو پیشِ نظر رکھ کر اس کا انتظام چلاتی ہے۔

مفردات امام راغب (امام راغب اصفہانی)

التَّدْبِيرُ: هُوَ التَّفَكُّرُ فِي إِدْبَارِ الْأُمُورِ، وَتَرْتِيبُهَا عَلَى مَا يَجِبُ لِيَحْصُلَ بِهِ الْمَقْصُودُ

یعنی تدبیر کا مطلب ہے کسی چیز کو اس کے انجام کے لحاظ سے اس طرح منظم کرنا کہ مطلوبہ مقصد حاصل ہو۔ پس مدبر بالارادہ وہ ہے جو محض اتفاقاً نہیں بلکہ دانستہ ارادے اور حکمت کے تحت ہر شے کو اس کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

لسان العرب (ابن منظور)

التَّدْبِيرُ فِي الْأَمْرِ: أَنْ تَنْظُرَ إِلَى مَا تَؤُولُ إِلَيْهِ عَاقِبَتُهُ. ودبّر الأمر وتدبّره: نظر في عاقبته

یعنی تدبیر سے مراد کسی کام کے پیچھے سوچنا ہے تاکہ اس کا انجام بہتر رہے۔ خدا تعالیٰ کے لیے اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کائنات کے تمام امور کو اپنی مرضی اور ارادے سے ایک خاص نظام کے تحت احسن طریقے سے چلا رہا ہے۔

اصطلاح میں اس صفت کا مفہوم:

اسلام نے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے، اس کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ وہ محض ایک خاموش علت (بغیر کسی ارادے کے پیدا کرنے والا سبب) نہیں بلکہ ایک زندہ، جاوید (ہمیشہ رہنے والی) اور مدبر بالارادہ ہستی ہے، جو ہر شے کے انجام پر نظر رکھتی ہے تاکہ نظامِ عالم مستحکم رہے۔ قرآن کریم کی آیات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس لطافت وایجاز (خوبصورتی اور اختصار) سے توحید الٰہی کو قلوبِ صافیہ (پاک دلوں) میں منقش (نقش یا ثبت) کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اس صفت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ جو جامع صفاتِ کاملہ (تمام مکمل خوبیوں کا مجموعہ) اور مستحق عبادت ہے اس کا وجود بدیہی الثبوت (جس کا ثبوت ظاہر ہو اور دلیل کا محتاج نہ ہو) ہے کیونکہ وہ حیّ بالذّات (اپنی ذات سے زندہ) اور قائم بالذّات

ہے بجز (بغیر) اس کے کوئی چیز حیّ بالذّات اور قائم بالذّات نہیں یعنی اس کے بغیر کسی چیز میں یہ صفت پائی نہیں جاتی کہ بغیر کسی علّتِ موجدہ (وجود میں لانے والا سبب) کے آپ ہی موجود اور قائم رہ سکے یا کہ اس عالم کی جو کمال حکمت اور ترتیب محکم (مضبوط) اور موزون (برابر یا مناسب) سے بنایا گیا ہے علّتِ موجبہ (وجود کے لیے ضروری وجہ) ہوسکے اور یہ امر اس صانع عالم (کائنات کا بنانے والا) جامع صفاتِ کاملہ کی ہستی کو ثابت کرنے والا ہے۔ تفصیل اس استدلال لطیف (باریک اور خوبصورت دلیل) کی یہ ہے کہ یہ بات بہ بداہت (واضح طور پر) ثابت ہے کہ عالم کے اشیاء میں سے ہر یک موجود جو نظر آتا ہے اس کا وجود اور قیام نظراً علیٰ ذاتہٖ ضروری نہیں مثلاً زمین کروی الشکل (گول یا گیند نما) ہے اور قطر اس کا بعض کے گمان کے موافق تخمیناً (اندازاً) چار ہزار کوس پختہ ہے مگر اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کہ کیوں یہی شکل اور یہی مقدار اس کے لئے ضروری ہے اور کیوں جائز نہیں کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم ہو یا برخلاف شکل حاصل کے کسی اور شکل سے متشکل (شکل اختیار کرنے والا) ہو اور جب اس پر کوئی دلیل قائم نہ ہوئی تو یہ شکل اور یہ مقدار جس کے مجموعہ کا نام وجود ہے زمین کے لئے ضروری نہ ہوا اور علیٰ ہذا القیاس (اسی پر قیاس کرتے ہوئے) عالم کی تمام اشیاء کا وجود اور قیام غیر ضروری ٹھہرا۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ وجود ہر یک ممکن کا نظراً علی ذاتہٖ غیر ضروری ہے بلکہ بعض صورتیں ایسی نظر آتی ہیں کہ اکثر چیزوں کے معدوم (ختم یا فنا) ہونے کے اسباب بھی قائم ہوجاتے ہیں پھر وہ چیزیں معدوم نہیں ہوتیں مثلاً باوجود اس کے کہ سخت سخت قحط اور وبا پڑتی ہیں مگر پھر بھی ابتداء زمانہ سے تخم (بیج) ہر یک چیز کا بچتا چلا آیا ہے حالانکہ عندالعقل (عقل کے نزدیک) جائز بلکہ واجب تھا کہ ہزارہا شدائد اور حوادث (سختیاں اور حادثات) میں سے جو ابتدا سے دنیا پر نازل ہوتی رہی کبھی کسی دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ شدت قحط کے وقت غلہ جو کہ خوراک انسان کی ہے بالکل مفقود (غائب یا نایاب) ہوجاتا یا کوئی قسم غلّہ کی مفقود ہوجاتی یا کبھی شدت وبا کے وقت نوع انسان کا نام ونشان باقی نہ رہتا یا کوئی اور انواع حیوانات میں سے مفقود ہوجاتے یا کبھی اتفاقی طور پر سورج یا چاند کی کل (مشینری یا نظام) بگڑ جاتی یا دوسری بے شمار چیزوں سے جو عالم کی درستی نظام کے لئے ضروری ہیں کسی چیز کے وجود میں خلل (بگاڑ) راہ پاجاتا کیونکہ کروڑہا چیزوں کا اختلال (خرابی) اور فساد سے سالم رہنا اور کبھی ان پر آفت نازل نہ ہونا قیاس سے بعید ہے پس جو چیزیں نہ ضروری الوجود ہیں نہ ضروری القیام بلکہ ان کا کبھی نہ کبھی بگڑ جانا ان کے باقی رہنے سے زیادہ تر قرین قیاس (عقل کے قریب) ہے ان پر کبھی زوال نہ آنا اور احسن (بہترین) طور پر بہ ترتیب محکم اور ترکیب ابلغ (انتہائی کامل بناوٹ) ان کا وجود اور قیام پایا جانا اور کروڑہا ضروریات عالم میں سے کبھی کسی چیز کا مفقود نہ ہونا صریح اس بات پر نشان ہے کہ ان سب کے لئے ایک

محیی (زندگی بخشنے والا) اور محافظ اور قیوم (سب کو سنبھالنے والا) ہے جو جامع صفات کاملہ یعنی مدبر اور حکیم اور رحمان اور رحیم اور اپنی ذات میں ازلی ابدی اور ہر یک نقصان سے پاک ہے جس پر کبھی موت اور فنا طاری نہیں ہوتی بلکہ اونگھ اور نیند سے بھی جو فی الجملہ (کسی حد تک) موت سے مشابہ ہے پاک ہے سو وہی ذات جامع صفات کاملہ ہے جس نے اس عالم امکانی کو برعایت (لحاظ رکھتے ہوئے) کمال حکمت و موزونیت (مناسبت) وجود عطا کی اور ہستی کو نیستی (فنا یا عدم) پر ترجیح بخشی اور وہی بوجہ اپنی کمالیت اور خالقیت اور ربوبیت اور قیومیت کے مستحق عبادت ہے۔ یہاں تک تو ترجمہ اس آیت کا ہوا: اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَـىُّ الۡقَيُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ ‌ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ۔ (البقرۃ:256)

اب بنظر انصاف دیکھنا چاہئے کہ کس بلاغت اور لطافت اور متانت (سنجیدگی اور مضبوطی) اور حکمت سے اس آیت میں وجود صانع عالم پر دلیل بیان فرمائی ہے اور کس قدر تھوڑے لفظوں میں معانی کثیرہ (بہت سے معنی) اور لطائف حکمیہ (حکمت بھری باریکیاں) کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے اور مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ کے لئے ایسی محکم دلیل سے وجود ایک خالق کامل الصفات کا ثابت کر دکھایا ہے جس کے کامل اور محیط (گھیرنے والا) بیان کے برابر کسی حکیم نے آج تک کوئی تقریر بیان نہیں کی بلکہ حکماء ناقص الفہم (کم عقل دانشور) نے ارواح اور اجسام کو حادث (نیا پیدا ہونے والا) بھی نہیں سمجھا اور اس رازِ دقیق (باریک اور گہرے راز) سے بے خبر رہے کہ حیات حقیقی اور ہستی حقیقی اور قیام حقیقی صرف خدا ہی کے لئے مسلم (مانا ہوا) ہے یہ عمیق (گہری) معرفت اسی آیت سے انسان کو حاصل ہوتی ہے جس میں خدا نے فرمایا کہ حقیقی طور پر زندگی اور بقاء زندگی صرف اللہ کے لئے حاصل ہے جو جامع صفات کاملہ ہے اس کے بغیر کسی دوسری چیز کو وجود حقیقی اور قیام حقیقی حاصل نہیں اور اسی بات کو صانع عالم کی ضرورت کے لئے دلیل ٹھہرایا اور فرمایا لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ۔ (البقرۃ:256) یعنی جبکہ عالم کے لئے نہ حیات حقیقی حاصل ہے نہ قیام حقیقی تو بالضرور اس کو ایک علّتِ موجبہ کی حاجت ہے جس کے ذریعہ سے اس کو حیات اور قیام حاصل ہوا۔ اور ضرور ہے کہ ایسی علّتِ موجبہ جامع صفات کاملہ اور مدبّر بالارادہ اور حکیم اور عالم الغیب ہو۔ سو وہی اللہ ہے۔ کیونکہ اللہ بموجب اصطلاح قرآن شریف کے اس ذات کا نام ہے جو مستجمع کمالات تامہ (تمام کامل کمالات کو جمع کرنے والی ہستی) ہے اسی وجہ سے قرآن شریف میں اللہ کے اسم کو جمیع صفاتِ کاملہ کا موصوف (جس کی صفات بیان ہوں) ٹھہرایا ہے اور جابجا فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو کہ رب العالمین ہے رحمان ہے رحیم ہے مدبّر بالارادہ ہے حکیم ہے۔ عالم الغیب ہے قادر مطلق ہے ازلی ابدی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ قرآنِ شریف کی ایک اصطلاح ٹھہر گئی کہ اللہ ایک ذات

جامع جمیع صفات کاملہ کا نام ہے اسی جہت سے اس آیت کے سر پر بھی اللہ کا اسم لائے اور فرمایا اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ یعنی اس عالم بے ثبات (ناپائیدار دنیا) کا قیوم ذات جامع الکمالات ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عالم جس ترتیب محکم اور ترکیب ابلغ سے موجود اور مترتّب (ترتیب دیا ہوا) ہے اس کے لئے یہ گمان کرنا باطل (غلط) ہے کہ انہیں چیزوں میں سے بعض چیزیں بعض کے لئے علّتِ موجبہ ہو سکتی ہیں بلکہ اس حکیمانہ کام کے لئے جو سراسر حکمت سے بھرا ہوا ہے ایک ایسے صانع کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں مدبر بالارادہ اور حکیم اور علیم اور رحیم اور غیر فانی اور تمام صفات کاملہ سے متصف (صفت والا) ہو۔ سو وہی اللہ ہے جس کو اپنی ذات میں کمال تام حاصل ہے۔"(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1، صفحہ 514 تا 518 حاشیہ)

خدا تعالیٰ کی اس تدبیر، جس کا مقصد نظام کو مستحکم رکھنا ہے، اس کا اثر کائنات کے ذرے ذرے میں نظر آتا ہے۔ "انجام کی بہتری" کا مدبرانہ پہلو عالمِ صغیر (انسان) میں بھی اسی طرح منعکس (عکس ڈالنا) ہے جس طرح عالمِ کبیر میں، تاکہ مطلوبہ مقصدِ حیات حاصل ہو سکے۔ اس لطیف نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ مزید فرماتے ہیں:

"یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اپنے وجود اور قیام اور حرکت اور سکون اور اپنے تغیرات (تبدیلیاں) ظاہری اور باطنی اور اپنے ہر یک خاصہ (خوبی یا وصف) کے اظہار اور اپنے ہر یک عرض (عارضی حالت) کے اخذ یا ترک میں مستقل بالذات نہیں بلکہ اس ایک ہی حیّ و قیّوم کے سہارے سے یہ تمام کام مخلوق کے چلتے ہیں اور بظاہر اگرچہ یہی نظر آتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں کسی غیبی مدد کے محتاج نہیں جب چاہیں حرکت کر سکتے ہیں اور جب چاہیں ٹھہر سکتے ہیں اور جب چاہیں بول سکتے ہیں اور جب چاہیں چپ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک عارفانہ (معرفت بھری) نظر کے ساتھ ضرور کھل جائے گا کہ ہم اپنی ان تمام حرکات و سکنات اور سب کاموں میں غیبی مدد کے ضرور محتاج ہیں اور خدا تعالیٰ کی قیومیت ہمارے نطفہ میں ہمارے علقہ (جما ہوا خون / جنین کی ایک حالت) میں ہمارے مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) میں ہمارے جنین (ماں کے پیٹ میں بچہ) میں اور ہماری ہر یک حرکت میں اور سکون میں اور قول میں اور فعل میں غرض ہماری تمام مخلوقیت کے لوازم (ضروریات) میں کام کرتی ہے مگر وہ قیومیت بوجہ ہمارے محجوب بانفسنا (اپنی جانوں کے پردے میں چھپے ہوئے) ہونے کے براہ راست ہم پر نازل نہیں ہوتی کیونکہ ہم میں اور اس ذات الطف اللطائف اور اعلیٰ اور اغنیٰ (بے نیاز) اور نور الانور میں کوئی مناسبت درمیان نہیں کیونکہ ہر ایک چیز ہم میں سے خواہ وہ جاندار ہے یا بے جان محجوب بنفسہ (اپنی ذات میں چھپی ہوئی) اور ساحت قدسیہ تنزّہ (پاکیزگی اور برتری کی بلند بارگاہ) سے بہت

دور ہے اس لئے خدا تعالیٰ میں اور ہم میں ملائک کا وجود اسی طرح ضروری ہوا جیسا کہ نفس ناطقہ (انسانی روح یا بولنے والی جان) اور بدن انسان میں قوائے روحانیہ اور حسیّہ (روحانی اور حسی طاقتیں) کا توسط (وسیلہ) ضروری ٹھہرا کیونکہ نفس ناطقہ نہایت تجرد (مادیت سے پاک ہونا) اور لطافت میں تھا اور بدن انسان محجوب بنفسہ اور کثافت (گاڑھاپن یامادی پن) اور ظلمت (اندھیرے) میں پڑا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان میں قوی روحانیہ اور حسیّہ کو ذوجہتین (دوطرفہ تعلق رکھنے والا) پیدا کیا تاوہ قویٰ نفس ناطقہ سے فیضان (بخشش یا فائدہ) قبول کر کے تمام جسم کو اس سے متأدب (باادب یامہذب) اور مہذّب کریں۔

جاننا چاہئے کہ انسان بھی ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شُیُون (شان کی جمع، یعنی حالات وصفات) اور صفات اور خواص اور کیفیات اس میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی طاقتوں اور قوتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر ایک چیز کی طاقت کا یہ نمونہ ظاہر کر سکتا ہے آفتاب کی طرح یہ ایک روشنی بھی رکھتا ہے اور ماہتاب کی طرح ایک نور بھی اور رات کی طرح ایک ظلمت بھی اور زمین کی طرح ہزارہانیک اور بدارادوں کا منبت (اگنے یاپیدا ہونے کی جگہ) ہو سکتا ہے اور درختوں کی طرح نشوونمارکھتا ہے اور اپنی قوت جاذبہ کے ساتھ ہر ایک چیز کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور ایسا ہی اس کا عالم صغیر ہونا اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اپنے کشوف صادقہ (سچے مشاہدات) اور رویا صالحہ (سچے خوابوں) کے وقت عالم کبیر کی ہر ایک چیز کو اپنے اندر پاتا ہے کبھی اپنے کشفوں اور خوابوں میں چاند دیکھتا ہے کبھی سورج کبھی ستارے کبھی طرح طرح کی نہریں اور باغ اور کبھی آگ اور ہوا وغیرہ اور زیادہ ترعجیب یہ کہ کبھی اپنے رویا صالحہ اور کشوف صادقہ میں ایسا پاتا ہے کہ آپ ہی سورج بن گیا یا آپ ہی چاند ہو گیا ہے یا آپ ہی زمین ہے جس پر ہزارہاملک آباد ہیں پس ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان بلاشبہ ایک عالم صغیر ہے جو اپنے نفس میں عالم کبیر کا ہر یک نمونہ رکھتا ہے اور یہ نہایت عمدہ طریق ہے کہ جب عالم کبیر کے عجائبات دقیقہ (باریک عجائبات) میں سے کوئی سر مخفی (پوشیدہ راز) سمجھ نہ آوے تو عالم صغیر کی طرف رجوع کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ وہ اس میں کیا گواہی دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں عالم مرایا متقابلہ (آمنے سامنے رکھے ہوئے آئینے) کی طرح ہیں اور جس عالم کو ہم نے بجزئیاتہ (اس کے اجزاء سمیت) دیکھ لیا ہے اس کو ہم دوسرے عالم کی تشخیص (پہچان) کے لئے ایک پیمانہ ٹھہرا سکتے ہیں اور بلاشبہ اس کی شہادت ہمارے لئے موجب اطمینان ہو سکتی ہے اب جب کہ یہ تمہید ممہد (تیار کردہ بنیاد یا مقدمہ) ہو چکی تو نہایت درست ہو گا اگر ہم یہ کہیں کہ ملائک کی نسبت جو اجرام علوی (آسمانی اجسام) اور اجسام سفلی (زمینی اجسام) کی طرف ہے وہ درحقیقت ایسی ہی ہے جیسے قویٰ روحانیہ اور حسیّہ کی نسبت بدن انسان کی طرف ہے کیونکہ جیسا کہ نفس ناطقہ

انسان کا بدن انسان کی تدبیر بتوسط قویٰ روحانیہ اور حسیّہ کے کرتا ہے ایسا ہی قیّوم العالم جو تمام عالم کے بقا اور قیام کے لئے نفس مدبّرہ (انتظام کرنے والی روح) کی طرح اور بحکم آیت اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ (النور:36) ان کی حیات کا نور ہے تدبیر عالم کبیر کی بواسطہ ملائک کے فرماتا ہے اور ہمیں اس بات کے ماننے سے چارہ (راستہ یا حل) نہیں کہ جو کچھ عالم صغیر میں ذات واحد لاشریک کا نظام ثابت ہوا ہے اسی کے مشابہ (ملتا جلتا) عالم کبیر کا بھی نظام ہے۔ کیونکہ یہ دونوں عالم ایک ہی ذات سے صادر (پیدا) ہیں اور اس ذات واحد لاشریک کا یہی تقاضا ہونا چاہئے کہ دونوں نظام ایک ہی شکل اور طرز پر واقع ہوں تا دونوں مل کر ایک ہی خالق اور صانع پر دلالت کریں کیونکہ توحید فی النظام (نظام کی یکسانیت) توحید باری عزّ اسمہ ٗ کے مسئلہ کو مؤیّد (تائید کرنے والا) ہے وجہ یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اس نظام میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ غرض یہ بات نہایت سیدھی اور صاف ہے کہ ملائک اللہ عالم کبیر کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے قویٰ روحانیہ وحسیّہ نشاء انسانیہ (انسانی پیدائش یا ساخت) کے لئے جو عالم صغیر ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام، جلد 5، صفحہ 177، 170 حاشیہ)

خدا تعالیٰ کے مدبر بالارادہ ہونے کا، یعنی "مطلوبہ مقصد کے لیے دانستہ انتظام کرنے" کا ایک عظیم الشان اور روشن ثبوت یہ ہے کہ یہ تمام کائنات ایک خاص نظم، ترتیب اور حکمت کے تحت کام کر رہی ہے اور اس کا ہر ذرہ اپنے صانع کے ارادے کی گواہی دے رہا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم کے دلائل سے واضح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جیسا کہ ایک جگہ یعنی سیپارہ دوسرے سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ الۡفُلۡکِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ بَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۪ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔ (البقرۃ:165)

یعنی تحقیق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے اختلاف اور ان کشتیوں کے چلنے میں جو دریا میں لوگوں کے نفع کے لئے چلتی ہیں اور جو کچھ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور زمین میں ہر ایک قسم کے جانور بکھیر دیئے اور ہواؤں کو پھیرا اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں مسخرّ (فرمانبردار یا تابع) کیا یہ سب خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید اور اُس کے الہام اور اُس کے مدبّر بالارادہ ہونے پر نشانات ہیں۔ اب دیکھئے اس آیت میں اللہ جلّشانہ نے اپنے اس اصول ایمانی پر کیسا استدلال اپنے اس قانون قدرت سے کیا یعنی اپنے ان مصنوعات (بنائی ہوئی چیزیں) سے جو زمین و آسمان میں پائی جاتی

ہیں جن کے دیکھنے سے مطابق منشاء اس آیت کریمہ کے صاف صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بیشک اِس عالَم کا ایک صانع قدیم اور کامل اور وحدہٗ لاشریک اور مدبّر بالارادہ اور اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجنے والا ہے۔ وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی تمام یہ مصنوعات اور یہ سلسلہ نظام عالم کا جو ہماری نظر کے سامنے موجود ہے یہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ یہ عالم خود بخود نہیں بلکہ اُس کا ایک موجد اور صانع ہے جس کے لئے یہ ضروری صفات ہیں کہ وہ رحمان بھی ہو اور رحیم بھی ہو اور قادر مطلق بھی ہو اور واحد لاشریک بھی ہو اور ازلی ابدی بھی ہو اور مدبر بالارادہ بھی ہو اور مستجمع جمیع صفات کاملہ بھی ہو اور وحی کو نازل کرنے والا بھی ہو۔

(جنگ مقدس پرچہ 25/ مئی 1893ء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 124، 125)

خدا تعالیٰ کی صفت "مدبر بالارادہ" کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ کائنات کے مادی اور روحانی اسباب کو اپنے خاص مقصد کے حصول کے لیے اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ محض اتفاقات کا مجموعہ نہیں ہوتا، بلکہ ایک ارادہ رکھنے والی ہستی کی دانستہ منصوبہ بندی ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی سے منتخب کردہ درج ذیل دو واقعات اسی عظیم صفت کی گواہی دیتے ہیں:

مالی تائید اور غیبی انتظام:

خدا کا مدبر ہونا اس وقت کمال درجے پر نظر آتا ہے جب وہ ایک ایسے مقصد کی تکمیل کے لیے، جس کا انجام اس کے علم میں مستحکم (اٹل) ہے، انسانی دلوں کو اپنے ارادے سے مسخر (مطیع) کر لیتا ہے یہاں خدا نے اپنے مشن کی کامیابی کے لیے ایک ایسے وقت میں غیبی انتظام فرمایا جب بظاہر کوئی رستہ نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پچیسواں نشان۔ ایک دفعہ براہینِ احمدیہ کی تالیف کے وقت مجھے سخت حاجت پیسوں کی پیش آئی اور کوئی ظاہری ذریعہ نہ تھا۔ تب خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا: اِنِّیْ مَعَكَ وَ اِنِّیْ حَیْثُ مَا کُنْتَ۔ یعنی میں تیرے ساتھ ہوں اور جہاں تُو ہو گا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔...

ابھی اس الہام پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ لدھیانہ سے حکیم محمد شریف صاحب مرحوم کا خط آیا کہ میں نے پچاس روپے بطور نذرانہ (تحفہ) روانہ کئے ہیں وہ پہنچ جائیں گے۔... یہ نشان خدا تعالیٰ کی اس صفت کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک زندہ خدا ہے جو سنتا ہے اور ارادہ فرماتا ہے اور غیب سے انتظام کرتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 218)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بصیرت افروز (بصیرت بڑھانے والے) ارشادات کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام کا خدا کوئی بے جان قوت یا اندھی علّت نہیں، بلکہ وہ ایک ایسی باشعور اور قادرِ مطلق ہستی ہے جس کا ارادہ اور تدبیر کائنات کے ذرے ذرے میں جاری و ساری ہے۔ جس کی جھلک کائنات کے مربوط نظام میں صاف نظر آتی ہے۔ عالمِ کبیر کے مستحکم قوانین سے لے کر عالمِ صغیر (انسان) کی لطیف قوتوں تک، ہر ترتیب اور ہر موزونیت اسی صانعِ قدیم کے شعوری ارادے اور مطلوبہ مقصد کی گواہی دیتی ہے۔ یہ مربوط نظام، جو حوادث کے باوجود اختلال (بگاڑ) سے محفوظ ہے، اس بات کی حتمی دلیل ہے کہ کائنات کی باگ ڈور ایک ایسی ہستی کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی صفتِ تدبیر سے ہستی کو نیستی پر ترجیح بخشی۔ پس ثابت ہوا کہ اس جہان کا قیام محض کوئی اتفاقی عمل نہیں، بلکہ اس مدبر بالارادہ خدا کی قدرت کا شاہکار ہے جو اپنی حکمتِ کاملہ سے تمام نظامِ ہستی کو سنبھالے ہوئے ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالےٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاءاللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔…بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہمّ و غم دور فرماوے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین“

(اشتہار 7/دسمبر 1892ء مطبوعہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 341-342)

Monthly

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

ISSN: 20491131 Editor: Mahfooz ur Rehman

SEPTEMBER 2026 | TABOOK 1405(HS)| RABI' AL-AWWAL/ RABI' AL-THANI 1448(HQ)| VOL.15 NO.09

Publishers: Additional Wakalat Tasneef
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS, UK
Email: office@tasneef.co.uk
https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib